

کا تحقیقی جائزہ



کیرن آرم اسٹرانگ کی کتاب

عالم اسلام پر مستشرقین کی

فکری یلغار

- مغرب میں نفرت کی پرورش
- عہد جدید اور مستشرقین
- کیرن آرم اسٹرانگ کا حقیقی چہرہ
- بائبل میں توہین انبیاء کی سزا
- عقیدہ ناموس رسالت
- سلمان رشدی کی حمایت
- مسلم حکمران اور مغرب کے ہتھکنڈے
- امت مسلمہ کا راز عروج
- گستاخانہ انبیاء کا انجام
- قرآن اور بائبل کے قانون طلاق و زکوٰۃ کا تقابلی جائزہ
- قرآن اور بائبل میں جہاد کا تقابلی جائزہ
- پیغمبر اسلام اور امن عالم
- بنو قریظہ کا انجام از قانونِ توریت

مُحَمَّدٌ أَسْمِعُكَ بَدَايُوتِي

اسلامک ڈیسرچ سوسائٹی کی اپنی



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	
۲	تحریک استشراق کا آغاز	7
۳	تحریک استشراق کے مقاصد	
۴	عالم اسلام پر صلیبی یلغار:	
۵	استعمار تحریک استشراق کی پشت پناہ	
۶	مغرب میں نفرت کی پرورش	
	باب اول	
۷	عہد جدید اور مستشرقین	
۸	کیرن آر مسٹر انگ کا حقیقی چہرہ	
	باب دوم	
۹	عقیدہ ناموس رسالت ﷺ	
۱۰	عقیدہ ناموس رسالت ﷺ پر تنقید	
۱۱	سلمان رشدی کی حمایت و۔	
۱۲	مسلم حکمران اور اہل مغرب کے ہتھکنڈے	
۱۳	اندلس میں تحریک شاتمین رسول اور کیرن آر مسٹر انگ	
۱۴	بائبل میں توہین انبیاء کی سزا	
۱۵	توہین سبت کی سزا موت ۲	
۱۶	امت مسلمہ کا راز عروج	
۱۷	توہین رسالت کی سزا از روئے قرآن	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸	پیغمبر اسلام کی مخالفت اور اُس کا انجام	
۱۹	شاتمین رسول کا انجام از روئے قرآن	
۲۰	ابولہب کی بیوی کا انجام	
۲۱	گستاخانِ انبیاء کا انجام	
۲۲	حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انجام	
۲۳	حضرت لوط علیہ السلام کی گستاخ بیوی کا انجام	
۲۴	حضرت نوح علیہ السلام کی گستاخ بیوی کا انجام	
۲۵	فرعون کا انجام	
۲۶	فرعون نمونہ عبرت	
۲۶	تعظیم و تکریم پیغمبر اسلام کا حکم:	
۲۸	شاتمین رسول سے دوستی کی ممانعت	
۲۹	تکریم و تعظیم نبوی کے خصوصی احکام:	
۳۰	تعظیم و توقیر پیغمبر اسلام:	
۳۱	پیغمبر اسلام سے گفتگو کے آداب:	
۳۲	حجرے کے باہر سے پکارنے کی ممانعت	
۳۳	ادب و احترام کا ایک اور قانون	
۳۴	بارگاہِ رسالت میں آنے اور جانے کے آداب:	
	باب سوم	
۳۵	قرآن، اسلام اور مستشرقین	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶	روسائے قریش کا قرآن کو چھپ کر کے سننا	
۳۷	مشرکین کے قرآن پر اعتراضات	
۳۸	مشرکین مکہ کا دعویٰ:	
۳۹	قرآن کلام الہی ہونے کے دلائل ۲	
۴۰	قرآن ”بائبل سے مانحود“ کا الزام	
۴۱	قرآن اور بائبل کا تقابلی جائزہ	
۴۲	شادی و طلاق	
۴۳	بائبل میں قانون طلاق	
۴۴	طلاق اور بائبل کی تضاد بیانی	
۴۵	قرآن کا قانون طلاق	
۴۶	طلاق سے قبل اصلاح حال کی تدابیر:-	
۴۷	اصلاح کی پہلی تدبیر:-	
۴۸	اصلاح حال کی دوسری تدبیر:-	
۴۹	اصلاح حال کی آخری تدبیر:-	
۵۰	حکم کا اختیار:-	
۵۱	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں ایک مقدمہ:-	
۵۲	اسلام کا قانون طلاق:-	
۵۳	اسلام میں طلاق دینے کا طریقہ:-	
۵۴	طلاق دینے کا قاعدہ:-	

۵۵	بائبل کا قانونِ چیریٹی (زکوٰۃ)
۵۶	قرآن کا قانونِ زکوٰۃ
۵۷	زکوٰۃ باعثِ فلاح و نجات
۵۸	ادائیگی زکوٰۃ باعثِ افزائشِ مالِ رزق
۵۹	مصارفِ زکوٰۃ اور معاشرتی بہبود
۶۰	۱۔ زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء کی امداد:
۶۱	۲۔ زکوٰۃ کا دوسرا مصرف مساکین کی امداد:
۶۲	۳۔ زکوٰۃ کا تیسرا مقصد عاملینِ زکوٰۃ:
۶۳	۴۔ چوتھا مصرف مولفۃ القلوب:
۶۴	۵۔ زکوٰۃ کا پانچواں مصرف غلاموں کا آزاد کرنا
۶۵	۶۔ زکوٰۃ چھٹا مصرف مقروض لوگ:
۶۶	۷۔ زکوٰۃ کا ساتواں مصرف مسافر:
۶۷	۸۔ زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:
۶۸	زکوٰۃ اور اسلامی ریاست کا بنیادی فرض:
۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مخالفین کا اعتراض
۷۰	بائبل کا عقیدہ کفارہ اور اس کا رد
۷۱	پیغمبر اسلام پر مایوسی، دل شکستگی کا الزام
۷۲	پیغمبر اسلام کی مستقبلِ بنی پر اعتراض
۷۳	سراقہ اور کسریٰ کے کنگن
۷۴	مسلمانوں کا سیاسی غلبہ اور قرآن کریم کی پیشین گوئی:
۷۵	دعوتِ اسلامیہ کا پہلا دور

۷۶	دعوتِ اسلامیہ کا دوسرا دور
۷۷	دعوتِ اسلامیہ کا تیسرا دور
	باب چہارم
	کیرن آر مسٹر انگ اور جہاد
۷۸	قرآن اور بائبل میں جہاد کا تقابلی جائزہ:
۷۹	بائبل کا تصور جنگ:
۸۰	کتاب خروج میں جنگ کا تذکرہ
۸۱	کتاب احبار میں جنگ و تلوار کا تصور
۸۲	کتاب گنتی میں جنگ و تلوار کا تصور
۸۳	کتاب استثنا میں جنگ و تلوار کا تصور
۸۴	کتاب ایشوع میں جنگ و تلوار کا تصور
۸۵	کتاب قضاۃ میں جنگ کا تذکرہ
۸۶	کتاب توارخ میں جنگ کا تذکرہ
۸۷	کتاب زبور میں جنگ کا تذکرہ
۸۸	کتاب یسعیاہ میں جنگ و تلوار کا تذکرہ
۸۹	کتاب یرمیاہ میں جنگ اور تلوار کا تذکرہ
۹۰	کتاب حزقی ایل میں جنگ و تلوار کا تذکرہ
۹۱	کتاب عاموس میں جنگ و تلوار کا تذکرہ
۹۲	انجیل میں تلوار کا تذکرہ
۹۳	اسلام کا تصور جہاد

۹۴	مقاصد جہاد
۹۵	1 قیام امن :-
۹۶	2 غلبہ دین حق کے لیے جہاد
۹۷	3 ظلم کے خلاف جہاد :-
۹۸	3 استیصال فتنہ کے لیے جہاد
۹۹	4 دفاع مملکت کے لیے جہاد
۱۰۰	تصور جنگ اور مقصد جہاد
۱۰۱	اسلام اور پیغمبر اسلام پر تشدد پسندی کا الزام
۱۰۲	پیغمبر اسلام اور امن عالم
۱۰۳	بنو قریظہ
۱۰۴	بنو قریظہ کا انجام از روئے قانونِ توریت :-
۱۰۵	بنو قریظہ کا انجام اور عہد حاضر
۱۰۶	پیغمبر اسلام ابین الاقوامی امن کے پیامبر
۱۰۷	پیغمبر اسلام اور انسانی جان کی حرمت
۱۰۸	انسانی جان کی حرمت اور اسلام
۱۰۹	قتل حق اور قتل بالحق کا تصور
۱۱۰	

شرف انتساب

بنام والدین

والد گرامی

پروفیسر حافظ قاری ریاض احمد بدایونی دامت برکاتہم العالیہ

والدہ محترمہ

محترمہ عفت النساء

کے نام

جنہوں نے پرورش ہی نہیں تربیت بھی کی

جنہوں نے زندگی کی دھوپ چھاؤں میں

خوشی و غم کے بدلتے موسموں میں، ہمیشہ اپنی آغوش میں چھپائے رکھا

جنہوں نے دنیا ہی نہیں دنیا برتنے کے لیے دین کی تعلیم بھی دی

جنہوں نے زندگی کے کسی بھی لمحے دعاؤں کی رسد میں کمی نہ آنے ی

جن کی شفقت، محبت، عنایات، قربانیوں کا میں ہمیشہ مقروض رہوں گا

جنہوں نے اپنی ضروریات کو ترک کر کے میری خواہشات کو ہمیشہ پورا کیا

اللہ تعالیٰ میرے والدین کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ تادیر ہم بہن بھائیوں کے سر پر سلامت رکھے اور ہمیں ان کی خدمت کی توفیق عطا

فرمائے (آمین)

اعتراف

تمام خوبیاں پروردگار عالم کے لئے جس نے لفظ کن سے کونین کی تخلیق فرمائی۔۔۔۔۔ درود و سلام کے مہکتے گلستے پیش ہیں بارگاہ رسالت مآب کی مقدس بارگاہ میں جہاں سے آج بھی کائنات کی بقا کے لئے رحمت و رضوان کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ یہ کرم ہے ان کا کہ انہوں نے مجھ عاصی کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ میں دفاعِ سیرتِ رسول پر ناقدین کے قلم کی عیاری و مکاری کا نقاب نوچ پھینکوں اور آپ کی عصمت و عفت اور عظمت کے جاوداں اور تابندہ سیرت کے سنہری نقوش کی کرنوں کو عام کر سکوں۔

میرا علم ناقص اور میری عقل محدود ہے میرا بھروسہ صرف خالق کائنات پر ہے جس نے اپنے حبیب کی عفت و عصمت کی خدمت کا اعزاز مجھے عطا فرمایا۔

یکے از خدام ناموس رسالت ﷺ
محمد اسمعیل بدایونی عفی عنہ

2

دیباچہ

عیاری جب فکر کا لبادہ اوڑھ لے۔۔ مکاری جب علم کا بہرہ بھر لے۔۔ جب دستار علم مارہائے آستینوں کے سروں پر سجنے لگے۔۔ جب متعصبین کے سینوں پر غیر جانبداری کے امتیازی و غیر امتیازی تمنغے سجنے لگیں۔۔ جب علم کے علم پر جہل کا پنچہ اقوام عالم کی گلیوں میں غیر جانبداری کا خراج وصول کر رہا ہو۔۔ نادانوں کے کلمات تحسین سے جب ”ہوہا“ کا شور ہو رہا ہو۔۔ تب بنی نوع انسان کی حالت زار بلکہ خستہ حالی پر اشک بھی ماتم گریہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔

استشراق کی فکری وحشتیں بنی نوع انسان کے تعاقب میں کیوں سرگرداں ہیں؟

- یہ تحریک استشراق کیا ہے؟
- یہ تحریک کیوں چل رہی ہے؟
- کون اس تحریک کی پشت پناہی کر رہا ہے؟
- کس کی ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے؟
- کس کس محاذ پر۔۔ کس کس مقام پر۔۔
- کن مقصد کے تحت۔۔ کون سی حکمت عملی کو اپنا کر۔۔
- کن لوگوں کے اذہان کو فکری اور نظریاتی دائرے سے آلودہ کرنے کی سازش رچائی جا رہی ہے۔

تحریک استشراق:-

تحریک استشراق کیا ہے؟..... اور مستشرقین کسے کہتے ہیں؟

پیر کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں۔

اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص، جو مشرق اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملّی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور اس پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشرق کہلاتی ہے۔

(ضیاء النبى از پیر کرم شاہ الازہری جلد ششم صفحہ 123 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تحریک استشرق کا آغاز :-

تحریک استشرق کا آغاز کب ہوا؟

اس فکری بے راہ روی کی داستان کے بارے میں ڈاکٹر یحییٰ الجبوری لکھتے ہیں۔

استشرق کی یہ کہانی بڑی طویل ہے ہم اس کی ساری داستان سنانے میں تو نہیں الجھیں گے مگر ایک سرسری نظر ضرور ڈالیں گے یورپ کا اتصال شرق اسلامی سے پہلی مرتبہ اس وقت ہوا جب مسلمان اپنے شباب پر تھے اور غفوانِ قوت میں تھے ان کا مجد و شرف اندلس میں اپنی بلند چوٹی پر تھا وہاں رابطہ پیدا ہوا جہاں یونیورسٹیاں تھیں، درسگاہیں تھیں جو بیش بہا علمی کتابوں سے بھری پڑی تھیں یہ زمانہ وہ ہے کہ یورپ ابھی اونگھ رہا تھا اور مشرق اپنی طویل بیداری اور علم و مدنیت کی راہ میں اپنے مشقت گیر جہاد کو منزل اتمام تک پہنچا چکا تھا یا پہنچانے والا تھا کہ یورپ نے آنکھیں کھولیں اور ایک اجنبی شعب و قوم کو اپنے براعظم میں پایا جس نے اس کے ایک حصے کو آباد کر رکھا تھا اور نہایت سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا اور لمبے لمبے گیسوؤں والی ایسی جنت میں اس کو تبدیل کر دیا تھا جہاں علوم و فنون اور آداب و انداز پھل پھول رہے تھے اور زندگی فروغ پا رہی تھی اس وقت اہل یورپ کی نظر اندلس کی جانب اٹھی وہ اس سے آگاہ ہوئے اور دوسری مرتبہ یورپ کو مشرق کا قرب صلیبی جنگوں کے دوران حاصل ہوا یہ آگ متعصبوں نے اس وقت بھڑکائی تھی جب انھوں نے مسلمانوں میں تفرقہ پسندوں اور کمزوریوں کے آثار محسوس کئے یہ صلیبی جنگیں تقریباً دو سو سال تک جاری رہیں اور صلیبی یلغاریں اسلامی سرزمینوں پر مسلسل ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے اس امت کے لئے ایسے صاحبانِ ایمان اور زبردست مردانِ کار مہیا کر دیے۔ جیسے صلاح الدین ایوبی اور اس کے اعوان و انصار اور اس کی فوجیں جنھوں نے دستِ تعدی دراز کرنے والوں کو ہولناک سبق سکھائے اور اس قدر خونریزیاں ہوئیں کہ آخر اہل صلیب شکست کھا کے راہِ فرار اختیار کر گئے بہر حال اس اتصال طویل نے اہل یورپ پر دور رس اثرات چھوڑے وہ حیرت زدہ تھے کہ مسلمانوں نے خود ان کے ملکوں کے اند تہذیب و تمدن

کا گلزار سجایا ان لوگوں نے وہاں ایسی ایسی چیزیں دیکھیں جو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھیں انھوں نے اندلس میں ایک ایسی مہذب مثقف اور متمدن قوم کو دیکھا جس میں سب علماء ہی علماء تھے ”ڈوزی“ جیسا مستشرقین جو تمدن اندلس کا ماہر خصوصی ہے یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ ”پورے اندلس میں ایک شخص بھی اُن پڑھ نہ تھا، جبکہ دوسری طرف یورپ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو پڑھنا اور لکھنا جانتا ہو بجز اس اعلیٰ طبقے کے جو پادریوں پر مشتمل تھا“ اہل یورپ نے مسلمانوں سے انواع اقسام کے علوم و فنون اور آداب و انداز حاصل کئے۔ طلیطلہ (Toledo) کی جامعہ بارہویں صدی میں یورپ کے تمام علاقوں سے آنے والوں کا قبلہ تھی حالانکہ یہ وقت وہ تھا جب اندلس کے بڑے بڑے شہر و بلاد پر سے اسلامی اقتدار کا سایہ سمٹنے لگا تھا۔

(جریدہ 34 صفحہ 229,230 مطبوعہ شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی)

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کے کام کا آغاز دسویں صدی عیسوی سے بہت پہلے ہو گیا تھا۔ گو اہل کتاب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کاروائیاں تو اس وقت سے شروع ہو گئی تھیں جب اس دنیا پر اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تھا اسی وقت سے وہ اسلام اور مسلمانوں پر مختلف جہتوں سے حملوں کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

ہلال و صلیب کا یہ معرکہ اسی وقت سے جاری ہے اور اس کی شدت میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہا ہے لیکن استشراق مسلمانوں کے خلاف یہودی و نصاریٰ کی قلمی جنگ کا نام ہے اور یہ ذرا بعد میں شروع ہوئی۔

(ضیاء النبی جلد ششم صفحہ 126)

تحریک استشراق کے مقاصد:-

اس فکری ہولناک کے پیچھے کیا مقصد کار فرما ہیں۔ یہ تحریک کیوں شروع ہوئی۔ اس بارے میں ہم اپنی کتاب استشراقی فریب میں اجمالی طور پر لکھ چکے ہیں یہاں بھی ہم سرسری طور پر اس کا ذکر کرتے چلیں۔

عالم اسلام پر صلیبی یلغار:-

عداوتِ اسلام کے جنوں نے اہل صلیب کو انتہا پسندی کے تاریک غار کے بند سرے کی جانب دھکیل دیا انہوں نے عالم اسلام پر پوری شدت سے حملے کئے اور یہ حملے دو سو سال تک جاری رہے۔

لیکن ان جنگوں کے نتائج اہل صلیب کی مرضی کے مطابق نہ نکل سکے ان کا گمان تھا کہ وہ طاقت کے نشے میں چور ہو کر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور مسیحیت کو کرہ زمین پر بروز طاقت نافذ کر ڈالیں گے اہل صلیب کا یہ طبل جنگ جب بجنا شروع ہوا تو عالم اسلام کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا کہ یہ عالم اسلام پر وار ہے بیداری کی تحریک چل پڑی اور انجام کار اہل صلیب کو خائب و خاسر ہو کر لوٹنا پڑا۔

اہل صلیب کی یہ شکست انہیں اتنا تو آگاہ کر گئی کہ مسلمانوں کی قوت کار از فرد، خاندان، طاقت اور قبیلہ نہیں ہے بلکہ وہ راز عشق رسول ہے وہ سرچشمہ جہاں سے یہ سیراب ہوتے ہیں محبت رسول ہے۔ ان کے سینوں میں جو حُب رسول اکا سمندر موجزن ہے وہی ان کی قوت کار از ہے وہی ان کی قوت کا سرچشمہ ہے وہی ان کی کامیابی و کامرانی کا راز ہے وہی ان کے عروج کا ضامن ہے۔

لہذا اہل صلیب کے تعصب زدہ دماغوں نے اہل اسلام کو قوت کے اس سرچشمے سے دور کرنے کے لئے ہتھکنڈے اپنائے اور تحریک استشراق کی صورت میں باقاعدہ اہل صلیب کا فکری دستہ تشکیل دیا۔

پھر اہل صلیب کے ان فکری (Kings) نے اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن کو اپنی نوک قلم پر ترجیحی بنیادوں پر رکھ لیا۔ تاکہ عروج اسلام کا ضامن سرچشمہ، عشق رسول ﷺ خشک ہو جائے جب محبت رسول ﷺ ہی نہ رہے گی تو پھر ان کا ایمان، ان کا نظریہ، ان کا مقصد، ان کی تعلیمات سب خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

اہل مغرب سمجھ گئے کہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر ان کے عقیدے کی گرفت ختم ہو جائے یا کمزور پڑ جائے تو یہ قوم پارہ پارہ ہو سکتی ہے انہوں نے اسلامی عقیدے پر حملے شروع کر دیئے پیغمبر اسلام اجوہر مسلمان کے عقیدے کا مرکز ہیں اہل مغرب نے ان کی ذات بابرکت پر ایسی الزام تراشیاں کیں کہ شرافت و ندامت کی وجہ سے منہ چھپانے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

(ضیاء النبی جلد ششم صفحہ 283)

استعمار، تحریک استشراق کا پشت پناہ

اسلام پیغمبر اسلام، قرآن پر خود ساختہ اعتراضات کا انبار تخلیقات کی فکری توپوں سے عالم اسلام کی نئی نسل کے اذہان کی تباہی۔ ایک مکمل فکری محاذ ایسی تعلیم کو فروغ دیا گیا جو مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دے۔

فکری محاذ سے جدیدیت کی گولہ باری کہ اسلام چودہ سو سال قبل تو قابل عمل تھا مگر اب نہیں لہذا اسلام کو مسجد اور مدرسہ تک محدود رکھا جائے۔

عروج کے لئے اپنے اسلاف کے بجائے اہل مغرب کی طرف نگاہ کی جائے اور مغرب کے تجربات سے فائدہ (اٹھاتے ہوئے استعمار کے تخلیق کردہ سرمایہ دارانہ نظام کو فائدہ پہنچایا جائے) اٹھایا جائے۔

ملت اسلامیہ میں فحاشی و عریانیت کا آرٹ۔ مغرب کی ننگی تہذیب و ثقافت کا پیوند لگایا گیا۔ اسلامی قوانین کو وحشیانہ اور ظالمانہ قوانین قرار دینے کے لئے نام نہاد اسکالروں کی خوشنما روشن خیال نظریات کو فروغ دیا جانے لگا۔ جہاد کو دہشت گردی قرار دے دیا گیا۔ غرض یہ کہ مسلمانوں کے لئے مغرب کو آئیڈیل قرار دیا جانے لگا اور ان کے علمی، تہذیبی ورثہ سے بے گانہ کر کے مغربی تہذیب و تمدن کی طرف دعوت دی گئی۔

اور ان تمام کاموں کے لئے استعمار کی خدمت کے لئے مستشرقین کی سیاہ خدمات حاضر خدمت تھی جیسا کہ پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

یہ سارے کام مغرب کے اہل سیاست نے مستشرقین اور مبشرین سے کرائے۔ مقصد یہ تھا کہ جب مستشرقین کے پھیلائے ہوئے خیالات و نظریات امت مسلمہ پر اثر انداز ہوں گے تو اس کا نتیجہ دو صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے ایک صورت تو یہ ہے کہ ملت مسلمہ مجموعی طور پر ان پرکشش نظریات کو قبول کر لے گی اس صورت میں دین کا عظیم الشان محل منہدم ہو جائے گا بنائے وحدت ختم ہونے سے ملت انتشار کا شکار ہو جائے گی اور اس طرح یہ قوم کسی قسم کی مزاحمت کے قابل نہیں رہے گی۔ دوسری صورت یہ ممکن تھی کہ ملت کا ایک طبقہ مغربی خیالات و نظریات کو تسلیم کر لے گا اور دوسرا طبقہ ان نظریات کو اسلامی اقدار پر حملہ تصور کر کے ان کی مخالفت کرے گا اور اس صورت میں بھی ملت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعماری طاقتوں نے مستشرقین اور مبشرین پر پانی کی طرح روپیہ بہایا ان تنظیموں نے اس دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اداروں، غریبوں، محتاجوں کے لئے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل، کتابوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش کی۔

مستشرقین اور مبشرین کو اپنی کوششوں کو آگے بڑھانے کے لئے خود امت مسلمہ میں سے بھی کئی بے ضمیر لوگ مل گئے جنہوں نے ان اسلام دشمن کارروائیوں کو آگے بڑھانے کے لئے زبردست کام کیا۔

مستشرقین نے مسلمانوں کو فرقہ واریت کے جہنم میں پھیلنا چاہا تو اس مشن کی تکمیل کے لئے انہیں مسلمانوں کی صفوں میں سے کارکن میسر آ گئے انہوں نے اسلام کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس کی تعلیمات زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتیں تو اس فکر کی ترویج کے لئے کئی مسلمانوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں جہاد جو قصر ملت کے محافظ کی حیثیت رکھتا ہے مستشرقین نے اسے ملت مسلمہ کی زندگی سے خارج کرنے کا ارادہ کیا تو اس ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انہیں ایسے کارکن میسر آ گئے جن کے نام مسلمانوں والے تھے۔

ءلافت عثمانىة بهى اهل مغرب كے استعمارى عزائم كے راستے ميں بهت بڑى ركاوٹ تھى يہ ءلافت اگرچہ اپنى گزشتہ سطوت و شوكت سے محروم ھوچكى تھى ليكن اس كى صورت ميں ملت اسلامىة كے پاس ايك مركز تھاس مركز كے گرد وہ كسى بهى وقت اكٹھے ھوسكتے تھے اهل مغرب ممالك اسلامىة پر مغربى اور صليبي پرچم لھرانے كى خاطر اس ءلافت كا خاتمہ ضرورى سمجھتے تھے اس كام كے لئے بهى انھيں مسلمانوں كى صفوں سے كارندے مل گئے جنھوں نے اپنے ذاتى اقتدار كى لالچ ميں مسلمانوں كے اس آخرى سھارے كو بهى ختم كر ديا۔

مسلمانوں كے ءلاف سازشیں كرنے والوں نے ايك طرف دين سے ان كا تعلق منقطع كرنے كى تدبيریں كيں تو دوسرى طرف انھيں يہ يقين دلانے كى كوشش كى كہ وہ مسلمان بعد ميں ھيں اور پہلے وہ عرب، ترك، ايرانى اور افغان دغيرہ ھيں اس طرح نسلى، لسانى اور علاقائى تعصبات كو بھڑكا كر مسلمانوں كو منتشر كرنے كى كوشش كى گئى۔

(ضياء النبى جلد ششم صفحہ 285، 284)

پروفيسر محمد فاروق النبهان لکھتے ھيں۔

علم كے نام سے اور ثقافت كے نام سے ھمارے ممالك كے اندر كو مشنرى مراكز قائم كئے جاتے ھيں وہ اسلام كے دشمن، استعمار پرست ملكوں كے مفادات و مصالح كو آگے برھانے كى خدمات انجام ديتے ھيں يہ انھيں مملكوتوں كے خدمت گزار ھيں جنھوں نے صليبي جنگوں كى قيادت و سياست ايك زمانے ميں كى تھى كہ اسلام كا خاتمہ اس كى سرزمين ھى پر كر ديا جائے اور اب يہ وہى لشكر ھے جو ميدان جنگ سے ھٹ كر ھمارى تعليمى درسگاہوں اور نظام علمى ميں آگيا ھے اور ان پر مسلط ھے يہ وہى لشكر ھے جو اپنا زھر خود ھمارے بيٹوں كے دل و دماغ ميں، اپنے پسنديدہ و منتخب گروہ كے ذريعے انڈيلا ھے جو وہاں تعليم پاتے ھيں وہ ايسى تعليم ان كو ديتا ھے جو مضرت رساں زيادہ ھے اور نفع بخش كم يہى تعليم پا كر ھمارے بچے ان تعليم درسگاہوں سے جب نكٹے ھيں تو اپنے دين اور عقيدے كے بارے ميں بدترين خيالات كے حامل ھو كر نكٹے ھيں۔

مشنريز كى يہ تحريكيں عالم اسلامى ميں جس بڑے مقصد اور بنيادى ھدف تك پھنچنے كى خاطر اپنى مساعى ميں مشغول ھيں وہ يہ ھيں كہ مسلمانوں كے اندر ايسے افراد پيدا كئے جائیں جو مخالف اسلام افكار ميں رنگے ھوئے ھوں كيونكہ ايسے افراد كے مطعون و مشكوك ھونے كى گنجائش نہيں ھوتى۔

(جريدہ 34 صفحہ 199)

ڈاكٲريچى الجبورى رقم طراز ھيں۔

مستشرقين (Orientalists) اور مبشرين (Missionaries) نے جو منصوبہ بندياں عالم اسلام كے سلسلے ميں كر ركھى ھيں ان كا نقشہ آپ كو اس كتاب ميں دكھائى دے گا جس كا نام ”الى اين يتجه الاسلام (Whither Islam)“ ھے اس كتاب كى تاليف ميں مختلف نسلوں اور جنسوں كے مستشرقين كا ايك مجموعہ (گروہ) شريك ھے اور ان سب كے مضامين و مقالات كو جمع كرنے ان بحثوں كو يكا كرنے اور اس كى

پيشكش اور تعبير كى خدمت انجام والے بزرگ مشهور انگریز مستشرق جناب ”گب“ ہیں یہ برطانوی وزارت خارجہ كے مشیر رہ چكے ہیں اور قاہرہ كى انجمن ”مجمع اللغة العربیة“ كے بھی مدت دراز تك ركن رہے ہیں۔

یہ كتاب منصوبہ پیش كرتی ہے عالم اسلامى كو یورپ كے سانچے میں ڈھالنے كا اور فرنگى بنانے كا۔ یہ كتاب تركیہیں اور تدبیریں بتاتی ہے دین كو زندگی سے جدا كرنے كى اور اس كا جامعات كے اندر اور ان بڑھوں اور بڑھیوں كے دل و دماغ میں محصور كرنے كى جو ايك یاد و نسلوں كے بعد مر جانے والے ہیں اس كتاب نے اس سیاست كاری كے نتائج بھی پیش كئے ہیں جن كو یورپی ہاتھوں نے تیار كیا اور اس سے مردانِ كار نے اس كو نافذ كیا اور مشفقین مسلمین كے ايك گروہ نے جو یورپ اور یورپی ثقافت سے موالات ركھنے والے مغرب زدہ حضرات پر مشتمل ہے اس كا اتباع كیا اور اور یہ ظاہر ہے كہ یورپی ثقافت سے مراد كسى حال میں بھی علم حضرات نہیں ہے۔ بلاد اسلامیہ میں اس یورپی عمل كا ايك وقفہ اور ايك دور گزر جانے كے بعد گب یہ سوال كرتا ہے كہ كس حد تك عالم اسلامى یورپی ہوا؟ اور پھر عالم اسلامى ملك بہ ملك اور شہر بہ شہر یورپی ثقافت كے اثر و نفوذ كا نقشہ پیش كرنے كے بعد خود ہی جواب دیتا ہے اور كہتا ہے كہ ”تركى یورپی ملك میں ڈھل گيا“ كس قدر دشوار تھا یہ انقلاب! مگر یہ احسان ہے عربى رسم الخط كى تبدیلی كا لیكن جزیرہ نمائے عرب میں یورپی اثر و نفوذ اس قابل نہیں ہوا كہ اپنے قدم جماسكے شمالی افریقہ میں تغریب (یورپ زدگی) كى تحریك شروع ہو گئی ہے اور وہ اس راہ پر چل پڑا ہے اگرچہ اس كا اثر تیونس میں زیادہ نمایاں ہے مصر میں اس كى رفتار (تطور تحویل) دھیمی ہے مگر پر سكون و ملامت و عار كى شدت و قساوت سے دور لیكن اس كے قدم واضح طور سے اس راہ پر آگے بڑھ رہے ہیں عراق اور سوریه (شام) دونوں مصر كے نقش قدم پر ہیں ایران بھی تركى كے قدم بہ قدم جارہا ہے اگرچہ اس كى رفتار نسبتاً معتدل اور درمیانہ ہے افغانستان بھی كنگ امان اللہ خان كے اس تجربے كے بعد جس میں انہوں نے اپنا تخت كھو دیا اس راہ پر لوٹ آيا ہے مؤلف اسی انداز سے اس اتباع و اقتدار كا حال بیان كرتا چلا جاتا ہے جو یورپی ثقافت كے زیر اثر مسلمانوں پر ہوا ہے روس میں بھی ہندوستان میں بھی انڈونیشیا میں بھی اور افریقہ میں بھی اور خلاصہ كلام كے طور پر یہ كہتا ہے كہ تطور و تحول كى كامیابی بڑى حد تك موقوف ہے ان قائدین پر اور زعماء پر جو عالم اسلام میں ہیں اور خاص كران كے نوجوانوں پر اس كے بعد مؤلف اپنے كلام كو اس نتیجے پر پہنچاتا ہے كہ اور یہاں ہم یہ كہہ سكتے ہیں صورتِ حال كى رفتار كے پیش نظر كہ عالم اسلامى ايك مختصر وقفے كے دوران عنقریب اپنے تمام مظاہر حیات میں لادینی ہو جائے گا بشرطيكہ ان امور پر اچانك ایسے عوامل اثر انداز نہ ہو جائیں جو نازك تردد ابیر كے حساب میں نہیں ہیں اور وہ اس سیل رواں كار خ بدل دیں۔

(جریہ 34 صفحہ 233، 234)

پروفیسر انوار الجندى لکھتے ہیں۔

آپ كو مغرب كے رنگ میں رنگنے اور اپنی روش پر چلانے كے لئے استعمار كى قوتوں نے ان كے مال و ثروت اور تجارت كے ماہرین و غیرہ نے جو نقشہ بنایا ہے اور یورپی نفوذ جس انداز سے آپ كے اندر ہوا ہے اس پر ايك نظر ڈالے تو اس كى تصدیق ہو جائے گی۔ مستشرقین كے

جو اسباق تعلیم گاہوں میں ہیں صحافت کے اداروں میں اور ثقافت کی تالیفات میں پھیلا رہے ہیں ان کا ہدف ہے کہ ایسی عقل عامہ پیدا کی جائے جو حیاتِ اسلامیہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے دین سے متنفر ہو جائے اور ان تمام عناصر سے بدکنے لگے جو اسلامی ثقافت کے ترجمان ہیں اور اس کا رخ متعین کرنے میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

(جریدہ 34 صفحہ 330)

مزید آگے لکھتے ہیں۔

مستشرقین کی تحریک کا ہدف بالکل واضح تھا اور جیسا کہ خود اربابِ استشراق نے بتایا ہے اور جس کا خلاصہ خود ان کے اس بیانِ قاطع میں موجود ہے کہ ”علم کو سیاست و استعمار کی ضرورت گزاری پر رکھا گیا ہے“ اور اس کے دور رس مقاصد میں اہم ترین یہ ہیں کہ:

(۱) اسلام کی شخصیت و انفرادیت کو تحلیل کیا جائے اس کی خصوصیت ذاتی اور انفرادی مزاج کا خاتمہ کر کے اس پر غلبہ حاصل کیا جائے۔

(۲) عصر حاضر کے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے کاٹا جائے اور ایسی تدبیریں کی جائیں کہ ان کا تعلق ماضی بعید کی بت پرستانہ تہذیب سے جوڑا دیا جائے۔

(۳) تنقیص، تحقیر اور تلبیس کی فضاء پیدا کرنے کی نیت سے شکوک و شبہات پھیلانے جائیں اور کم سے کم میراثِ اسلامی کی توہین کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۴) استشراق ہی وہ کارخانہ ہے جو عیسائی مشنریوں اور سیکولر مدارس کو طرح طرح کا زہر مہیا کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے ان منا آج و طرزِ تعلیم اور نصابِ تدریس میں ان کو داخل کریں جو مدارس وطنیہ میں منتقل کئے جائیں۔

(۵) اس کارروائی کا مقصد یہ ہے کہ عالم اسلام کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کیا جائے کبھی اس کو عربی اسلام، فارسی اسلام اور ترکہ اسلام وغیرہ کے نام سے منقسم کیا جاتا ہے اور مختلف ٹکڑوں میں بانٹا جاتا ہے اور کبھی قومیت و نسلیت کے تصورات پیش کئے جائیں اور ان کی آواز بلند کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

(ایضاً)

مغرب میں نفرت کی پرورش:

اسلام کے خلاف مغرب میں نفرت کی پرورش ہر جگہ ہر مقام پر ہوتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔
قبیلہ آدم کے درمیان نفرتوں کو کون پروان چڑھا رہا ہے؟

قابیل کی تقلید میں نفرتوں کا بیوپار کون کر رہا ہے؟

عداوتِ اسلام کی آتش میں کون جل رہا ہے؟

نفرتوں کی پرورش کس نے اور کیوں کی؟

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی عبرت نامہ اندلس کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

آخر اس تعصب کا باعث کیا ہے؟ اور کیوں یورپین مصنفین اور مستشرقین کو مسلمانوں سے اس درجہ عناد اور بغض ہے؟ اس دشمنی کا سبب جہاں تک میں نے غور کیا ہے پادری ہیں جنہوں نے شروع سے لے کر ہر زمانہ میں اور بالخصوص صلیبی لڑائیوں کے دوران میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے میں کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور صدیوں اس ناپاک پراپیگنڈہ میں مصروف رہے یہاں تک کہ ہر عیسائی بچے، جوان اور بوڑھے کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام وحشیوں کا مذہب ہے اور مسلمان لٹیروں، قزاق، عیاش اور عیش پسند ہوتے ہیں اور یہ بات اس قدر شدت کے ساتھ ان کے ذہن نشین کی گئی کہ گویا ان کا ایک مذہبی اعتقاد بن گئی ماؤں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہی تعلیم دی جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں کتابوں میں یہی پڑھایا گیا اور جب پڑھ لکھ کر مورخ اور مصنف بنے تو پھر اسی بغض و عناد اور دشمنی و تعصب کو انہوں نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ملک میں پھیلا نا شروع کیا جس کی تعلیم انہیں بچپن سے دی گئی تھی اسلامی تاریخ و تمدن پر تمام یورپین اعتراضات کی جڑ یہی تعصب ہے جو ان کی گھٹی میں ملا دیا گیا ہے۔ (عبرت نامہ اندلس صفحہ 44)

سابق رکن امریکی کانگریس Poul Findley اپنی کتاب Silent No More میں لکھتے ہیں۔

False stereotypes can hide the truth from people of any age. At the age of six, my introduction to Islam got off to a bad start, while attending presbyterian Sunday school in Jacksonville, Illinois I was misled about Muslims and their religion and I harbored the misinformation until middle age.

Our teacher a kindly volunteer who served faithfully for years told us that uneducated primitive, violent people lived in desert areas of the holy land and worshiped a "strange GOD" in one of my earliest childhood recollections, I remember that she called them Muhammadans and kept repeating, "they aren't like us" As she talked, we played in a large sandbox, moving into different positions miniature likenesses of plam trees, camels, tent and nomadic people

Her comments stuck in my memory. For most of my life I held a vision of muhammadans as alien, ignorant, threatening people. Like many Americans today, my teacher innocently repeated misinformation she had acquired from other poorly informed people. She recited to our class what she believed to be the truth including the misnomer muhammadans". I do not believe she intended to instill misinformation or defame Islam. She simply lacked the facts.

Silent No More: Confronting America's False Images of Islam by Paul Findley printed by Amna publications Maryland U.S.A 2003

جھوٹے یک رخے تصورات ہر عمر کے لوگوں سے سچائی چھپالیتے ہیں۔ چھ برس کی عمر میں میرا اسلام سے تعارف ایک برا آغاز تھا۔ جیکسن وائل الی نائے میں پریسبائٹیرین سنڈے سکول میں مجھے مسلمانوں اور ان کے مذہب کے بارے میں گمراہ کیا گیا اور میں ادھیڑ عمری تک غلط معلومات کا حامل رہا۔

ہماری استانی نے جو کہ رضا کارانہ طور پر برسوں خدمات انجام دیتی رہیں ہمیں بتایا کہ غیر تعلیم یافتہ، غیر تہذیب یافتہ، تشدد پسند لوگ ”ارض مقدس“ کے صحرائی علاقوں میں رہتے اور ایک ”اجنبی خدا“ کی عبادت کرتے ہیں۔ میں بچپن کی یادیں تازہ کرتا ہوں تو ایک بات یاد آتی ہے کہ وہ انہیں محمدنز (Muhammadans) کہتی تھیں اور بار بار کہا کرتی تھیں کہ وہ ”ہمارے جیسے نہیں ہیں“۔

ان کے تبصرے میرے ذہن سے چپک کر رہ گئے۔ میں اپنی پیشتر زندگی محمدنز کو اجنبی، جاہل اور خطرناک لوگ تصور کرتا رہا آج کے بہت سے امریکیوں کی طرح میری استانی بھی غلط معلومات رکھنے والے دوسرے لوگوں سے سن کر وہی غلط معلومات معصومیت کے ساتھ دہرا دیتیں۔ وہ جس بات کو سچ سمجھتی تھیں اسی کو ہماری جماعت کے سامنے بیان کر دیتیں بشمول غلط نام ”محمدنز“ کے۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ان کی نیت اسلام کو بدنام کرنے یا غلط معلومات پھیلانے کی ہو بات صرف اتنی سی تھی کہ انہیں حقائق کا علم ہی نہیں تھا۔

(امریکہ کی اسلام دشمنی از پال فنڈلے مترجم محمد احسن صفحہ 28 مطبوعہ نگارشات لاہور 2008)

پال فنڈلے کا یہ اقتباس پوری ملت صلیب کے حقائق کو آشکارا کر رہا ہے یہی وہ محرک ہے جس نے اہل مغرب کے اذہان کو خواہ مخواہ عداوت اسلام کی آتش سے بھر دیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف مغرب و مشرق کا نہیں بلکہ یہ تو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے اس کی تعلیمات اس کے افکار اس کے نظریات اس کے عقائد اس کے احکام میں اقوام عالم کے لئے خیر اور بھلائی ہی پوشیدہ ہے۔

کیرن آر مسٹر انگ نے بھی ایک ایسے ہی معاشرے میں پرورش پائی جہاں ان کے ذہن میں منفی اثرات جمع ہو گئے اور پھر انہوں نے طویل عرصہ خاص مذہبی زمانے میں گزارا یعنی بحیثیت راہبہ بھی ان کی زندگی کے کئی سال چرچ میں گزرے اور اس عرصہ میں اسلام سے متعلق نہ جانے کتنی منفی تعلیم اور پروپیگنڈہ نے ان کے لاشعور میں جگہ بنالی اور پھر وہ وہی کہنے لگیں جو وہاں کا خاص ماحول ہے۔ عداوت اسلام کا بیج تو ان کے سینے میں پادری صاحبان نے پہلے ہی راسخ کر دیا تھا نتیجہً انہوں نے بھی منگمری واٹ، جارج سیل کی طرح طرز عمل اپالیا۔

عزیزانِ گرامی!

حسب معمول اردو بازار میں کتابوں کی خریداری کرتے ہوئے کیرن آر مسٹر انگ کی کتاب Muhammad A Biography of the Prophet کے اردو ترجمے ”پیغمبر اسلام کی سوانح حیات“ پر پڑی۔

گو کہ کتاب کہ اسلوب (Muhammad Prophet for our Time) جس کا جواب ہم ”استشرافی فریب“ کے نام سے دے چکے ہیں) سے کافی دھیما لیکن اتنا ہی مہلک تھا۔

کیرن صاحبہ نے اس کتاب میں سلمان رشدی کی خاموش حمایت کی ناموس رسالت کے عقیدے پر اپنی عقل ناقص سے تخیلات کو بھی جنم دیا۔ سب سے زیادہ مہلک حملہ انہوں نے قاری کی نفسیات پر یہ کیا کہ کتاب کے پہلے باب کا نام Muhammad the enemy رکھا۔ اور اُس میں اسلام دشمن مستشرقین کے نظریات ان کے مکرو فریب کے بجائے ادھیڑ دیئے مگر اپنی اس کتاب اور دوسری کتاب Muhammad Prophet for our Time میں وہی طرز عمل اپنایا جو ان اسلام دشمن مستشرقین کا تھا ہم نے اس کتاب کے پہلے باب میں ان کے اسی رخ کو دلائل سے مزین کیا ہے۔

کتاب کے دوسرے باب میں عقیدہ ناموس رسالت کے بارے میں دلائل قرآن کریم کے علاوہ بائبل سے بھی ہم نے دلائل پیش کئے ہیں کہ توہین انبیاء کی سزا ”قتل“ بائبل میں بھی موجود ہے۔ ایک الزام قرآن پر یہ بھی عائد کیا گیا کہ قرآن کی تعلیمات قصص، بائبل سے مانوڈ ہیں ہم نے خوف طوالت کے سبب صرف دو احکام طلاق اور زکوٰۃ پر سیر حاصل بحث کی اور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ قرآن اور بائبل کے احکامات میں کس کتاب کا اسلوب بنی نوع انسان کے لئے بہتر ہے۔

اور کتاب کے آخری باب میں ہم نے جہاد کے حوالے سے بالخصوص بنو قریظہ کے مسئلہ پر بھی استدلال قائم کئے قرآن اور بائبل میں جہاد کا قابل جائزہ بھی پیش کیا اور بنو قریظہ کے انجام پر بھی توریت کی روشنی میں روشنی ڈالی اور اس کتاب میں ہم نے کیرن صاحبہ کی طرح تخیلات کی فضا میں پرواز نہیں کی بلکہ دلائل کے میدان میں حقیقتِ حال رقم کی ہے۔

اس کتاب کے اعتراضات اور کیرن صاحبہ کی دوسری کتاب Muhammad Prophet for our Time میں اعتراضات تقریباً یکساں ہی تھے لہذا ہم نے جب اعتراضات کا جواب اپنی کتاب ”استشرافی فریب“ میں دے دیا تھا ان کو دوبارہ یہاں نقل نہیں کیا ہے ان اعتراضات کے جوابات کے لئے ہماری کتاب استشرافی فریب کا مطالعہ کیجئے۔

آخر میں، میں اُن تمام احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب میں ہمارے ساتھ تعاون کیا بلخصوص ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب، ڈائریکٹر شیخ زیر اسلامک سینٹر جامعہ کراچی، پروفیسر دلاور صاحب پر نسیل گورنمنٹ جامعہ ملیہ ایلمبٹری کالج کا جنہوں نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے اپنی قیمتی تقاریر بھی رقم فرمائی۔

اور میں انتہائی ممنون ہوں زبیر قادری صاحب (مدیر سہ ماہی افکار رضا ممبئی انڈیا) کا بھی جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر کتاب کی پروف ریڈنگ کی اور اس ضمن میں اپنے دیگر مشوروں سے بھی نوازا۔

اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں، تحریک میں تعاون فرمایا بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی مجھ سے کوئی خطا، لغزش ہو گئی ہو اسے معاف فرمائے اور کتاب کو اُمت مسلمہ کے لئے باعثِ خیر و برکت بنائے آمین۔

باب اول

عہد جدید اور مستشرقین

عصیت کے دیوتاؤں کی صفوں میں ابتدائے اسلام ہی سے کھلبلی مچی ہوئی تھی۔۔۔ بغض و حسد کے مندروں میں تعصب کے بتوں پر عقل و دانش کا بلبید ان ہر عہد میں جاری و ساری رہا۔۔۔

اور اُن بتوں کے پجاریوں نے مکرو فریب کی تلواروں سے، عقیدت و محبت، پیار و اُلفت کا قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے عقل کے کارخانوں میں شکوک و شبہات کے دھوئیں کو جنم دیا۔۔۔ ذہن کے میدانوں میں بدگمان تخیلات کی دھول اڑائی۔۔۔ اور بنی نوع انسان کی نئی نسل کے اذہان کو جھوٹ اور عیاری کی گرد سے اُٹانے کی کوششیں کرنے لگے۔

احبابِ من!

عصیت کے یہ دیوتا اور اُن کے پجاری عہدِ جدید میں مستشرقین ہی کا دوسرا نام ہے۔ انہوں نے برسوں بنی نوع انسان کو شکوک و شبہات کے کھنڈرات میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔۔۔ انہوں نے بدگمان تخیلات کو جنم دیا اور پیغمبر اسلام کی ذات پر وہ رکیک حملے کیے جو ایک بُرے سے بُرے آدمی کے متعلق بھی کوئی شریف آدمی اپنی زبان پر نہیں لاسکتا۔ انہوں نے بہتان و الزامات کو تحقیق کے کور میں لپیٹ کر پیش کیا، اُن بدگمان تخیلات کی خوب تشہیر کی اور استعمار نے ان عصیت زدہ پنڈتوں کو علم و فکر کا امام بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور پھر اس کے نتائج اُن کے من پسند ہی برآمد ہوئے۔ قرونِ وسطیٰ میں یورپ میں اسلام کا وہی تصور اذہان میں اُبھرنے لگا جو مستشرقین چاہتے تھے۔

لیکن زمانے کے ساتھ بدلتی ہواؤں نے عقل و خرد پر جمی ہوئی برسوں کی گردِ صاف کرنا شروع کر دی، نئی نسل توہمات اور فرضی افسانوں کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگی۔ گلوبل وِلج کے زمانے میں جب ذہنی بیداری کا سلسلہ شروع ہوا تو عصیت کے یہ پنڈت اور بغض و حسد کے ان پجاریوں نے فوراً ہی یہ خطرہ محسوس کر لیا کہ عنِ قریب ان کے علمی و فکری مندروں میں اُن کے آبا و اجداد کے بنائے ہوئے مکرو فریب کے افسانوی بت زمین بوس ہو جائیں گے اور بہت جلد دنیا پر منکشف ہو جائے گا کہ ان کے آبا و اجداد اسلام کے خلاف زہریلا و بے بنیاد پروپیگنڈہ محض عصیت کی بنیاد پر کرتے رہے تھے۔

اور اس صورت حال میں تحریکِ استشراق کا اصلی اور مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے آجائے گا۔ اور استشراق کی تحریک کو اور مستشرقین کے علمی وقار کو دھچکا لگے گا۔ جب دبستان کھلے گا تو لوگ خواہ امریکہ کے ہوں یا یورپ کے۔۔۔ عرب کے ہوں یا ہندستان کے۔۔۔ کسی مذہب، کسی

قبيلے، كسى خاندان، كسى بهى سماج سے تعلق ركھتے هوں يه جان لىں گے كه اسلام بهى دين فطرت هے اور اسلام بهى كے پاس اُن كے معاشى، سياسى، سماجى مسائل كا حل هے كيونكه سابقه آسمانى كتب تحريفات كے سبب اپنے اندر دوام نهىں ركھتیں تو لوگ جوق در جوق اسلام كى جانب بڑھنے لگىں گے۔ اس متوقع خطرے كے پيش نظر انهوں نے اپنى خود ساخته علمى ساخت بچانے كے ليے اور اسلام دشمن اس تحريك كو زنده ركھنے كے ليے اپنے اسلاف كے مرده افكار كى بلى دے دى اور انهوں نے كھل كر اپنے پيش روؤں كے فكرى تخيلات و نظريات كى ترديد كى۔ انهوں نے اسلام كے خلاف اپنے آبا و اجداد كے الزامات و بهتانات كو بے بنياد قرار ديا اور اس كے ساتھ بهى انهوں نے اپنا طرزِ تحرير، طرزِ سخن تبديل كر ڈالا۔ يه اسلام اور پيغمبرِ اسلام كے گن گاتے، اُن كى عظمتوں كا اعتراف كرتے اور پھر جلد بهى ايك ايسا هولناك وار اسلام كى جڑوں پر كرتے كه گزشتہ بيان كر ده خوبياں اور اسلام كے اوصاف بهى ختم هو جاتے اور اس طرح جذبہٴ عدوتِ اسلام كى بهى تسكين هو جاتى هے اور من پسند انصاف پسندى كا شمله بهى اونچار هتا هے۔

عام مسلمان اس طرح كى تحريروں كو پڑھ كر ان كى انصاف پسندى كے قائل هو جاتے هىں اور اس خوشمنا علمى و فكرى زهر كو خوشى خوشى اپنے قلب و جگر ميں انڈيل ليتے هىں اور ايمان و يقين كى موت كا سامان كر ڈالتے هىں۔

اپنے آبا و اجداد كے كارناموں كى مذمت كے بيچھے استشراف كے مقاصد پوشيده هىں جيسا كه هم اسى باب كے آخريں كيرن آر مسٹر انگ كا حقيقى چهره دكھائىں گے۔ كيرن صاحبه نے بهى ديكر مستشرقين كى طرح اسى اسلوب كو اپنايا اور اپنے اسلاف كى اسلام دشمنى كو عياں كرتے هوئے لكھتى هىں:

مغربى اسكالروں نے اسلام كے خلاف الزام تراشياں كرتے هوئے اسے ايك الحاد پرست دين اور اس كے پيغمبر حضرت محمد (ا) كو (نعوذ بالله..... مترجم) ايك جھوٹا نبى كهنا شروع كر ديا جنهوں نے دنيا كو فوج كرنے كے ليے تلوار كے پُر تشدد دين كى بنياد ركھى تھى۔ محمد (ا) يورپ كے باشندوں كے ليے هوا بن گئے اور مايسى اپنے نافرمان بچوں كو ڈرانے كے ليے آپ (ا) كا نام استعمال كرنے لگىں۔ Mummer كے ڈراموں ميں آپ كو مغربى تهذيب كے دشمن كے طور پر پيش كيا گيا جنهوں نے همارے بهادر سينٹ جارج كے خلاف جنگ لڑى تھى۔¹

مزيد آگے لكھتى هىں:

TO explain Muhammad's success, the legends claimed that he had been a magician who had concocted false 'miracles' to take in the credulous Arabs and destroy the church in Africa and the Middle East. One tale spoke of a white bull had terrorized the population and which finally appeared with the Qu'ran, the scripture which Muhammad had to the Arab, floating miraculously between its horns. Muhammad was also said to have trained a dove to peck peas from his ears so that it looked as though the Holy Spirit were whispering into them. His mystical experiences were explained away by the claim that he

was an epileptic, which at that time was tantamount to saying that he was possessed by demons. His sexual life was dwelt on in prurient detail: he was credited with every perversion known to men and was said to have attracted people into his religion by encouraging them to indulge their basest instincts. There was nothing genuine in Muhammad's claims: he had been a cold-blooded impostor who had taken in nearly all his own people. Those of his followers who had seen through his preposterous ideas had kept quiet because of their own base ambition. The one way that western Christians could explain Muhammad's compelling and successful religious vision was to deny its independent inspiration: Islam was a breakaway form of Christians, the heresy of all heresies. It was said that one Sergius, an heretical monk, had been rightly forced to flee Christendom and had met Muhammad in Arabia, where he had coached him in his distorted version of Christianity. Without the sword, 'Muhammadanism' would never have flourished: Muslims were still forbidden to discuss religion freely in the Islamic empire. But Muhammad had come to a fitting end: during one of his demonic convulsions he had been torn apart by a herd of pigs.

Some details of this fantasy reflect Christian anxieties about their own emergent identity.²

نبی کریم (ﷺ) کی نصرت اور کامیابی کا تذکرہ کرتے وقت روایتی افسانوں میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ آپ ایک جادوگر تھے جنہوں نے بھولے بھالے خوش اعتقاد عربوں کو دھوکا دینے اور افریقا اور مشرق وسطیٰ میں کلیسا کو تباہ کرنے کے لیے جھوٹے ”معجزے“ اور فرضی کہانیاں گڑھی تھیں۔ ایک کہانی میں ایک سفید بیل کا ذکر کیا گیا ہے جس نے لوگوں میں خوف اور دہشت پھیلادی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن، جو حضرت محمد (ا) عربوں کے لیے لائے تھے، اس کے دونوں سیٹوں کے درمیان معجزانہ طور پر تیرتا تھا۔ نیز آپ (ا) نے ایک فاختہ کو سدھایا ہوا تھا جو آپ کے کانوں میں ٹھونگیں مار کر مڑ کے دانے کھاتی تھی۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ روح مقدس آپ کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہی ہے۔ حضور (ا) کے روحانی مشاہدات کی تشریح کرتے وقت یہ دعویٰ کیا گیا کہ آپ (ا) مرگی کے مرض میں بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور آسیب زدہ ہونے کے باعث جنوں اور بھوتوں کا آپ پر غلبہ ہو جاتا تھا۔ آپ (ا) کی ازدواجی زندگی کے بارے میں بھی من گھڑت قصے بیان کیے گئے اور اس سلسلے میں گمراہ کن الزامات لگائے گئے۔ یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ (ا) نے سفلی جبلتوں کی حوصلہ افزائی کر کے لوگوں کو اپنے دین میں داخل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت محمد (ا) کے دعوؤں میں کوئی صداقت نہیں تھی۔ وہ ایک سنگ دل بہروپیے تھے جنہوں نے اپنے لوگوں کو دھوکا دیا تھا۔ جو پیر و کار آپ (ا) کے ابتدائی خیالات سے آگاہ تھے، وہ محض اپنے مذموم عزائم کی وجہ سے خاموش رہے۔ مغرب کے عیسائی حضور کی کامیابی مذہبی بصیرت اور وجدان کا اعتراف کرنے کے بجائے اسلام کی خود مختار الہامی حیثیت سے انکار کرتے رہے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ اسلام، عیسائیت ہی کی مسخ شدہ صورت اور سب سے بڑا کفر اور بدعت ہے۔ کہا گیا کہ سر جیس (sergius) نامی بدعتی راہب نے جسے مسیحی دنیا سے جبراً نکال دیا گیا تھا، عرب میں حضور (ا) سے ملاقات کر کے آپ (ا) کو عیسائیت کی تعلیم دی تھی۔

نیز یہ کہ تلوار کے بغیر اسلام کبھی پھل پھول نہیں سکتا۔ یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کو اپنے دین اسلام پر تبادلہ خیال کی ممانعت کی گئی ہے اور یہ کہ جن کی وجہ سے آپ (ا) پر کپکپی طاری ہو گئی تھی اور سوروں کے ایک غول نے آپ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔

فرضی قیاس آرائیوں اور قوتِ واہمہ کی بنیاد پر بنائے جانے والے اس خیالی پیکر کی بعض تصریحات سے عیسائیت کی خود اپنے تشخص کے بارے میں اس کے داخلی اضطراب اور گہری تشویش کی غمازی ہوتی ہے۔³

آگے یورپ کے خوف کو یوں آشکارا کرتی ہیں:

The period of the Crusades When the fictional Mahound was established, also a time of great strain and in Europe. This is graphically expressed in the phobia about Islam.⁴

صلیبی جنگوں کا دور، جب حضرت محمد (ا) کے بارے میں فرضی داستانیں گڑھی گئیں یورپ کے لیے سخت تناؤ اور منفی رد عمل کا زمانہ تھا جس کا اندازہ اسلام کے متعلق یورپ میں پائے جانے والے خوف، خدشات اور ہیجان سے لگایا جاسکتا ہے۔⁵

دانٹے کے حوالے سے لکھتی ہیں:

Dante still cannot allow Muhammad an independent religious vision. He is a mere schismatic, who had broken away from the parent faith. The scatological imagery reveals the disgust that Islam inspired in the Christian breast, but it also depicts the split in the western, psyche, which sees 'Islam' as an image of everything in itself which it cannot digest. The fear and hatred, which is a complete denial of the loving message of Jesus, also represent a deep wound in the integrity of Western Christianity.⁶

دانٹے اب بھی حضرت محمد (ا) کو ایک آزاد اور خود مختار دین کا بانی نہیں سمجھتا تھا اور آپ کو محض ایک تفرقہ باز اور اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہونے والی شخصیت قرار دیتا ہے۔ یہ تصوراتی نقوش اسلام کے متعلق اس نفرت اور تعصب کے آئینہ دار ہیں جو عیسائیت کے سینے میں پرورش پا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مغربی نفسیات میں موجود ان اختلافات کی بھی عکاسی ہوتی ہے جن کی رو سے اسلام کو ہر اُس چیز کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جسے مغرب ہضم نہیں کر سکتا۔ اسلام کا خوف اور اس سے نفرت یسوع کے پیغامِ محبت سے مکمل انحراف کے مترادف ہے اور اس سے مغربی عیسائیت کی دیانت اور راست بازی میں موجود ایک گہرے ناسور کا پتہ چلتا ہے۔⁷

محبت یا انتقام کی آگ عیسائی سینوں میں کس طرح جلتی رہی، لکھتی ہیں:

Peter had written his own treatise, which addressed the Muslim world gently and with affection: I approach you, as men often do with arms but with words; not with force but with reason, not in hatred but in love ____ I love you, loving you, I write to you, writing to you I invite you to salvation.' but the title of this treatise was summary of the Whole Heresy of the Diabolic sect of the Saracen. Few real Muslim, even if they were able to read

the Abbot of Cluny's Latin text, find such an approach Sympathetic. Even the kindly Abbot, who demonstrated his opposition to the fanaticism of his time on other occasion, showed signs of the schizophrenic mentality of Europe vis-224-vis Islam. When King Louis VII of France led the second Crusade to the Middle East in 1147, peter wrote to him saying that he hoped he would kill as many Muslims as Moses (sic) and Joshua had killed Amorites and Canaanites.⁸

پیٹر نے ایک رسالہ لکھا جس میں محبت اور نرمی کے ساتھ عالم اسلام سے اس طرح خطاب کیا گیا: ”میں دوسرے لوگوں کے برعکس ہتھیاروں کے ذریعے نہیں، الفاظ کی وساطت سے اور طاقت کے بجائے منطق اور استدلال سے، نفرت کے بجائے محبت سے تمہارے قریب آتا ہوں.... میں تم سے پیار کرتا ہوں اور محبت آمیز جذبات کے ساتھ تمہیں اس خط کے ذریعے کفارہ مسیح کے عقیدے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔“

اس رسالے کا عنوان تھا summary of the whole Heresy of the Diabolic of the saracens جو مسلمان لاطینی زبان میں لکھے گئے اس رسالے کے متن کو پڑھ سکتے تھے، ان میں سے صرف چند لوگ ہی اس ہمدردانہ نقطہ نظر سے متاثر ہوئے۔ لیکن اس ہمدرد راہب نے بھی جس نے کئی موقعوں پر اپنے عہد میں پائے جانے والے مذہبی جنون کی مخالفت کی تھی، اسلام کے متعلق یورپ کی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا اور جب فرانس کے بادشاہ لوئیس ہفتم نے مشرق وسطیٰ میں 1147ء میں دوسری صلیبی جنگ کی قیادت کی تو اسی پیٹر نے بادشاہ کے نام ایک خط میں یہ امید ظاہر کی کہ وہ اتنے ہی مسلمانوں کو تہ تیغ کرے گا جس قدر حمورابیوں اور کنعانیوں کو موسیٰ اور یوشع نے قتل کیا تھا۔⁹ سابقہ مستشرقین کی عیاری و مکاری کے نقاب الٹتے ہوئے لکھتی ہیں:

At the end of the thirteenth century, the Dominican scholar Riccoldo da Mont Croce traveled in Muslim countries was impressed by the quality of the piety he saw: Muslims put Christian to shame, he wrote. But when he returned home to write the Disputatio contra saracenos et Alchoranum, he simply repeated the old myths.¹⁰

تیرہویں صدی کے آخر میں ڈومنیکن اسکالر Riccoldo da Monte Croce نے اسلامی ملکوں کی سیاحت کی تو وہ مسلمانوں کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے لکھا کہ مسلمانوں کا تقدس اور پاکیزگی عیسائیوں کے لیے باعثِ شرم ہے لیکن جب اس نے وطن واپس آکر Disputatio Contra Saracenos et Alchoranum کے نام سے کتاب لکھی تو اس میں اسلام کے متعلق انہی فرضی قصوں کو دہرایا۔¹¹

مزید آگے مستشرقین کے طریقہ کار، انتقامی جذبے اور علمی خدمات کے بارے میں بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

Islam to the threshold of Europe, john of Segovia pointed out that a new way of coping with the Islamic menace had to be found. It would never be defeated by war or

conventional missionary activity. He began work on a new translation of the Qu'ran., collaborating with a Muslim jurist from Salamanca. He also proposed the idea of an international conference, at which there could be an informed exchange of views between Muslims and Christians. John died in 1458, before either of his projects had been brought to fruition, but his friend Nicholas of Cusa had been enthusiastic about this new approach. In 1460 he written the cribratio Alchoran (This Sieve of the Qu'ran), which was not conducted on the usual polemical lines but attempted the systematic literary, historical and philological examination of the text that John of Segovia had considered essential. During the Renaissance, Arabic studies were and this cosmopolitan and encyclopedic approach led some scholars to a more realistic assessment of the Muslim world and to an abandonment of cruder Crusading attitudes. But as in the Middle Ages, the growing appreciation of the facts was not enough to neutralise the old image of hatred, which had such a powerful hold on the Western imagination.¹²

اسلام یورپ کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ جان آف سیگوویا نے اس جانب اشارہ کیا کہ اسلام کے خطرے سے نمٹنے کے لیے عیسائیوں کو ایک نیا طریقہ دریافت کرنا ہو گا کیونکہ جنگ یا روایتی مشنری سرگرمیوں سے اسلام کو کبھی شکست نہیں دی جاسکتی۔ چنانچہ اس نے سالامانکا Salamanca کے ایک مسلمان ماہر قانون کے ساتھ مل کر قرآن کریم کے نئے ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ اس نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تبادلہ خیالات کے لیے ایک بین الاقوامی کانفرنس بلانے کی بھی تجویز پیش کی۔ لیکن ۸۵۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا کوئی منصوبہ بار آور نہ ہو سکا البتہ اس کے دوست کیوسا کے نکولس نے اس نئے انداز فکر کے بارے میں جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اس نے ۱۶۲۱ء میں Cribation Alchoran (کا جمالی جائزہ) لکھی۔ یہ کتاب معمول کے مطابق مناظرانہ خطوط پر لکھی گئی لیکن اس کا اسلوب ادبی، تاریخی اور فلسفیانہ تھا اور اس میں قرآن حکیم کی ان آیات کا تجزیہ کیا گیا جنہیں جان آف سیگوویا اہم سمجھتا تھا۔ علوم و فنون کے احیاء کے زمانے میں عربی زبان کے مطالعے کو فروغ حاصل ہو گیا اور اس آفاقی مذہب اور علوم و فنون کے متعلق جامع معلومات اکٹھی کرنے کے رجحان کی بدولت بعض اسکالروں نے عالم اسلام کے بارے میں زیادہ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اختیار کر کے صلیبی جنگوں کے خام رویے کو ترک کر دیا۔ لیکن قرون وسطیٰ کی طرح حقائق کی قدر دانی کا فروغ پذیر رجحان اس پرانی نفرت کے اثرات کو پوری طرح زائل نہیں کر سکا جو صدیوں پرانے مغربی تصور پر چھایا ہوا تھا۔¹³

مغرب میں ”مُجْمَد“ کے بارے میں لکھتی ہیں:

Even though d' Herbelot was aware of the proper name of the religion, he continued to call it 'Mohammadan' because that was the name that 'we' use; similarly the Christian world could still see the prophet only in its own distorted way as an inferior version of 'us'.¹⁴

اگرچہ D.Herbelot دین اسلام کے صحیح نام سے آگاہ تھا لیکن اس نے اسلام کے لیے محمدؐ کو لکھا جس کی وجہ یہ ہے کہ ”ہم“ اسلام کے لیے یہی نام استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح مسیحی دنیا پیغمبر اسلام کو ابھی تک اپنے مسخ شدہ انداز میں دیکھتی ہے اور ”ہمارا“ یہ طرزِ عمل نہایت عامیانه اور گھٹیا ہے۔¹⁵

مستشرقین کے تعصب اور بلاوجہ حملوں کے بارے میں لکھتی ہیں:

But so entrenched was the old prejudice that many of these writers could not resist giving the prophet a gratuitous swipe occasionally, demonstrating that the traditional image was not dead. Thus Simon Ockley described Muhammad as 'a very subtle and crafty man, who put on the appearance only of those good qualities, while the principle of his soul were ambition and lust.' George Sale agreed in the introduction to his translation that 'It is certainly one the most convincing proofs that mohammadanism was no other then a human invention, that it owes its progress and establishment almost entirely to the sword.'¹⁶

لیکن یورپ میں حضور کے بارے میں تعصب کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو چکی تھیں کہ ان میں سے بیشتر مصنف اس کی مزاحمت نہ کر سکے اور وہ خود بھی اکثر و بیشتر آپ (ا) کی ذات پر بلاوجہ حملے کرتے رہتے تھے جس سے اس بات کی غمازی ہوتی کہ پرانی روایات ابھی مردہ نہیں ہوئیں۔ چنانچہ سائمن اوکلی simon okley نے نبی کریم (ا) کو ایک چالاک اور عیار شخص قرار دے دیا جنہوں نے اچھے اوصاف کو ظاہر کیا لیکن اصل میں وہ جاہ و حشمت کے جو یا نفس پرست انسان تھے۔

جارج سیل George Sale نے قرآن کریم کے ترجمے کے دیباچے میں لکھا: ”یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ دین محض ایک انسانی اختراع ہے اور اس کی ترقی اور استحکام کا دار و مدار صرف تلوار پر ہے۔“¹⁷ مزید آگے لکھتی ہیں:

In 1741 in his drama Mahomet or fanaticism, Voltaire had been able to take advantage of the current prejudice to use Muhammad as an example of all the charlatans who have enslaved their people to religion by means of trickery and line: finding some of the old legends insufficiently scurrilous, he had blithely made some of his own. Even Gibbon had little time for Muhammad himself, arguing that he had lured the Arabs to follow him bait of loot and sex. As for the Muslim

belief in the inspiration of the Qu'ran. Gibbon loftily declared it an impossible position for the truly civilized men:¹⁸

وولٹیئر نے 1741 عیسوی میں اپنے ڈرامے Mahomet or Fanaticism میں حضور کے بارے میں تعصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبی کریم کو نبوت کے ان جھوٹے مدعیوں کی مثال قرار دیا جنہوں نے مکرو فریب کی چالوں اور دروغ گوئی کے ذریعے اپنے لوگوں کو مذہب کا غلام بنا لیا تھا۔ اس نے بعض پرانی روایات کو تو بدکلامی قرار دیا لیکن خود نہایت دیدہ دلیری سے کام لیتے ہوئے فحش گوئی کی۔ خود گبن Gibbon کا یہ حال تھا کہ اس نے حضرت محمد کے لیے زیادہ وقت نہ نکالا اور یہ استدلال پیش کیا کہ آپ نے عربوں کو لوٹ مار اور جنس کی ترغیب دے کر اپنا پیروکار بنا لیا تھا۔ جہاں تک قرآن حکیم کے وحی کے ذریعے نازل ہونے کے متعلق مسلمانوں کے عقیدے کا تعلق ہے گبن نے نہایت متکبرانہ انداز میں یہ اعلان کیا کہ کوئی بھی مہذب شخص قرآن کے بارے میں مسلمانوں کے اس عقیدے کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔¹⁹ تبشیری، عیسائی مشنریز درحقیقت صلیبی جنگوں ہی کا تسلسل ہیں اور اس بات کا اعتراف کیرن کو بھی ہے، لکھتی ہیں:

Today the Muslim world associates Western imperialism and Christian missionary work with the Crusades. They are not wrong to do so.²⁰

آج عالم اسلام مغربی سامراجیت اور عیسائیوں کے مشنری کام کو صلیبی جنگوں سے منسلک کرتا ہے اور اس کا یہ موقف غلط نہیں ہے۔²¹ حیرانگی، عجبہ حیرت ہو جاتی ہے۔۔۔ شرم و حیا اس ڈھٹائی پر ماتم کناں نظر آتی ہے کہ تمام حقیقتوں کے پیش نظر پھر یہ ہٹ دھرمی پھر یہ تعصب!

کیرن آر مسٹر انگ کا حقیقی چہرہ

ہمارے یہاں سادہ لوگ اس طرح کی عبارتیں پڑھ کر ان شکاریوں کے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں، اُن کی غیر جانب داری کے گن گانے لگتے ہیں، اُن کی انصاف پسندی کی داد دینے لگتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن کا چہرہ اس سے بھی زیادہ گھناؤنا ہوتا ہے جتنا ان کے پیش روؤں کا تھا۔

اس کی مثال کیرن صاحبہ ہی کی لے لیجیے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں مستشرقین کے پیش روؤں کی کتنی مذمت کی بلکہ اپنی کتاب میں اس باب کا نام ہی MUHAMMAD the ENEMY رکھا مگر خود کیا وہ اس اسلام دشمنی میں اُن سے پیچھے ہیں؟ نہیں بلکہ انہوں نے اس معرکہ میں اپنے پیش روؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ نہ تو غیر جانب دار رہی ہیں اور نہ ہی انصاف پسند مستشرقہ جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے ابتدائی میں لکھتی ہیں:

”میں اسلام کے بے عیب ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہی۔ تمام مذاہب انسانی ادارے ہیں اور ان میں سنگین غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے۔ بعض اوقات تمام مذاہب نے ناکافی اور گھناؤنے طریقوں سے اپنے نظریات کا پرچار کیا ہے۔“²²

قرآن کریم کے حوالے سے لکھتی ہیں:

It has no apparent structure, no sustained argument or organizing.²³

قرآن کا کوئی بدیہی ڈھانچہ اور ترتیب نہیں۔ اس میں متواتر مدلل یا منظم انداز میں کسی موضوع پر بات نہیں کی گئی۔²⁴

اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن دشمنی نے اتنا ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا کہ اپنی بات کی خود ہی تردید بھی کرتے ہیں۔ خود ہی اپنے قول کی نفی کرتے ہوئے آگے لکھتی ہیں:

They linked passages that initially seemed separates and integrated the different strands of the text, as one verse delicately qualified and supplemented others.²⁵

بظاہر جدا جدا نظر آنے والی آیات آپس میں منسلک اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔²⁶

واقعہ غرانیق سے متعلق اپنی کتاب Muhammad Prophet for our Time میں لکھتی ہیں:

One day, Tabari continues, Muhammad was sitting beside the kabah with some of elders, reciting a new Surah, in which Allah tried to reassure his critics: Muhammad had not intended to cause all this trouble, the divine voice insisted; he was not deluded inspired by a jinni; he had experienced a true vision of the divine and of the divine and was simply telling his people what he had seen and heard. But then, to his surprise, Muhammad found himself chanting some verses about the three 'daughters of God': 'Have you, then ever considered what you are worshipping in Al-lat and Al-uzza, as well as Manat, the third, the other?'

Immediately the Quraysh sat up and listened intently. The loved goddesses who mediated with Allah on their behalf. 'These are the exalted gharaniq. "Muhammad continued, 'whose intercession is approved.

Tabari claims that these words were put his lips by the shaytan ('tempter'). This is very alarming notion to Christian, who regard satan as a figure of monstrous evil. The Quran is certainly familiar with the story of the fallen angel who defied God: it calls him Iblis (a contraction of the Greek diabolos: "devil"). But the shaytan who inspired this gracious compliment to the goddesses was far less threatening creature. Shaytan were simply a species of jinni; they were "tempters" who suggested the empty, facile, and self-indulgent yearnings that deflected humans from the right path. Like all jinn, the shaytan were ubiquitous, mischievous, but not on a par with the devil. Muhammad had been longing for a peace with the Quraysh; he knew how devoted they were to goddesses and many have thought that if he could find a way of incorporating the gharaniq into his religion, they might look more kindly on his message. When he recited the rogue, verses, it was his own desire talking-not Allah-and the endorsement of the goddesses proved to be a mistake. Like any other Arab, he naturally attributed his error to a shaytan.²⁷

ایک روز آنحضرت کعبہ کے قریب کچھ بزرگوں کے ساتھ بیٹھے ایک نئی سورۃ پڑھ رہے تھے جس میں اللہ نے آپ پر تنقید کرنے والوں کو یقین دہانی کروائی تھی۔ حضرت محمد کا ارادہ انتشار پیدا کرنے کا نہیں تھا۔ الوہی آواز نے اصرار کیا آپ خدا نخواستہ کسی سودا میں مبتلا یا جن کے زیر اثر نہیں تھے۔ آپ نے الوہی ہستی کا ایک سچا تجربہ کیا تھا اور لوگوں کو اپنی دیکھی یا سنی ہوئی بات ہی بتا رہے تھے لیکن تب حیرت انگیز طور پر آپ کے منہ سے خدا کی تین بیٹیوں کے متعلق آیات جاری ہو گئیں۔ بھلا تم دیکھو تولات و عزی کو اور منات تیسرے پچھلے کو؟ قریش فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غور سے سننے لگے وہ اپنے ایمان پر اللہ کے آگے سفارش کرنے والی دیویوں سے محبت کرتے تھے۔ آنحضرت کی آواز دوبارہ آئی یہ رفیع الشان غرائق ہیں جن کی ثالثی منظور شدہ ہے۔

طبری کہتا ہے کہ شیطان نے آپ کے منہ سے یہ الفاظ ادا کروائے۔ عیسائیوں کے ہاں یہ خیال بہت تشویش انگیز ہے جو شیطان کو مجسم شرمانتے ہیں۔ بلاشبہ قرآن تنزل یافتہ فرشتے کی کہانی سے واقف ہے جس نے خدا کی حکم عدولی کی اس فرشتے کو ابلیس کہا گیا (یونانی زبان کے diabolos یعنی devil / شیطان سے ماخوذ لفظ) لیکن دیویوں کی تعریف میں یہ الفاظ ادا کروانے والا شیطان عیسائیوں کے شیطان کی نسبت کہیں کم خطرناک تھا۔ شیطان محض جنات کی ہی ایک قسم تھے۔ وہ محض تحریص دلانے والے تھے جو انسانوں کو بہلا پھسلا کر درست راہ سے منحرف کر

دیتے۔ جنات كى طرء شيطان بهى هر جكه موجود؁ بدخواه اور خطرناك تھے ليكن عيسائىوں كے devil كے هم سر نهیں۔ حضرت محمد قریش كے ساتھ اچھے تعلقات كے خواہاں تھے آپ كو معلوم تھا كه وہ ان ديويوں سے كس قدر عقيدت ركھتے تھے چنانچہ (مصنفه كى رائے ميں) آپ نے غرائق كو بهى اپنے مذهب ميں شامل كرنے كا سوچا هو گا تاكه قریش آپ كى بات كو غور سے سنا كريں۔ يه آيات خدا كا كلام نهیں بلكه آپ كى اپنى خواهش تھى۔ بهر حال ديويوں كى مدح سرائى ايك خطا ثابت هوئى۔ آپ نے اور بهت سے عربوں نے بهى اس خطا كو شيطان كى كارستانى قرار ديا۔²⁸

مس كيرن تخيل كى بنياد پر يه جمله كهتى هيں كه

'These are the exalted gharaniq.' Muhammad continued, 'whose intercession is approved.'²⁹

’آنحضرت كى آواز دوباره آئى۔ يه رفيع الشان غرائق هيں جن كى ثالثى منظور شده ہے۔³⁰ اور آگے اپنے تخيل كو يوں بيان كرتى هيں:

Muhammad had been longing for a peace with the Quraysh; he knew how devoted they were to goddesses and many have thought that if he could find a way of incorporating the gharaniq into his religion, they might look more kindly on his message.³¹

حضرت محمد قریش كے ساتھ اچھے تعلقات كے خواه تھے آپ كو معلوم تھا كه وہ ان ديويوں سے كس قدر عقيدت ركھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے غرائق كو بهى اپنے مذهب ميں شامل كرنے كا سوچا هو گا تاكه قریش آپ كى بات كو غور سے سنا كريں۔³² حالانكه كيرن صاحبه اپنى گزشتہ كتاب جس كا هم تحقيقى جائزہ آپ كى خدمت ميں پيش كر رہے هيں ميں اس واقعہ كا رد كر چكى هيں مگر اس كتاب ميں انهيوں نے اس واقعہ كے وضعى اور غير مستند هونے كا كوئى ذكره نهیں كيا۔ آخر كيوں؟

صرف اس ليے كه پہلے لوگوں كے دلوں ميں اپنى جكه بناؤ پھر حملے كرو۔ واقعہ غرائق كا رد كرتے هوئے لكھتى هيں:

In the West, some scholar have assumed that this refers to the now notorious incident of the so __ called 'satanic verses' when they say, Muhammad had made a temporary concession to polytheism.³³

مغرب ميں بعض اسكالروں (مستشرقين) نے يه مفروضه قائم كر ليا ہے كه ان قرآنى آيات ميں؁ جن ميں اب نام نہاد ”شيطانى آيات“ كے قصے كا ذكر كيا گيا ہے؁ ان اسكالروں كے بقول حضرت محمد (ا) نے عارضى طور پر كئى خداؤں كو ماننے كى رعايت دے دى تھى۔³⁴

معلوم ہوا کہ عارضی طور پر خدا ماننے کا مفروضہ مستشرقین نے خود ہی گھڑ لیا۔
مزید آگے لکھتی ہیں:

We have to be clear here that many Muslims believe this story to be apocryphal. They point out that there is no clear reference to it in the Qu'ran that it is not mentioned by Ibn Ishaq in the earliest and most reliable account of Muhammad's life nor in the great collection of tradition (ahadith) about Muhammad which were compiled in the ninth century by Bukhari and Muslim. Muslim do not reject tradition simply because they could be interpreted critically, but because they are insufficiently attested. Western enemies of Islam', however, seized upon it to illustrate Muhammad's manifest insincerity: how could a man who change the divine Word to suit himself be a true prophet? Surely any genuine prophet would be able to distinguish between a divine and a satanic inspiration? Would a man of God tamper with his revelation merely to attract more converts?³⁵

یہاں پر ہمیں واضح کر دینا چاہیے کہ بیشتر مسلمان اس قصے کو وضعی اور غیر مستند سمجھتے ہیں۔ وہ اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ قرآن میں ایسے کسی واقعے کا واضح انداز میں کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی حضرت محمد (ا) کی احادیث کے ان عظیم مجموعوں میں ایسا کوئی بیان موجود ہے جو نویں صدی میں بخاری اور مسلم نے مرتب کیے تھے۔ مسلمان ان روایات کو اس لیے مسترد نہیں کرتے کہ ان میں تنقید کا پہلو نکلتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان روایات کی کوئی معتبر سند موجود نہیں ہے۔ لیکن مغرب کے اسلام دشمنوں نے اس فرضی قصے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور کی ہرزہ سرائی کی ہے۔³⁶

مزید آگے اس روایت کے کذب کو یوں آشکارا کرتی ہیں:

But this story is in conflict with other tradition and with the Qu'ran itself.³⁷

لیکن یہ کہانی (قصہ غرائیق) دوسری روایات اور خود قرآن مجید سے متصادم ہے³⁸
اپنی گزشتہ کتاب میں اس نام نہاد قصے کے پرچے اڑاتے ہوئے خود ہی تحریر کرتی ہیں۔

Later we shall see the Quraysh asking Muhammad to make a monolatrous compromise: he could worship al-Llah alone and they would worship their ancestral deities as well as High God. But Muhammad always refused.³⁹

آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ قریش نے رسول کریم (ا) کے ساتھ مفاہمت کے لیے حضور سے کہا کہ وہ دوسرے دیوتاؤں کے وجود سے انکار کیے بغیر ایک خدا کی پرستش کرنے کو تیار ہیں۔ قریش نے آنحضرت (ا) سے یہ بھی کہا کہ آپ صرف اللہ کی پوجا کریں اور وہ خدا کے ساتھ اپنے آبائی معبودوں کی بھی پرستش کریں گے۔ لیکن حضرت محمد (ا) نے ایسا کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔⁴⁰

ہم کیرن کی ان عبارات کے بعد کیرن آر مسٹر انگ سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا وجہ کہ 1990ء میں آپ نے جو کتاب تحریر کی اس میں جس بات کی نفی کی 8، 10 سال کے بعد انہی واقعات کو بنیاد بنا کر آپ نے پیغمبر اسلام کی شان میں ہرزہ سرائی شروع کر دی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کیرن صاحبہ! کہ آپ کے من میں چھپا ہوا تعصب و نفرت زیادہ دیر تک اندر نہ رہ سکا اور اپنے پیش روؤں کی طرح زبان و قلم سے ہذیان اگلنے لگا۔
پیغمبر اسلام پر تشدد پسندی کا الزام:

"Overnight Muhammad had become the enemy."⁴¹

”حضرت محمد راتوں رات اُن کے دشمن بن گئے۔“⁴²
آگے لکھتی ہیں:

It must have been vary difficult indeed for the Muslims, brought up in the jahili spirit, to practice hilm and turn the other cheek. Even Muhammad sometime had to struggle to maintain his composure.⁴³

جاہلی روایات کے مطابق پرورش یافتہ مسلمانوں کے لیے حلم سے کام لینا اور طمانچے کے لیے دوسرا گال آگے کر دینا یقیناً بہت مشکل رہا ہو گا حتیٰ کہ حضرت محمد کو بھی کبھی صبر کا دامن تھامے رکھنے میں مشکل پیش آئی۔⁴⁴
مزید آگے ایک اور جھوٹ بانگ دہل اس طرح بولتی ہیں:

Quran shows that some of the Emigrants found the very idea of fighting distasteful But Muhammad was not discouraged.⁴⁵

”قرآن دکھاتا ہے کہ کچھ مہاجرین نے لڑائی کے خیال کو ناپسند کیا لیکن آنحضرت (ا) نے ہمت نہیں ہاری۔“⁴⁶

یعنی کئی مسلمان یہ چاہتے تھے کہ لڑائی نہ ہو مگر آنحضرت الڑائی کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ آگے یہی متعصب مستشرقہ لکھتی ہیں:

But Muhammad had embarked upon a dangerous course. He was living in a chronically violent society and he saw these raids not simply as a means of bringing in much-needed income, but as a way of resolving his quarrel with the Quraysh. 47

لیکن حضرت محمد ایک خطرناک راہ پر نکل کھڑے ہوئے تھے وہ ایک نہایت تشدد معاشرے میں رہتے تھے اور آپ کی نظر میں یہ حملے محض حصول آمدنی کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ قریش کے ساتھ جھگڑا چکانے کا طریقہ بھی تھے۔⁴⁸ مزید آگے لکھتی ہیں

"Muhammad was not a pacifist." 49

حضرت محمد امن کا پرچار نہیں کر رہے تھے۔⁵⁰ آگے لکھتی ہیں:

"He had wanted to cut the cycle of violence and dispossession, not continue it." 51

آپ تشدد اور بے دخلی کا سلسلہ جاری رکھنے کے بجائے ختم کرنا چاہتے تھے۔⁵² یعنی تشدد اور بے دخلی کا سلسلہ جاری تھا۔ کیرن صاحبہ یہ تو بتائیے کہ بنو نضیر اور بنو قینقاع کے علاوہ کس کو مدینہ سے بے دخل کیا گیا۔ وہ بھی ان دونوں کی اسلام دشمنی اور عہد شکنی کے سبب ایسا کیا گیا جس کے یہ دونوں قبیلے خود ذمے دار ہیں۔ اور یہ اعتراف تو مس کیرن آپ بھی کرتی ہیں جیسا کہ آپ نے خود لکھا:

Even in Muhammad's own time, smaller Jewish groups remained in Medina after 627 and were allowed to live in peace with no further reprisals. 53

خود رسول اللہ کے زمانے میں یہودیوں کے چھوٹے گروپ ۶۲۷ عیسوی کے بعد مدینہ میں بدستور موجود رہے، انہیں امن و سکون کے ساتھ رہنے کی اجازت تھی اور ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی گئی۔⁵⁴ کیرن آرم اسٹر انگ پیغمبر اسلام کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

It was nearly time to make good on Abu Sufiya's parting shot after Uhud: "Next year at Badar!" but Muhammad was playing a very dangerous game. He had to make a show of strength. 55

اب جنگِ اُحد کے بعد ابوسفیان کی لگائی ہوئی پکار کا جواب دینے کا وقت آگیا تھا۔ اگلے سال بدر میں لیکن محمد نہایت خطرناک کھیل کھیل رہے تھے۔ آپ (ا) کو طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا۔⁵⁶

بنو قریظہ کے حوالے سے جس کا جواب ہم گزشتہ صفحے پر دے چکے ہیں، کے بارے میں لکھتی ہیں:

He had staged a defiant show of strength, which, it was hoped, would bring the conflict to an end. Change was coming to this desperate, primitive society, but for the time being, violence and killing on this scale were the norm.⁵⁷

آپ انے طاقتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا جو (امید تھی کہ) جھگڑے کو ختم کر دے گا۔ اس بے چین قدیمی معاشرے میں تبدیلی آرہی تھی لیکن فی الحال اس وسیع پیمانے پر قتل غارت گری مقبول عام دستور تھی۔⁵⁸

اب پیغمبر اسلام کی امن پسندی کے گیت بھی گارہی ہیں کیونکہ یہ تمام باتیں تو نہ مسلمان برداشت کر سکتے ہیں اور نہ ہی انصاف پسند غیر مسلم تو پینتر اس طرح بدلتی ہیں:

"Muhammad issued a general amnesty."⁵⁹

آنحضرت انے عام معافی کا اعلان کیا۔⁶⁰
مزید آگے لکھتی ہیں:

During the last five years, many Muslims had died for their religion; others had risked everything and given up family and friends. Yet now Muhammad had calmly handed the advantage back to the Quraysh, and the pilgrims must agree to go home meekly, without even forcing the pilgrimage issue the treaty assaulted every single jahili instinct.⁶¹

گزشتہ پانچ برس کے دوران مسلمانوں نے اپنے مذہب کی خاطر جان دی تھی۔ دیگر نے اپنا سب کچھ اور اہل خانہ کو بھی داؤ پر لگایا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت نے بڑے تحمل کے ساتھ قریش کی بالادستی دوبارہ قائم کر دی اور کہا کہ زائرین خاموشی سے گھر واپس چلے جائیں۔ یہ معاہدہ ہر لحاظ سے جاہلی جبلت کے خلاف تھا۔⁶²
مزید آگے لکھتی ہیں:

Muslims were not supposed to be ment of war; they were characterized by the spirit of hilm.⁶³

مسلمانوں سے توقع نہیں کی جاتی تھی کہ وہ جنگ جوئی کا رویہ اختیار کریں گے۔ وہ حلم، امن اور برداشت کے جذبے سے متصف تھے۔⁶⁴

مزید آگے رقم طراز ہیں:

It was not violence and self-assertion, but the spirit of mercy courtesy and tranquility that would cause the ummah to grow. ⁶⁵

تشدد اور دھونس نے نہیں بلکہ رحم، خوش اخلاقی اور تحمل کے جذبے نے اُمت کو فروغ دیا۔ ⁶⁶

مس کیرن مسلمانوں کی مکہ سے واپسی کے منظر کے بارے میں قریش کی حیرت کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

On the astonishment of the quraysh, the entire pilgrim throng left the city that night in good order.

There were no loud protests, no attempt to repossess their old homes. ⁶⁷

قریش یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ زائرین کا سارا جلوس اسی رات منظم انداز میں شہر سے چلا گیا، کوئی احتجاج نہ ہوا اور نہ ہی پرانے دشمنوں پر دوبارہ غلبہ پانے کی کوئی کوشش کی گئی۔ ⁶⁸

جن کے اخلاق و کردار کی گواہی قریش جیسے مخالفین دے رہے ہوں کیرن صاحبہ ان کی تصدیق بھی کر رہی ہیں اور دوسری جانب اپنے قلبی بغض کا اظہار بھی کر رہی ہیں، صرف اس لیے کہ انہیں ایک غیر جانب دار محقق کا اعزاز مل جائے۔ مگر نہ تو یہ طریقہ تحقیق ہے اور نہ ہی اس طرح اہل انصاف و اہل قلم کے نزدیک وہ لائق عزت ٹھہریں گی۔

آخر کیرن صاحبہ نے اپنے پیشروؤں کی تردید کیوں کی؟

جب کہ آگے ان کے خیالات بھی اپنے پیش روؤں سے مختلف نہیں عصبيت اور آتش حسد کی تپش میں ایک جیسی حدت کے باوجود یہ

اسلوب کیوں اپنایا؟

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

مستشرقین نے صدیوں اسلام کا تصور مسخ کرنے کی کوشش کی اسلام کو بت پرستی کا مذہب قرار دیا۔ انہوں نے حضور کی ذات پاک پر ایسے الزامات عائد کیے جو کوئی شریف آدمی کسی برے سے برے آدمی کے متعلق بھی زبان پر لانا گوارا نہیں کر سکتا انہوں نے اپنے ان الزامات کی خوب تشہیر کی۔ ان کوششوں سے قرون وسطیٰ میں یورپ میں اسلام کے متعلق وہی تصور قائم ہو گیا جو مستشرقین چاہتے تھے۔

لیکن جب زمانے نے کروٹ لی۔ توہمات اور فرضی افسانوں کو عقل کے معیار پر پرکھنے اور ذہنی بیداری کا زمانہ شروع ہوا تو مستشرقین نے فوراً یہ خطرہ محسوس کر لیا کہ ان کے آباء و اجداد صدیوں سے اسلام کے متعلق جو بے بنیاد زہر اگلتے رہے ہیں اس کا بھانڈا بہت جلد پھوٹ جائے گا۔ جب دنیا پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ مستشرقین اسلام کے متعلق جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں تو اس سے تحریک اشتراق کے اعتماد اور علمی وقار کو سخت دھچکا لگے گا۔ ان متوقع خطرات کے پیش نظر مستشرقین نے فوراً پینتر ابدل لیا ان میں بے شمار لوگ ایسے منظر عام پر آئے

جنہوں نے کھل کر اپنے پیشروؤں کی تردید کی۔ انہوں نے اسلام کے خلاف اپنے اسلاف کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا۔ ان لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی چند خوبیوں کا کھل کر اعتراف بھی کیا۔

مستشرقین کے رویے میں اس تبدیلی کا سبب یہ نہیں تھا کہ ان نئے مستشرقین کے دلوں میں اپنے پیشروؤں کی نسبت اسلام دشمنی کا جذبہ ماند پڑ گیا تھا اور وہ اسلام کے بارے میں منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کے قائل ہو گئے تھے بلکہ ان کے انداز میں اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ بدلتے ہوئے حالات میں مستشرقین کا قدیم انداز اسلام کی نسبت خود ان کی تحریک کے لیے زیادہ تباہ کن تھا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ قرون وسطیٰ میں مستشرقین نے اسلام پر جو کیچڑ اچھالا اس کے خلاف سب سے پہلے آواز بھی انہی لوگوں نے اٹھائی جو خود بھی مستشرق تھے ان لوگوں نے ایک طرف اپنے پیشروؤں کی اسلام دشمنی کی مذمت کی اور دوسری طرف خود بھی اسلام پر ایسے وار کیے جو ان کے پیش روؤں کے حملوں کی نسبت بھی زیادہ تباہ کن تھے۔ ان کا انداز یہ تھا کہ وہ اسلام کی دس پندرہ خوبیوں کا ذکر کرتے اور ان خوبیوں کے درمیان اسلام کے شجرہ طیبہ کی جڑوں پر ایسا وار کرتے جس کی وجہ سے مذکورہ خوبیوں کے اثرات بھی غائب ہو جاتے۔ اس طرح وہ اپنے اسلام دشمنی کے جذبے کی بھی تسکین کر لیتے اور ان کی انصاف پسندی پر بھی کوئی حرف نہیں آتا زمانہ بیداری کے بعد کے مستشرقین کا انداز یہی ہے۔ مسلمان ان کی تحریروں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق چند اچھے کلمات پڑھ کر ان کی غیر جانبداری اور انصاف پسندی کے قائل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ علمی زہر کی جو گولیاں ان مسلمانوں کو بڑے تپاک سے پیش کرتے ہیں، سادہ لوح مسلمان انہیں بھی شکرے کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں⁶⁹

OOOO

باب دوم

عقیدہ ناموس رسالت ﷺ

نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت ایمان کی اساس ہی نہیں روح ایمان بھی ہے۔ اگر اس عقیدت و محبت کے خوب صورت تعلق میں کہیں کمی آجائے یا کہیں خامی رہ جائے تو مقصدِ حیات بے مصرف ہو کر رہ جاتا ہے۔
بقول شخصے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اگر اسی میں ہو خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یہ وہ تعلق ہے جس کی بنیاد پر تعلقات قائم کیے جاتے ہیں۔۔۔ یہ وہ اساس ہے جس پر اسلام کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔۔۔ یہ وہ رشتہ ہے جس پر ہر رشتہ قربان کیا جاسکتا ہے۔ ناموس رسالت عقائد اسلام کی روح ہے۔
احباب من!

دشمنان اسلام نے کلام الہی پر وار کیا۔ سیرت رسول کو اپنے بدگمان تخیلات کی بنیاد پر الزامات و اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ ایسے لوگوں سے اس بات کی امید کب ہے کہ وہ عقیدہ ناموس رسالت کو نشانہ بنانے سے باز رہیں گے۔
عہدِ حاضر کے مستشرقین اور اُن سے فیض یافتہ متجددین۔۔۔ جدیدیت کے نام پر ابلیسی مہم کے روح رواں۔۔۔ افکار کی بزم میں شور شوں کے نقیب اسلامی عقائد و نظریات کو ڈھانے کے لیے بے چین و بے قرار نظر آرہے ہیں۔ انہی مستشرقین میں ایک نام مس کیرن آر مسٹر انگ کا بھی ہے۔ انہوں نے اور اُن کے ہم نوا دنیاے استشرق نے عقیدت و محبت کا ایسا جام جو غلامانِ مصطفیٰ کو نصیب ہوا کہیں نہیں دیکھا۔ انہوں نے دنیاے عیسائیت و یہودیت میں لوگوں کا جھوم تو دیکھا مگر عقیدت و محبت کی چنگاری کو کہیں نہیں پایا۔۔۔ انہوں نے حسنِ یوسف پر مصر کی عورتوں کو انگلیاں کٹاتے تو دیکھا مگر کہیں بھی مردانِ عرب کو سر کٹاتے نہ پایا۔ انہوں نے دنیاے اسلام کا آج سے نہیں عہدِ رسالت سے جائزہ لیا۔ انہوں نے عقیدت و محبت کے ایسے عجوبے دیکھے کہ اُن کی آنکھیں حیرت کا سمندر بن گئیں اور اُن کی عقلیں حیرت کے اس سمندر میں تعجب کی موجوں کا شکار ہو گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ

عرب كى ٲٲٲى ٲٲٲى زىمن ٲر ؤضرت بلال كا ننگا بدن۔۔۔ ؤضرت سمعیه كى شهادت؁ ؤضرت ؤباب كى انگاروں سے دكٲتى ٲٲٲى ٲٲٲٲ۔۔۔ ٲٲٲٲ سے شعب ابى طالب مىں مؤصورى تك كوئى بهى لؤه تو اُن عاشقوں كے ٲائے استقامت كو متزلزل نهىں كر سكا۔ ابو عبیده ابن جرح نے اپنے گستاخ باٲ كو جہنم رسيد كر كے رٲتى دنيا تك اُمت مسلمہ كو یہ ٲيغام دے ديا كه گستاخ رسول سے ٲمارا كوئى رشتہ نهىں۔

ٲر دور مىں گستاخ رسول كو انهى كے كىے كى سزا اُن كو دى جاتى رٲى۔ دنياے استشراف جس كى اسلام دشمنى كسى سے ٲوشيدہ نهىں؁ جس نے اسلامى عقائد و نظريات كے تمام ستونوں ٲر ؤملے كىے۔ قرآن؁ اسلام؁ ٲيغمبر اسلام اور اسلام كا كوئى بهى عقيدہ تو اُن كى قلمى جارؤيت سے محفوظ نهىں رٲ سكا۔ وہ عقيدہ ناموس رسالت كے خلاف اس ليے بهى ٲٲٲٲ كه اُن كے قلم جو تحقيق كا لبادہ اوڑھ كر تنقيص كا بارود اُگلنے ٲٲٲٲ اور چاٲتے ٲٲٲٲ كه اسلام كے خلاف زٲر افشائى كرنے كے ليے كٲلى چٲٲى اور لانسنس مل جائے اور ابهى جس ؤوف نے اُن كے قلم كو ننگا نهىں ٲونے ديا اس لانسنس كے بعد بزم قلم و ادب مىں قلمى فاشى و عريانيت كى انتٲائىں ٲر ٲا كرنے لگىں۔

عقيدہ ناموس رسالت ٲر تنقيد

عقيدہ ناموس رسالت مسلمانوں كا ايسا بنيادى عقيدہ ٲے جس ٲر دشمنان اسلام چىں به جىں ٲٲٲٲ رٲتے ٲٲٲٲ۔

اور مؤبت رسول اتو وہ مقام ٲے جٲاں نفس اپنے آپ كو فنا كر ديتا ٲے؁ ؤود كو مٹا ديتا ٲے اور اپنے مؤبوب كے ٲاتھوں مىں ايك آلہ بے روح بن كر رٲ جاتا ٲے۔ اور ٲٲٲٲ اس مؤب كا عجب عالم ٲٲٲٲ ٲے؁ یہ اپنى عقل و خرد سے نهىں سوچتا بلكه اپنے مؤبوب كى رضا كو سوچتا ٲے۔ ٲٲٲٲ اس كى آنكھىں وہى ديكٲتى ٲٲٲٲ جو اس كا مؤبوب چاٲتا ٲے۔ اس كے كانوں كى سماعت وہى سنتى ٲٲٲٲ جو اس كا مؤبوب چاٲتا ٲے۔ ؤود اس كى كوئى تمننا يا ؤواٲش باقى نهىں رٲتى۔ مؤبوب كى ؤواٲش اس كى ؤواٲش؁ مؤبوب كى مرضى اس كى مرضى بن جاتى ٲے اور اس مؤبت حقيقى كا طلب كار المؤب فى اللہ والبغض فى اللہ كے قالب مىں ڈٲل جاتا ٲے۔

مؤبت رسول اور اس كے حسين نتائج؁ بنياد ايمان كو كمزور نهىں ٲڑنے ديتے۔ اور فكلر و نظريے مىں نقب لگانے والے اس عقيدے ٲر ٲيچ و تاب كٲاتے رٲتے ٲٲٲٲ اور اس تگ و دو مىں لگے رٲتے ٲٲٲٲ كه كسى طرح اس عقيدے كو۔۔۔ اس نظريے كو۔۔۔ اس اساس كو۔۔۔ اس بنياد كو۔۔۔ ايمان كى اس روح كو مسلمانوں كے دلوں سے نكال كر ٲٲٲٲ دے۔ اس كے ليے وہ مسلمانوں كے عقائد و نظريات؁ اسلام اور ٲيغمبر اسلام كى مدؤ سرائى بهى كرتے ٲٲٲٲ اور موقع ملتے ٲٲٲٲ اُن نظريات مىں نقب بهى لگا ڈالتے ٲٲٲٲ۔ كيرن آر مسٲرانگ نے بهى سلمان رشدى كى ؤمايت كرتے ٲٲٲٲ صليبي گل كٲلائے ٲٲٲٲ۔

سلمان رشدى كى ؤمايت

ملعون سلمان رشدى وه ناپاك شخص هے جس نے پیغمبر اسلام کو سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ اور اس کی حمایت کرتے ہوئے عیسائی ریاست نے نہ صرف اُس کو پناہ دی بلکہ ماضی کی طرح اپنے اس نمک خوار پالتو کو ”سر“ کا خطاب بھی دیا۔ اس تھرڈ کلاس رائٹر کو ادبی ایوارڈ بھی دیئے گئے، جس نے اس حقیقت کو اور بھی روز روشن کی طرح عیاں کر کے رکھ دیا کہ دنیائے عیسائیت میں ہر وہ شخص لائق عزت و مرتبت ہے جو پیغمبر اسلام کی اہانت کا مقدس صلیبی فریضہ انجام دے رہا ہو۔

کیرن آرمسٹرانگ بھی اپنے اس مشن شریک بھائی وہم نوا کے لیے لکھتی ہیں:

سلمان رشدى کے بحران نے برطانوی معاشرے کو ایک ہجانی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ بریڈ فورڈ میں مسلمانوں نے The Satanic Verses (سلمان رشدى کی کتاب) کی جلدوں کو نظر آتش کر دیا تھا اور بعض لوگوں نے آیت اللہ خمینی کے بدنام فتوے کی بھرپور

حمایت کردی۔⁷⁰

مزید آگے لکھتی ہیں:

It has been difficult for Western people to understand the violent Muslim reaction to Salman Rushdie's fictional portrait of Muhammad in The Satanic Verses. It seemed incredible that a novel could inspire such murderous hatred, a reaction which was regarded as proof of the incurable intolerance of Islam. It was particularly disturbing for people in Britain to learn that the Muslim communities in their own cities lived according to different, apparently alien values and were ready to defend them to the death.⁷¹

یورپ کے باشندوں کے لیے مسلمانوں کے اس تشدد آمیز رد عمل کا ادراک کرنا بہت مشکل ہے جس کا اظہار انہوں نے سلمان رشدى کی کتاب The Satanic Verses میں حضرت محمد (ا) کی افسانوی تصویر کشی پر کیا ہے۔ یہ بات قابل یقین دکھائی دے رہی تھی کہ ایک ناول کی اشاعت کے نتیجے میں اس قدر ہلاکت خیز نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس تشدد آمیز رد عمل کو اسلام کی ناقابل علاج عدم رواداری کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جانے لگا اور برطانیہ کے لوگوں کو یہ جان کر خاص طور پر سخت پریشانی اور حیرت ہوئی کہ اُن کے شہروں میں مختلف اور منفرد اقدار کے تحت زندگی بسر کرنے والے مسلمان اپنے دین کا دفاع کرنے میں جان تک کی بازی لگانے کو تیار ہیں۔⁷²

مزید اکتوبر 2001 کے ایڈیشن کے تعارف میں اپنے قلم سے حقائق کا گلا اس طرح گھونٹتی ہیں:

When Ayatollah Khomeini issued his infamous fatwa against Rushdie and his publisher, this western prejudice became even more blatant.

In 1990, when I was writing this book, nobody in Britain wanted to hear that almost exactly a month after the fatwa, at a meeting of the Islamic Congress, forty-four out of the forty-five member states condemned the Ayatollah's ruling as unIslamic – leaving Iran out in the cold. Very few Western people were interested to hear that the Sheikhs of Saudi Arabia, the Holy Land of Islam, and the prestigious al-Azhar madrasah in Cairo had also declared that the fatwa contravened Islamic law.⁷³

جب آیت اللہ خمینی نے رشدی اور اس کے پبلشر کے خلاف اپنا بدنام فتویٰ جاری کیا تو مغرب میں اسلام کے بارے میں تعصب نے مزید شدت اختیار کر لی۔

۱۹۹۰ء میں جب میں یہ کتاب لکھ رہی تھی برطانیہ میں کوئی شخص یہ فتویٰ سننے کا روادار نہیں تھا اور فتویٰ جاری ہونے کے ٹھیک ایک ماہ بعد منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس میں 45 رکن ریاستوں میں سے 44 ملکوں نے آیت اللہ خمینی کے فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے اسے غیر اسلامی قرار دے دیا، جس کے نتیجے میں ایران یکاوت تہارہ گیا۔ اسلام کی مقدس سرزمین سعودی عرب کے شیوخ اور قاہرہ کی عالمی شہرت یافتہ الازہر یونیورسٹی نے بھی آیت اللہ خمینی کے فتوے کو اسلامی قانون سے متصادم قرار دے دیا۔⁷⁴

کیرن صاحبہ کی ان بے سروپا باتوں سے یہ چند نکات معلوم ہوتے ہیں:

- ۱۔ سلمان رشدی کے خلاف فتویٰ اسلامی قانون سے متصادم ہے۔
- ۲۔ اسلامی کانفرنس کے 45 رکن ممالک میں سے 44 رکن نے سلمان رشدی کے خلاف فتوے کی مذمت کی اور اسے غیر اسلامی قرار دیا۔

۳۔ اسلام کی مقدس سرزمین سعودی عرب کے شیوخ نے بھی سلمان رشدی کے قتل کے فتوے کی مذمت کی۔

احبابِ من!

کیرن آر مسٹر انگ کے پہلے نکتے پر ہم اس باب کے اختتام پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

کیرن صاحبہ کا یہ کہنا کہ 44 رکن ممالک نے اس فتوے کی مخالفت کی۔۔۔

مس کیرن آر مسٹر انگ! آج اہل صلیب کے دسترخوان پر جہاں عالم اسلام اُن کی مرغوب غذا بن چکا ہے مسلم ممالک کے حکمران اپنے اقتدار کی طوالت کے لیے اپنے ان صلیبی آقاؤں کی غلامی کے طوق کو تمغہ اعزاز قرار دے رہے ہیں۔۔۔ ان کے جوتے کی نوک کو اپنا

عروج قرار دے رہے ہیں اور زوال پذیر قوموں کے حکمران اگر اتنے ہی غیرت مند ہوتے تو مس کیرن! اُن کا زوال عروج میں تبدیل ہو چکا ہوتا۔ خوگر غلامی اور ہوس اقتدار کا نشہ عزت و غیرت کے مقام سے نا آشنا کر دیتا ہے۔

اسلامی عقائد و قانون اور ناموس رسالت پر ہمیں مغرب نواز اس لولی لنگڑی اسلامک کانفرنس سے اس کے علاوہ کچھ بعید بھی نہیں اور اہل صلیب کے لیے یہ اتنا مشکل بھی نہیں کہ وہ اپنے ان غلاموں سے ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم نہ کرا سکیں۔

مسلم حکمران اور اہل مغرب کے ہتھکنڈے

مسلم حکمرانوں کے ساتھ اہل صلیب نے کیا معاملات کیے یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ مسلم حکمران اپنے اقتدار کی طوالت کے لیے اہل صلیب کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ مگر اہل صلیب ان سے کس طرح اپنا کام نکالتے ہیں۔ سابق ڈائریکٹر سی آئی اے George Tenet کی کتاب At The Center of the Storm سے ہم چند اقتباسات اپنے قارئین کی نظر کرتے ہیں۔

یاسر عرفات کے متعلق جارج ٹینٹ لکھتے ہیں:

Albright asked me to visit the chairman and try to persuade him to come back to the table.

I went to Arafat's cabin and told him that the Israelis would never again extend an olive branch like this of I reminded him of how much the president had done to move the peace process forward "Now;" I said: "you have to come back to the table." I asked him directly if he was willing to negotiate. If not; it was time for everyone to go home. To my surprise, the chairman immediately agreed,⁷⁵

ایلبرائٹ نے مجھ سے کہا کہ میں یاسر عرفات سے ملوں اور اسے مذاکرات کی میز پر واپس آنے کے لیے آمادہ کروں۔

میں یاسر عرفات کے کیمین میں گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ اسرائیلی اس کے بعد پھر کبھی زیتون کی شاخ اس طرح پیش نہیں کریں گے۔ میں نے اسے یاد دلایا کہ صدر کلنٹن نے امن کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے کتنا کچھ کیا ہے۔ میں نے کہا: ”اب تمہیں میز پر واپس آنا ہو گا۔“ میں نے اس سے سیدھا سیدھا پوچھا کہ وہ مذاکرات پر تیار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر سب واپس چلے جائیں گے۔ میں اُس وقت حیران رہ گیا جب یاسر عرفات فوراً آمادہ ہو گیا۔⁷⁶

مزید آگے 9/11 کے حوالے سے لکھتے ہیں:

All of these people knew how much 9/11 had struck at the core of each of us CIA. They'd been there they'd shared our same fears; they knew that each of the thousands of dead of was a

personal defeat for us. And I'm sure they would have understood as well as anyone outside CIA the reaction so many of us ----- at the leadership level and in the ranks ----- had in the hours and days immediately after the attack. We're going to run these bastards down no matter where they are, we told ourselves. We're going to lead, and everybody else is going to follow. And that's what we set out to do.⁷⁷

یہ سب لوگ جانتے تھے کہ 9/11 نے سی آئی اے والوں کو کتنا صدمہ پہنچایا ہے۔ وہ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی ہم جیسا خوف برداشت کیا۔ وہ جانتے تھے کہ مرنے والا ہر شخص ہمارے لیے ذاتی شکست تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اور سی آئی اے کے باہر والے سارے لوگ سمجھ چکے ہوں گے کہ ہمارا اور اعلیٰ قیادت کا ردِ عمل حملے کے بعد والے گھنٹوں اور دنوں میں کیا ہو گا۔ ہم نے خود سے کہا ہم ان باسٹرڈز (Bastards) کو نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ کہیں بھی ہوں ہم قیادت کریں گے اور سب کو ہمارے پیچھے چلنا ہو گا۔⁷⁸

سب کو ہمارے پیچھے چلنا ہو گا کے الفاظ اپنے اندر کتنی فرعونیت کو سموئے ہوئے ہیں۔ مزید آگے اس وقت کی پاکستانی سفیر ملیحہ لودھی اور پاکستانی انٹیلی جینس کے چیف جنرل محمود سے امریکی محکمہ خارجہ نے کس انداز میں گفتگو کی، جارج ٹینٹ لکھتے ہیں:

On September 13, Rich Armitage invited Pakistani ambassador Maleeha Lodhi and Mahmood Ahmed, the Pakistan intelligence chief, who was still in Washington, over to the state Department and dropped the hammer on them. The time for fence-sitting was over. There would be no more games. George Bush had said in his 9/11 address to nation that the United States would make no distinction between terrorists and the nations that protected them. Pakistan was either with us or against us. Specifically, Armitage demanded that Pakistan begin stopping al-Qa'ida agents at its border, grant the United states blanket over flight and landing rights for all necessary military and intelligence operation, provide territorial access to American and allied intelligence agencies, and cut off all fuel shipments to the Taliban. Armitage is a bull of man. Mahmood must have felt like had been run over by stampede by the time he left Rich's office.⁷⁹

13 ستمبر كو رچ آر ميچ نے پاڪستانى سفير مليجہ لودھى اور پاڪستانى انٽيلى جينس چيف جنرل محمود احمد كو محكمہ خارجہ مدعو كيا اور اُن پر ہتھوڑا گرايا۔ پردہ دارى كا وقت گزر چكا تھا اب مزيد كھيل نہيں ہونے تھے۔ جارج بش اپنے 11/9 والے قوم سے خطاب ميں كہہ چكے تھے كہ امريكہ دہشت گردوں اور انہيں تحفظ دينے والے ملكوں ميں كوئى فرق نہيں كرے گا۔

پاڪستان يا ہمارے ساتھ تھا يا ہمارے خلاف۔ آر ميچ نے پاڪستان سے خاص طور پر مطالبہ كيا كہ وہ القاعدہ كے ايكنوں كو اپنى سرحدوں پر روكنا شروع كرے، امريكہ كو اپنى فضاؤں ميں پرواز كى اجازت دے اور تمام ضرورى فوجى اور انٽيلى جينس آپريشنز كے ليے لينڈنگ رائٽس (Landing Rights) دے امريكہ اور اتحادى انٽيلى جينس ايجنسيوں كو علاقائى رسائى مہيا كرے اور طالبان كو ايندھن كى فراہمى كملى طور پر بند كر دے۔ آر ميچ انتہائى جارج شخص ہے۔ جب جنرل محمود رچ كے دفتر سے روانہ ہوئے ہوں گے تو ضرور انہيں يوں محسوس ہو رہا ہو گا جيسے بھگڈ كے دوران ہجوم اس كے اوپر سے گزر كيا ہو۔⁸⁰

11/9 كے واقعہ پر پاڪستان كے اس وقت كے صدر جنرل پرويز مشرف اپنى كتاب ”سب سے پہلے پاڪستان“ ميں لکھتے ہيں:

اگلى صبح جب ميں گورنر ہاؤس ميں ايك اہم ميٹنگ كى صدارت كر رہا تھا تو ميرے ملٹرى سيكرٹرى نے آكر كہا كہ امريكى وزير خارجہ جنرل كولن پاؤل (Colin Powell) ٹيلى فون پر ہيں۔ ميں نے جواب ديا كہ ميں انہيں بعد ميں ٹيلى فون كر لوں گا ليكن ملٹرى سيكرٹرى نے اصرار كيا كہ ميں ميٹنگ چھوڑ كر باہر آؤں اور ٹيلى فون پر بات كروں۔ پاؤل نے صاف صاف كہا كہ ”يا تو آپ ہمارے ساتھ ہيں يا ہمارے خلاف“۔⁸¹

مزيد آگے امريكى دھمكى كو يوں بيان كرتے ہيں:

اگلے دن جب ميں اسلام آباد ميں تھا تو ڈى جى آئى ايس آئى (DGISI) كا، جو اس وقت واشنگٹن ميں تھے فون آيا اور انہوں نے مجھے امريكين ڈپٲى سيكرٹرى آف اسٲيٹ رچرڈ آر ميچ (Richard Armitage) كے ساتھ ملاقات كے بارے ميں بتايا۔ آر ميچ نے انتہائى غير سفارتى الفاظ ميں جو ميرے خيال ميں پہلے كبھى اس طرح نہيں بولے گئے ہوں گے كولن پاؤل كے الفاظ دہرائے اور ڈى جى سے كہا كہ ”نہ صرف ہمیں يہ فيصلہ كرنا ہے كہ ہم امريكہ كے ساتھ ہيں يا دہشت گردوں كے، بلكہ ہم نے اگر دہشت گردوں كا ساتھ دينے كا فيصلہ كيا تو ہم بارى كر كے ہمیں پتھر كے دور (stone age) ميں واپس بھيج ديں گے۔“ يہ انتہائى واضح دھمكى تھى اور يہ بھى ظاہر تھا كہ امريكہ نے جواب دينے كا اور بہت سخت جواب دينے كا فيصلہ كر ليا تھا۔⁸²

سابق صدر پرويز مشرف كے اس بيان پر مس كيرن آر مسٲرانگ اور اُن كے ہم خيال لوگ جارج ٹيٹ كا يہ حوالہ بھى دے سكتے ہيں كہ جارج ٹيٹ لکھتا ہے:

I seriously doubt, however, that Rich actually threatened to "bomb Pakistan back to the stone age."⁸³

تا هم مجھے سنجيد گى سے اس امر كا يقين نهى هے كه رچ نه بمبارى كر كه پاكستان كو پتھر كه زمانے ميں دھكلنے جيسى كوئى دھمكى دى هو گى جيسا كه جنرل محمود نے ميئنہ طور پر بعد ميں صدر مشرف كو بتايا تها۔⁸⁴

عزيزان گرامى!

ان عبارات سے اتنا تواضع هو گيا كه مسلم دنيا كه حكمرانوں كو دھونس اور دھمكى كه ذريعے سے اپنے مطلب اور مقاصد پورے كيے جاتے هيں اور اگر نهىں تو بهى يه تو ثابت هو يه گيا كه مسلم دنيا كه حكمران شاه سے زياده شاه كه وفادار هيں۔

اگر ان لوگوں نے عقيدہ ناموس رسالت كو اسلام كه بنيادى عقائد كه خلاف قرار دے بهى ديا تو هميں اس سے كوئى فرق نهىں پڑتا اور نه هى اس سے همارے دين پر كوئى آنچ آتى هے۔ عهد رسالت سے لے كر آج تك همارے اسلاف نے اپنا خون جگر جلا كر تاريخ كه صفحات پر عقيدتوں كه ايسے چراغ روشن كيے هيں جو تاقىامت اُمت مسلمة كى رهنماى كرتے رهيں گے۔

جارج مئيت پاكستانى صدر پرويز مشرف كه حوالے سے لكھتے هيں:

assuming we could win Musharrafs cooperation⁸⁵

هم نے فرض كر ليا تها كه صدر مشرف هم سے تعاون پر تيار هو جائىں گے۔⁸⁶

مزيد آگے لكھتے هيں:

After a few pleasantries, I explained to President Musharraf that I had been dispatched by the U.S president to deliver some very serious information to him. I launched into a description of the campfire meeting between Usama bin Ladin al-Zawahiri and the U.T.N leaders. "Mr. President, "I said, "you can not imagine the outrage there would be in my country if it were learned that Pakistan is coddling scientists who are helping Bin Ladin acquire a nuclear weapon. Should such a device ever be used, the full fury of the American people would be focused on whoever helped al-Qa'ida in its cause."⁸⁷

چند خوش گوار باتوں كه بعد ميں نے صدر مشرف پر واضح كيا كه مجھے امريكه كه صدر نے بعض بهت سنجيده اطلاعات ان تك پہنچانے كه ليے بهيجا هے۔ ميں نے يوئى اين كه ليڈروں اور اسامه بن لادن اور ايمن الظواهرى كه درميان هونے والى ملاقات كه بيان سے آغاز كيا۔ ميں نے كها: ”مسٹر پريزيڈنٹ! اگر يه پتا چل جائے كه پاكستانى بن لادن كو نيوكلير هتھيار حاصل كرنے ميں مدد دينے والے سائنس دانوں كه ساتھ نرم برتاؤ

کر رہے ہیں تو میرے ملک میں اتنا غصہ پھیلے گا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کوئی ہتھیار استعمال کیا گیا تو امریکہ عوام کا پورا غضب القاعدہ کے اس کاز میں حمایت کرنے والوں پر مرکوز ہو گا۔⁸⁸

یہی جارج ٹینٹ آگے سابق پاکستانی صدر پرویز مشرف کو احکامات یا اقدامات دینے کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"Let me tell you, sir, "I said, "what steps we need to take. "I laid out a series of steps that required immediate action. I counseled him to look at certain elements in the Pakistani military and intelligence establishment. In addition to asking for a more vigorous investigation of UTN, I suggested it might be a good time for Pakistan to perform a thorough inventory of its nuclear material. If any had gone missing, both and I needed to know.

"Can I report to President Bush that we can count on you?" I asked. "Yes, of course," he replied.⁸⁹

میں نے کہا: ”سر میں آپ کی اجازت سے آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ کون کون سے اقدامات اٹھائے جانے ضروری ہیں۔“ میں نے فوری ایکشن کے لیے ضروری اقدامات سے انہیں آگاہ کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ یوٹی این کی مزید کڑی تفتیش کروائیں۔ میں نے کہا یہ اچھا موقع ہے کہ پاکستان اپنے نوکلیر مواد کا مکمل جائزہ لے۔ میں نے پوچھا کیا میں صدر بش کو رپورٹ دوں کہ ہمیں آپ کا تعاون حاصل ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں! یقیناً۔⁹⁰

9/11 کے بعد مجبور پاکستانی صدر کے بارے میں لکھتے ہیں:

Pakistan's president Musharraf had heroically stepped up in the aftermath of 9/11 and helped us fight al-Qa'ida and the Taliban. Now I was about ask him to help take on a man who had, almost single-handedly, turned Pakistan into a nuclear power and was viewed as a national hero in his country.⁹¹

9/11 کے بعد پاکستان کے صدر مشرف نے ہماری مدد کرنے کا ہیروانہ اقدام اٹھایا تھا۔ انہوں نے القاعدہ اور طالبان سے لڑنے میں ہماری مدد کی۔ اب میں اُن سے ایک ایسے شخص کے متعلق مدد مانگنے جا رہا تھا جس نے تقریباً یکا و تنہا پاکستان کو ایک ایٹمی طاقت بنا دیا تھا اور جسے اپنے ملک میں ایک قومی ہیرو مانا جاتا تھا۔⁹²

ڈاکٹر عبدالقدیر خان جو اہل صلیب کی آنکھوں میں ہمیشہ خار بن کر کھٹکتے رہے کہ انہوں نے ایک اسلامی ملک کو کیونکر ایٹمی طاقت بنادیا ان کے خلاف کاروائی نہ کرنے پر خاموش دھمکی کس طرح دی، لکھتے ہیں:

"Mr. President," I said, "if a country like Libya or Iran or, God forbid, an organization like al Qa'ida, gets a working nuclear device and the world learns that it come from your country I'm afraid the consequences would be devastating."

I suggested a few steps we could take jointly to find out the full extent of Khan's corruption and to it once and for all.

President Musharraf asked a few questions and then simply said, "Thank you, George; I will take care of this."⁹³

میں نے کہا مسٹر پریزیڈنٹ! اگر لیبیا یا ایران جیسا کوئی ملک یا خدا نخواستہ القاعدہ جیسی کوئی تنظیم ایک کارآمد نیوکلیر ڈیوائس حاصل کر لے اور دنیا کو پتا چلے کہ یہ اسے آپ کے ملک سے حاصل ہوا ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ نتائج تباہ کن ہوں گے۔ میں نے چند اقدامات تجویز کیے جنہیں خان کی کرپشن کو پوری طرح بے نقاب کرنے اور اس کو ہمیشہ کے لیے روکنے کے لیے ہم مل کر قدم اٹھا سکتے تھے۔

صدر مشرف نے چند سوالات پوچھے اور پھر کہا تھینک یو جارج! میں اس معاملے کو دیکھوں گا۔⁹⁴

اجاب من!

جارج ٹینٹ کے اقتباسات آپ نے ملاحظہ کیے John Perkins جو Economic Hitmen معاشی غارت گر کہلاتے ہیں اور عرصہ دراز تک استعماری قوتوں کے لیے کام کرتے رہے، اپنی کتاب The Secret History of the American Empire میں کئی اہم انکشافات کیے ہیں۔ کتاب کے مترجم محمد یحییٰ خان اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

جان پرکنز نے اس ایک قطبی دنیا میں امریکی استعمار کے دو خاص حربوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک حربہ وہ گروہ ہے جنہیں اس نے "Economic Hitmen" (EHMs) کا نام دیا ہے اور وہ خود بھی ان میں رہ چکا ہے اور دوسرا حربہ وہ ہے جسے "گیدڑوں (Jackals)" کے ذریعے بروئے کار لایا جاتا ہے۔

اؤل الذكروه كارندے هیں جوان ممالك كے اندر جاك حكومت كے اىوانوں، صنعت كاروں، منصوبه سازوں اور عوامى نمائنده اداروں ميں گھومتے پھرتے هیں۔ انھیں سبز باغ دکھاتے هیں، انھیں رشوتیں پيش كرتے هیں، جن ميں خوب صورت عورتیں بهى شامل هوتى هیں۔ اگر يه گروپ كامياب هو جائے تو مقصد ”دوستى دوستى“ ميں هى پورا هو جاتا هے اور سادہ لوح شكار آسانى سے دام تزويز ميں پھنس جاتا هے۔

يه حربہ ناكام هو جائے تو كام گيدرؤں كى فوج سنبھال ليتى هے جو هنگامے كراتى اور راھ كى ركاوٹیں ”هٹاتى“ هے خواه كسى كو پُر اسرار موت كى نيند سلانا هو يا حادثہ كروانا پڑے اور اگر يه بهى ناكام هو جائے تو زمينى فوجى اڈوں اور ساحلوں كے قريب منڈلانے والے ائر كرافٹ كيرير سے فوجيں اندر داخل هو جاتى هیں۔ جس كى تازہ مثالیں عراق اور افغانستان هیں۔⁹⁵

جان پر كزايے هى ايك گيدر بريٹ كے اعتراف كويوں نقل كرتے هیں:

ميں ايك صدر كے دفتر ميں گيا جو دوروز پہلے منتخب هو اتھا اور اسے مبارك باد دى۔ وه ايك بڑے سائز كے ڈيسك كے پيچھے بيٹھا اتھا۔ اس نے مجھے ديكھ كر چوڑے دھانے والى چيشائز كى بلى كى طرح دانت كنوستے هوئے مير اخير مقدم كيا۔

ميں نے اپنا باياں هاتھ اپنى جيڪٹ كى ميں پاكت ميں ڈالا اور كها مسٽر پريزيڊنٹ ميرے پاس آپ كے اور آپ كى فيملى كے ليے تقريباً ايك كروڑ ڈالر هیں بشرطيكه آپ يه گيم كھيلنے كے ليے۔۔۔ آپ جانتے هى هیں همارے دوستوں كے ساتھ مهربانى كا سلوك كريں۔ وه تيل كمپنياں چلار هے هیں۔ اپنے انكل سام كى اچھى طرح خاطر مدارات كيجيے گا۔ پھر ميں چند قدم اور قريب هو اپنا داياں هاتھ دوسرى پاكت ميں ڈالا۔ ذرا جھك كر اُس كے چهرے سے بالكل قريب هو كر سرگوشى كى۔ ادھر ميرے پاس ايك گن اور گولى هے جس كے اوپر آپ كا نام لكها هو اھے۔۔۔ اگر آپ نے اپنے انتخابى وعدے پورے كرنے كا فيصله كر ليا تو۔۔۔

پھر ميں پيچھے هٹ كر بيٹھ گيا اور اس كے سامنے اُن صدور كى فھرست پڑھنا شروع كر دى جو قتل كر ديئے گئے تھے يا اُن كا تحنہ اُلٹ ديا گيا اتھا كيونكه انھوں نے اپنے انكل سام كى حكم عدولى كى اور اكڑ دكھانے لگے تھے۔ ان ميں ڈايم سے لے كر ٹوريجو تيك شامل هیں۔۔۔ آپ كو اس روٹين كا تو پتہ هے هى۔ اور وه پيغام كو سمجھ گيا۔⁹⁶

مزيد آگے لكھتے هیں:

كوئى صاحب شعور شخص كسى سربراھ مملكت كو اس وقت تيك قتل نھيں كر تا جب تيك وه اُس سے اپنى بات منوانے كے ليے كوششیں كر كے عاجزنہ آچكا هو۔ كوئى سياستدان يا سى آئى اے ايجنٹ آسانى سے اس كام پر آمادہ نھيں هوتا حتى كہ مافيا كا بے ضمير اور بے حس كارندہ بهى ايسا نھيں كرتا۔ يه بے حد خطرناك اور غليظ حركت هوتى هے۔ اس ميں غلطى كے امكانات بهى بهت هوتے هیں۔ اس كام پر معمور شخص پہلے اپنے قاصد يا ايلچى بھيجتا هے۔ وه بھارى رشوت پيش كر كے ديكھتا هے۔ اگر اس سے كام نہ نكلے تو بغاوت سے ڈرايا جاتا هے، پھر بهى بات نہ مانى جائے تو قتل كر اديا جاتا هے۔

جب مجھے ايسے مشنوں پر بھيجا جاتا تو ميں بريٲ كى به نسبت زياده محتاط ھوا كرتا تھا۔ ميں ھميشه يہ مفروضہ قائم كر ليتا كہ سركارى دفاتر ميں خفيہ ٲيپ ريكارڈز نصب ھوتے ھيں اور وہ ھر قسم كى گفتگوؤں كو محفوظ كر ليتے ھيں۔ تا ھم ديئے جانے والے پيغام كے معنى وہى ھوتے۔ صدر كے ليے شك كى كوئى گنجائش نہيں چھوڑى جاتى، اُسے بتا ديا جاتا كہ اكر وہ ھمارے ساتھ تعاون كرے گا تو برسر اقتدار رہے گا اور دولت مند ھوتا چلا جائے گا، ورنہ اُسے اتار كر پھينك ديا جائے گا۔ خواہ زندہ رہے يا مارا جائے۔⁹⁷

ان ھوش ربا انكشافات كے بعد قارئين پر يہ حقيقت عياں ھو گئى ھو گى كہ اسلامى ممالك كے حكام انوں نے سلمان رشدى كے خلاف فتوے كو كيوں اسلامى تعليم سے متصادم قرار ديا ھو گا۔

دوسرى بات جو كيرن آر مسٲر انگ نے لكھى وہ يہ كہ سعودى عرب كے شيوخ نے بھى سلمان رشدى كے قتل كے فتوے كے خلاف فيصلہ ديا۔ مس كيرن! سعودى عرب يقيناً مسلمانوں كے ليے مقدس مقام ھے مكر وہاں كى حكومت كوئى مقدس گائے نہيں جس كے ھر حكم كو درست مان ليا جائے۔ دوسرا يہ كہ امريكى دباؤ سے سعودى عرب بھى عليحدہ نہيں ھے۔
ايم اے سلوى لكھتے ھيں:

سعودى حكام امريكى دباؤ بڑھنے پر بات مان گئے۔ اس كى مثال يہ ھے كہ انھوں نے 2003 كے اوائل ميں الحرين سے متعلق غير رسمى نوعيت كے سپر زشائع كر ديئے۔⁹⁸

سعودى حكومت آل سعود كى ھى اولاد ميں سے ھے جسے برطانيہ نے خلافت عثمانىہ كو تاراج كرنے كے ليے استعمال كيا اور اس كے بعد اس كو اقتدار دے ديا۔

جان پر كتر لكھتا ھے:

ھم معاشى غارت گر اس بات سے خوب آگاہ تھے كہ كسى بھى منصوبے كے ليے سعودى عرب ايك كليدى حيثيت ركھتا ھے كيونكہ اس كے تيل كا ذخيرہ كسى بھى ملك كے ذخيرے سے زيادہ ھے جس كى بنا پر وہ ”اوپيك“ كو كنٲرول كرتا ھے۔ جبكہ سعودى شاھى خاندان كے كئى افراد اپنے كردار كى خاميوں كى وجہ سے ھمارے قابو ميں آسكتے تھے۔ مشرق وسطىٰ كے دوسرے بادشاھوں كى طرح سعودى بھى نو آبادياتى نظام كى سياست سے بجنوبى واقف تھے۔ آل سعود كو بادشاھت دلوانے ميں برطانيہ كا جو كردار تھا وہ كسى سے ڈھكا چھپا نہيں تھا۔⁹⁹

يقيناً ان اقتباسات كے بعد مس كيرن آر مسٲر انگ كو يہ تسلى ھو گئى ھو گى كہ اسلامك كانفرنس ميں ركن ممالك كے ان بيانات كے پچھے كس كا ہاتھ ھو سكتا ھے اور ان كا سہ ليسوں كے بيانات و قرارداد كى مسلمانوں ميں كيا حيثيت ھے۔ ملت اسلامىہ ايسے لاتعداد بيانات كو خاطر ميں نہيں لاتى جو اس كے بنيادى عقائد پر ضرب لگاتے ھوں اور جو ھمارے اسلاف كى روشن تحريروں اور كارناموں پر تنقيد كرتے ھوں۔

اندلس ميں تحريكِ شائمين رسول اور كيرن آر مسٲر انگ:

کیرن آر مسٹر انگ اندلس میں اٹھنے والی عیسائی تحریک، تحریکِ شاتمین رسول سے وابستہ پادری پرفیکٹس (Perfectus) کے بارے میں لکھتی ہیں:

In 850 a monk called prefectus went shopping in the souk of Cordova, capital of the Muslim state of al-Andalus. Here he was accosted by a group of Arabs who asked him whether Jesus or Muhammad was the greater prophet. Perfectus understood at once that it was a trick question, because it was a capital offence in the Islamic empire to insult Muhammad, and at first he responded cautiously, But suddenly he snapped and burst into a passionate stream of abuse, calling the prophet of Islam a charlatan, a sexual pervert and Antichrist himself. He was immediately swept off to goal.¹⁰⁰

۵۸ء میں پرفیکٹس Perfectus نامی عیسائی راہب اندلس کی اسلامی مملکت کے دارالحکومت قرطبہ کے ایک بازار میں خریداری کر رہا تھا کہ عربوں کے ایک گروپ سے اس کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ ان عربوں نے اس عیسائی راہب سے سوال کیا کہ آیا عیسیٰ علیہ السلام بڑے پیغمبر تھے یا حضرت محمد (ا)؟ پرفیکٹس فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مکروفریب پر مبنی ہے کیونکہ کسی اسلامی ریاست میں حضرت محمد (ا) کی توہین کرنے کے جرم کی سزا موت ہے۔ چنانچہ اس نے پہلے تو بڑی احتیاط کے ساتھ سوال کا جواب دیا لیکن پھر وہ اچانک جوش میں آ گیا اور حضور کو گالیاں دینے لگا (نعوذ باللہ.... مترجم) اور پیغمبر اسلام کو نبوت کا جھوٹا مدعی، جنسی اعتبار سے کج رو اور عیسیٰ کا دشمن کہنے لگا (نعوذ باللہ، نقل کفر، کفر نباشد.... مترجم) چنانچہ اس راہب کو پکڑ کر قید خانے میں بند کر دیا گیا۔¹⁰¹

کیرن صاحبہ نے یہ اقتباس، یقیناً ڈوڑی کی کتاب سے لیا ہے اور ڈوڑی کے بارے میں ظفر اقبال کلیار لکھتے ہیں:

ڈوڑی اگرچہ تاریخ نگاری میں اپنی مثال آپ ہے مگر وہ بھی مسلمانوں سے تعصب برتتا ہے اور اس کا انداز بیان نہایت جگر خراش ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں پر ٹوٹنے والے مظالم کی اس نے صحیح تصویر کشی بھی نہیں کی۔ اُس نے ہر الزام مسلمانوں کے سر تھوپا ہے۔¹⁰² مس کیرن آر مسٹر انگ نے پادری پرفیکٹس کے حوالے سے لکھا کہ وہ جانتا تھا توہین رسالت کی سزا موت ہے اور مسلمانوں کا سوال مکروفریب پر مبنی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مکروفریب کو بھی جانتا تھا۔۔۔ توہین رسالت کی سزا سے بھی آگاہ تھا۔۔۔

پھر وہ اچانک جوش میں کیوں آ گیا؟

کیا اس کے سینے میں پیغمبر اسلام کے خلاف تعصب کا لاوا پہلے ہی اُبل رہا تھا؟

یا اندلس کے مسلمان اچھے لوگ نہیں تھے؟
یا اندلس کے مسلمانوں کے عیسائیوں سے تعلقات خراب تھے؟
یقیناً مسلمان اچھے لوگ تھے جیسا کہ آپ خود لکھتی ہیں:

Where Christian-Muslim relation were normally good. Like the Jews, Christians were allowed full religious liberty within the Islamic empire and most Spaniards were proud to belong to such an advanced culture, light years ahead of the rest of Europe.¹⁰³

قرطبہ میں یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا کیونکہ وہاں عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات عام طور پر بہت اچھے تھے۔ مسلمانوں نے اپنی سلطنت میں یہودیوں کی طرح عیسائیوں کو بھی مکمل آزادی دے رکھی تھی اور اسپین کے باشندے ایک ایسے ترقی یافتہ معاشرے کے فرد کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے جو باقی یورپ کے مقابلے میں کئی صدیاں آگے تھے۔¹⁰⁴
عزیزانِ گرامی!

جب مسلمان اچھے لوگ تھے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ متعصب پادری اور اس کے ہم نوا تعصب و حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔
پروفیسر آئی ایچ برنی، لین پول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی رسوم آزادی کے ساتھ انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں اس کا نتیجہ برعکس نکلا۔ اندلس کے پادری کلیساؤں کے عہدِ رفتہ کے اقتدار کو پھر بحال کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کے اقتدار نے اُن کی مذہبی بے راہ روی کو ختم کر دیا تھا لیکن مسلم حکومت کی رواداری سے اُن کو اس بات کا موقع نہ مل سکا کہ وہ عیسائی رعایا کے جذبات کو بھڑکاسکیں۔ چنانچہ اب انہوں نے یہ رخ اختیار کیا کہ غالی عیسائیوں کی ایک جماعت میں یہ خیالات پیدا کیے کہ مذہب کی اصل روح ریاضت اور تکلیف اُٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے حکمرانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر کے اپنے جسم اور گوشت پوست کو تکالیف پہنچائی جائیں تاکہ روح کا تزکیہ ہو سکے اور گناہوں کی تلافی بھی ہو۔ اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک خاندانی راہب یولو جیس (Euloguis) تھا۔ وہ اپنی مشقت، مجاہدہ اور راہبانہ طرزِ زندگی کی وجہ سے عیسائیوں میں عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔ اُس نے چند نوجوان فدائی تیار کیے کہ اپنی روح کو پاک کریں اور دین اسلام اور اس کے بانی اکو برا کہیں۔ اسلامی قانون کی رو سے ایسا کرنے والے کی سزا قتل تھی۔ چنانچہ حکومت اس کے بدلے میں انہیں گرفتار کر لے گی جو عین سنتِ عیسیٰ ہے اور وہ اپنی جانوں کو قربان کر کے شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیں گے۔ یولو جیس کی یہ تحریک کامیاب نہ ہوتی اگر قرطبہ کا ایک دولت مند نوجوان الوارو (Alvaro) اور ایک حسین دوشیزہ فلورا اس میں شریک نہ ہوتے۔ فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ باپ کا انتقال ہو گیا تھا، ماں

نے بچوں کو تعلیم و تربیت دلائی۔ فلوراکا بھائی تو اسلام پر قائم رہا لیکن ماں نے فلورا کو عیسائیت کی درپردہ تعلیم دی تھی۔ یولو جیس کی تبلیغ اور انجیل کے مطالعہ نے فلورا کے عیسائی جذبات کو بھڑکا دیا اور وہ بھاگ کر عیسائیوں کے پاس پناہ گزیں ہو گئی۔ جب اُس کے فرار کی ذمہ داری عیسائی پادریوں پر ڈالی گئی اور ان پر سختی کی گئی تو فلورا واپس آگئی اور اپنے عیسائی ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔ بھائی نے اس کو بہت سمجھایا اور ڈرایا مگر بے سود۔ چنانچہ معاملہ شرعی عدالت میں آیا اور قاضی نے اُس کے دڑے لگوائے اور اس کو گھر واپس کیا کہ وہ اسلام کی تعلیم حاصل کرے۔ گھر واپس آنے کے کچھ دن بعد فلورا پھر بھاگ کر کسی عیسائی کے ہاں روپوش ہو گئی۔ یہاں پہلی مرتبہ اس کی ملاقات یولو جیس سے ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ دونوں کے دلوں میں مسیحی رشتوں کی معصوم اور پاک محبت پیدا ہو گئی لیکن فلورا کے حسین ہونے کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ فلورا نے اس کو مسیحی رشتے کی پاک محبت سمجھا ہو تو خیر ورنہ یولو جیس درحقیقت اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اُس کے تاثرات جو پہلی ملاقات کے بعد ہوئے اُن سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

”اے مقدس بہن تو نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ تو نے مجھ کو اپنی وہ گردن دکھائی جو دُڑوں کی چوٹ سے پاش پاش ہو چکی تھی اور وہ خوب صورت لٹیں کاٹ دی گئی تھیں جو کبھی اس پر لٹکا کرتی تھیں۔ یہ اس لیے کہ تو نے مجھے اپنا روحانی باپ سمجھا اور تو نے مجھے اپنی طرح پارسا اور مخلص یقین کیا۔ میں نے ان زخموں پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا۔ میں نے چاہا کہ میں انہیں اپنے لبوں سے اچھا کر دوں۔ کیا میں جسارت کر سکتا تھا..... جب میں تجھ سے جدا ہوا تو اس شخص کی مثل تھا جو خواب میں چہل قدمی کرتا ہو اور نہ ختم ہونے والی آہ وزاری کرتا ہو۔“

اب اس تحریک کی تعلیمات کا عملی نتیجہ شروع ہوا۔ ایک شخص پادری پر فیکٹس نے عین عید کے دن مسلمانوں کے مجمع میں گھس کر اسلام اور بانی اسلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ مسلمان مشتعل ہو گئے اور اُس کو مار ڈالا۔ قرطبہ کا پادری اُس کی لاش کو اٹھا کر لے گیا اور عیسائیوں کی طرف سے اس کو ولی کا درجہ عطا ہوا۔ اُسی دن دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس کو عیسائیوں نے خدائی انتقام قرار دیا۔ پھر اسی سال عبدالرحمن اوسط کے خاص خادم نصر کی موت آئی اور اسے مسلمانوں سے خدا کا دوسرا انتقام قرار دیا گیا۔

ایک دوسرے پادری اسحاق (Isaac) نے قاضی عدالت کے سامنے اسلام کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ قاضی نے طمانچہ مار کر تنبیہ کی تو جواب دیا کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین داری کے لیے ستائے جاتے ہیں۔ آسمان کی بادشاہت ان ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ اپنے کیے کی سزا پائی اور عیسائیوں میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا۔

اس کے بعد قصر شاہی کے ایک پہرے دار سینکو کے دماغ میں یہ سودا سایا اور شان رسالت مآب امیں گستاخیاں کیں اور قتل ہوا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا اور ۷۳۲ھ / ۱۵۸ء کے سال میں گیارہ عیسائیوں نے اپنی گند ذہنی اور بد زبانی کو نجات کا ذریعہ بنا کر اپنی جانیں ضائع کیں۔

لین پول کا یہ بیان ہے ”اگرچہ گیارہ آدمیوں نے اپنی جانیں اس احمقانہ تحریک کے لیے دیں لیکن پھر بھی قرطبہ کے عیسائیوں کی اکثریت نے اس کو ناپسند کیا۔ چنانچہ تحریک پادریوں سے نکل کر عوام میں مقبول نہ ہو سکی۔ سمجھدار عیسائیوں نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ طرزِ عمل کو یاد دلایا اور سمجھایا کہ مسلمان اپنی وسعتِ قلب کے باوجود اس بدزبانی کو برداشت نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں ایسی خود کشی عیسائیت کے نقطہ نظر سے جائز نہیں۔ انجیل مقدس کی یہ تعلیم بھی ہے کہ ”بدزبانی کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوں گے“ یولو جیسے اعتراضات کے جوابات دیتا رہا۔ لیکن پھر بھی متعصب پادریوں کے علاوہ کوئی اور اس کا ہم نوا نہ بن سکا یہاں تک کہ پادریوں نے بھی اس تحریک کی مخالفت شروع کر دی۔ اشبیلہ کے اسقف اعظم نے ایک مجلس میں اس تحریک کی مذمت کی۔ اس کے بعد اس تحریک کے سرگرم ارکان قید کر لیے گئے۔ بظاہر یہ تحریک بڑی حد تک دب گئی لیکن اتفاق سے فلوراک کی ملاقات اسحاق پادری کی بہن میری سے ہوئی جس نے ایک بار پھر اُس کو آسمانی بادشاہت میں جانے کے لیے تیار کر لیا۔ چنانچہ دونوں لڑکیاں قاضی کے سامنے آئیں اور شانِ رسالت میں گستاخی کرنا شروع کی۔ قاضی نے پہلے تو بار بار منع کیا پھر قید کر کے جیل خانہ بھیج دیا کہ شاید جوش ٹھنڈا ہو جانے کے بعد راہِ راست پر آجائیں۔ قید خانہ میں یولو جیسے بھی موجود تھا اُس نے ان دونوں کو اپنے مقصد میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور فلوراک کے لیے شہادت کے فضائل پر ایک رسالہ بھی لکھا۔ یہ دونوں لڑکیاں اپنے عزم پر قائم رہیں اور 24 نومبر 851ء / 237ھ میں قتل کر دی گئیں۔¹⁰⁵

اس جنونی تحریک کا اصل بانی یولو جیوس تھا۔ یولو جیوس کون تھا؟ اس کا خاندانی پس منظر کیا تھا؟
پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی لکھتا ہے:

Eulogius belonged to an old Cordovan family equally distinguished for its devotion to Christianity and its hatred of Islam. The grandfather of Eulogius, bearing the same name, when he heard the muezzins announcing from their minarets the hours of prayer, used to cross himself and chant the words of the Psalmist : " Keep not thou silence,O God : hold not thy peace ! For, lo, thine enemies make a tumult : and they that hate thee have lifted up the head." ^Great, however, as was the aversion of the family to Musulmans, Joseph, the youngest of the three brothers of Eulogius, held an official post under the Government, while the other two followed commercial pursuits ; a sister named Anulo, however, took the veil, and Eulogius himself had been destined for the tonsure from his youth. Becoming a pupil of the priests of the church of S. Zoilus,^ he

studied night and day with such assiduity that he soon outstripped not only his fellow-pupils, but also his teachers.

يولويوس ايك بهت پرانے قرطبي خاندان كا آدمى تھا۔ يہ خاندان جس قدر عيسائى مذہب سے شغف ركھتا تھا اسى قدر اسلام سے عداوت ركھنے ميں مشهور تھا۔ يولويوس كا دادا جس كا نام بهى يولويوس ہى تھا۔ جس وقت مسجد كے مينار سے اذان كى آواز سنتا تھا تو اپنے جسم پر نشانِ صليب بناتا تھا اور داؤد نبى كا يہ زبور گانے لگتا تھا: اے خدا! چپ نہ ہو، اے خدا! چين نہ لے، كيونكہ ديكھ تيرے دشمن اودھم مچاتے ہيں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے كينہ ركھتے ہيں سر اٹھايا ہے اگرچہ يولويوس كا خاندان مسلمانوں كا بڑا دشمن تھا مگر اس كے تين بھائيوں ميں سے سب سے چھوٹا بھائى جوزف اسلامى حكومت كا ملازم تھا، دو بھائى تجارت كرتے تھے، ايك بہن تھى جس كا نام انولو تھا، يہ كسى دير راہبات ميں راہبہ ہو گئى تھى۔ يولويوس كى تعليم شروع ہى سے اس غرض سے ہوئى تھى كہ پادري بنے۔ خانقاہ شنت زولوس كے پادريوں كى شاگردى ميں اُس نے دن رات اس قدر محنت كى كہ اپنے ہم مكتبوں ہى سے نہيں بلكہ استادوں سے بهى بڑھ كيا۔¹⁰⁷

يولويوس مزيد آگے بڑھنے كے ليے راہبوں كے امير اسپراء كے درس ميں شريك ہونے لگا۔ اسپراء خود بهى اسلام سے سخت تعصب ركھتا تھا۔ اُس نے اسلام كے رد پر ايك كتاب لكھى تھى۔ اسپراء كى صحبت ميں يولويوس كا اسلام كے خلاف تعصب و عداوت كچھ اور بهى بڑھ كيا، جيسا كہ ڈوزى لكھتا ہے:

This zealous divine acquired a commanding influence over the young Eulogius, and it was the Abbot who instilled into his mind that life-long and implacable hatred of Islam which characterised his pupil.¹⁰⁸

اسپراء نے نوجوان يولويوس پر اپنا بہت اثر پہنچايا اور اسى رئيس راہبان نے اس كے دل ميں اسلام كى طرف سے وہ عداوت پيدا كى جو بعد ميں يولويوس كى طبيعت كا خاصہ ہو گئى۔¹⁰⁹

يولويوس بهى اپنے انجام كو پہنچا جب اُسے ايك اور دوسرے جرم ميں تازيانے كى سزا سنائى گئى تو اُس نے اس كو اپنے ليے بے عزتى سمجھا جيسا كہ ڈوزى لكھتا ہے:

Since proselytism, to which Eulogius thus pleaded guilty, was not a capital offence, the Kady merely condemned him to be beaten. Eulogius instantly made up his mind. Perhaps his resolution was due rather to pride than to courage, but he decided that it was a hundred times better for such a man as himself to seal with his blood his life-long principles than to submit to an ignominious

punishment.' Whet thy sword ! " he cried to the Kady : " restore my soul to its creator; but think not that I will permit my body to be torn with the lash !"

Thereupon he poured forth a torrent of imprecations against the Prophet. He expected to be instantly condemned to death ; but the Kady, who respected him as the primate elect of Spain, did not venture to assume so great a responsibility, and sent him to the palace in order that the V^iziers might decide his fate. ¹¹⁰

یولویوس نے قاضی کا حکم سنتے ہی اپنے دل کا ارادہ مضبوط کر لیا۔ اُس ارادے کی وجہ ہمت اتنی نہ تھی جتنا غرور تھا۔ یولویوس نے فیصلہ کر لیا کہ تازیانے کی بے عزت کرنے والی سزا برداشت کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہو گا کہ جن اصولوں کا عمر بھر سے پابند چلا آیا ہے اُن کی تصدیق اپنی جان سے کرے۔ چنانچہ اُس نے فوراً قاضی سے پکار کر کہا قاضی اپنی تلوار تیز کر میری روح کو اس کے خالق کے پاس روانہ کر اس خیال میں نہ رہ کہ میں کوڑوں سے اپنی پیٹھ کی کھال اُدھڑا دوں گا۔

اتنا کہہ کر اب اس پادری نے مسلمانوں کے پیغمبر کی نسبت نہایت سخت بے ادبی کے الفاظ کی بوچھاڑ کر دی وہ سمجھتا تھا کہ اس دُشنام دہی کے بعد وہ فوراً قتل کر دیا جائے گا لیکن قاضی نے اس خیال سے اس کا لحاظ کیا کہ وہ تمام ملک اسپین کے عیسائیوں کا مطران منتخب ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں اُسے سزائے قتل دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لینی چاہی اور یولویوس کو قصرِ امارت میں بھیج دیا کہ وزرائے سلطنت اس کے بارے میں جو کچھ حکم سنانا ہوسنائیں۔ ¹¹¹

اس کے بعد وزرائے سلطنت نے حقائق و شہادت کے بعد اس کو اس کے کیے کی سزا کے طور پر مقتل روانہ کر دیا۔ ایلویر واور Euologios کی خاموش حمایت کرتے ہوئے کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

Eulogio and Alvaro both believed that the rise of Islam was a preparation for the advent of Anti-christ, the great pretender described in the New Testament, whose reign would herald the Last Days. The author of the second Epistle to the Thessalonians had explained that Jesus would not return until the 'Great Apostasy' had taken place: a rebel would establish his rule in the Temple of Jerusalem and mislead many Christian with his plausible doctrines. The Book of Revelation also spoke of a great Beast, marked with the mysterious number 666, who would crawl out of the abyss, enthrone himself on the Temple Mount and rule the world.6 Islam seemed to these ancient

prophecies perfectly. The Muslims had conquered Jerusalem in 638, had built two splendid mosques on the Temple Mount and did indeed seem to rule the world. Even though Muhammad had lived after Christ, when there was no need for a further revelation, he had set himself up as a prophet and many Christian had apostatized and joined the new religion. Eulogio and Alvaro had in their possession a brief life of Muhammad, which had taught them that he had died in the year 666 the Era of Spain, which was thirty-eight years ahead of conventional reckoning. This late eighth century western biography of Muhammad had been produced in the monastery of near Pamplona on the hinterland of the Christian world, which trembled before the mighty Islamic giant. Besides the political threat, the success of Islam raised a disturbing theological question: how had God allowed this impious faith to prosper? Could it be that he had deserted his own people?

The diatribes against Muhammad uttered by the Cordovan martyrs had been based on this apocalyptic biography. In this fear-ridden fantasy, Muhammad was an impostor and a charlatan, who had set himself up as a prophet to deceive the world; he was a lecher who had wallowed in disgusting debauchery and inspired his followers to do the same; he had forced people to convert to his faith at sword point. Islam was not an independent revelation, therefore, but a heresy, a failed from of Christianity; it was a violent religion of the sword that glorified war and slaughter.¹¹²

ایلویریو Alvaro اور Eulogio دونوں کو یقین تھا کہ اسلام کا عروج نبوت کے جھوٹے مدعی دجال کی آمد کی تیاری ہے جس کا تذکرہ عہد نامہ جدید میں کیا گیا ہے اور جس کی سلطنت قیامت کی نشانی ہوگی۔ Second Epistle to the Thessalonians کے مصنف نے واضح کیا تھا کہ جب تک دنیا میں ارتداد اور الحاد کا عظیم فتنہ برپا نہیں ہوگا اور ایک باغی بیت المقدس کے معبد پر قبضہ کر کے اپنے خوش نما نظریات کے ذریعے بہت سے عیسائیوں کو گمراہ نہیں کر دے گا۔ اس وقت تک عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ ظہور نہیں ہوگا۔ (2-1:4 Thessalonians and Thessalonians 1:4-2) لیکن اس کا مصنف سینٹ پال نہیں تھا۔ یہ خط پال کی وفات کے کئی گھنٹوں بعد لکھا گیا۔ کتاب مکاشفہ میں ایک دیو ہیکل چوپائے کا بھی ذکر کیا گیا (8)

ہے جس پر ۶۶۶ کا پر اسرار ہندسہ لکھا ہو گا وہ ایک غار سے باہر نکل کر خود قبة الصخریٰ پر تخت نشین ہو جائے گا جس کے بعد پوری دنیا پر اس کی شہنشاہیت قائم ہو جائے گی (کتاب مکاشفہ ۹۱: ۹۱) اسلام ان تمام قدیم پیش گوئیوں پر پورا اترتا تھا۔ مسلمانوں نے ۸۳۶ عیسوی میں بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ انہوں نے قبة الصخریٰ پر دو عظیم الشان مسجدیں تعمیر کیں اور پوری دنیا پر ان کی حکمرانی قائم ہو گئی گو کہ حضرت محمد (۱) کا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظہور ہو واجب کسی وحی کی ضرورت نہیں تھی آپ نے ایک پیغمبر کی حیثیت سے اپنا لوہا منوالیا۔ چنانچہ بہت سے عیسائی اپنے مذہب کو چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو گئے ایلویرو اور Eulogio کے پاس آنحضرت کی ایک مختصر سوانح عمری موجود تھی جس سے انہیں معلوم ہوا کہ حضور کی رحلت اسپین کے عیسوی سن کے مطابق ۶۶۶ میں ہوئی تھی جو روایتی گنتی سے ۸۳ سال آگے تھے۔ مغرب میں آٹھویں صدی کے آخر میں لکھی جانے والی آنحضرت کی یہ سیرت مسیحی دنیا میں، جو طاقت ور اسلامی دیو کے سامنے لرزہ بر اندام تھا ورائے ساحل Pamplona کے قریب واقع Leyre کی ایک خانقاہ میں لکھی گئی تھی۔ اسلام کی کامیابی نے ایک سیاسی خطرے کے علاوہ یہ پریشان کن مذہبی مسئلہ بھی کھڑا کر دیا کہ آخر خدا نے اس ناپاک دین کو پھلنے پھولنے کی اجازت کیوں دی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے اپنے لوگوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے؟ قرطبہ کے شہیدوں نے توہین رسالت کا جو ارتکاب کیا اس کی بنیاد سیرت کی یہی کتاب تھی۔ خوف اور دہشت کی فضا میں آنحضرت کا جو خیالی پیکر بنایا گیا اس میں آپ کو (نعوذ باللہ.... مترجم) ایک مکار اور جھوٹا مدعی نبوت کہا گیا جس نے دنیا کو دھوکا دینے کے لیے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا آپ (نعوذ باللہ) ایک شہوت پرست انسان تھے جو نشے میں رہتے اور اپنے پیروکاروں کو بھی یہی کچھ کرنے کی ترغیب دیتے۔ آپ نے تلوار کی نوک پر لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا۔ پیغمبر اسلام پر خدا کی طرف سے الگ وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ایک بدعت و کفر اور عیسائیت کی ناکام شکل ہے۔ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلنے والا تشدد دین ہے جس نے جنگ و جدل اور ذبح کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔¹¹³

قانون ناموس رسالت مستشرقین کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا ہے۔ اُن کو اس بات کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ہمارے قلم جو تحقیق کی آڑ میں گستاخی اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر وار کرتے ہیں، اس قانون کی زد میں نہ آجائیں۔

اجاب من!

کیا توہین رسالت کا قانون صرف مذہب اسلام میں ہی ہے اور دیگر مذاہب میں اُن کے مذہبی پیشواؤں کی شان میں گستاخی کی سزا کچھ اور ہے؟

جی نہیں اُن کے یہاں بھی اُن کے پیشوا کی شان میں گستاخی کی سزا موت ہی ہے۔ چین کے فوجداری قوانین کا مطالعہ کیجیے، آپ پر روشن ہو جائے گا کہ اُن کے مہاتما بدھ کے مجسمے کی توہین کی سزا موت ہے لیکن اس سزا پر مستشرقین اور مستغربین کوئی شور نہیں کرتے۔

بائبل میں توہین انبیاء کی سزا

بائبل مىں بهى ؤوہىن مذہب اور خدا كى ؤوہىن كى سزاموؤ هے جىسا كه اءبار مىں هے:
 اور وه جو خداوند كے نام پر كفر بكے ضرور جان سے مارا جائے۔ سارى جماعت اُسے قؤعى سنگسار كرے خواه وه دىلى هو يا پر دىلى جب وه پاك نام پر كفر
 بكے ؤو وه ضرور جان سے مارا جائے۔¹¹⁴
 لىكن جو شخص بے باك هو كر گناه كرے خواه دىلى هو يا پر دىلى وه خداوند كى اءانت كرتا هے۔ وه شخص اپنے لوگوں مىں سے كاٹ ڈالا جائے كا كىونكه
 اُس نے خداوند كے كلام كى حقارت كى اور اس كے حكم كو ؤوڑ ڈالا، وه شخص بالكل كاٹ ڈالا جائے گا۔¹¹⁵
 دىكھىيے باك هو كر گناه كرنے كى سزامكؤى سءء هے بائبل مىں۔

ؤوہىن سبء كى سزاموؤ

بائبل مىں ؤوہىن سبء كى سزاموؤ هے۔

پس ؤم سبء كو ماننا اس لىے كه وه ؤمهارے لىے مقدس هے جو كوئى اس كى بے حر مؤى كرے وه ضرور مارا ڈالا جائے، جو اس مىں كچھ كام
 كرے وه اپنى قوم مىں سے كاٹ ڈالا جائے۔ چھ دن كام كا ج كىا جائے لىكن ساتواں دن آرام كا سبء هے جو خداوند كے لىے مقدس هے جو كوئى سبء
 كے دن كام كرے وه ضرور مارا ڈالا جائے۔¹¹⁶
 مزىء آگے درج هے:

ساتواں دن ؤمهارے لىے روز مقدس يعنى خداوند كے آرام كا سبء هو۔ جو كوئى اس مىں كام كرے وه مارا ڈالا جائے۔¹¹⁷

عزىزان گرامى!

سبء كى ؤوہىن كس طرء هوؤى هے ؤالمود مىں اس موضوع پر دو باب ؤففىل سے بىان هوئے هىں اُس مىں سے اىك دن حسب ذىل كام
 كرنا ؤوہىن سبء مىں آتا هے اور اس كى سزاموؤ هے، وه كام كىا هىں۔
 قاموس الكؤاب كے مسىءى مصنف اىف اىس خىر الله رقم طراز هىں:

سبء كے دن حسب ذىل 39 كاموں سے منع كىا كىا هے۔ بل چلانا، بىچ بونا، فصل كاٹنا، پو لے باند هنا كا هنا، هوا مىں اُڑنا، صاف كرنا، پىسنا،
 چھاننا، گوند هنا، پكانا، اُون كترنا، اُسے دھونا، اُسے كوٹنا، اُسے رنكنا، اُسے كاٹنا، اُسے بٹنا، اُس كى دو ڈورىاں بنانا، اُس كے دو دهاگے بٹنا، دو دهاگوں
 كو الگ كرنا، كاٹھ لگانا، كاٹھ كھولنا، دو ٹاكنے لگانا، سىنّے كے لىے دو ٹاكنے ؤوڑنا، هر ن پكڑنا، اُسے ذىء كرنا، اُس كى كھال اُٲارنا، اُسے نمك لگانا، اُس كى
 كھال ؤىار كرنا، اُس پر سے بال كھر چنا، اُسے كاٹنا، دو خط لكھنا، دو خط لكھنے كے لىے مٹانا، ؤعمىر كرنا، ڈھانا، بجھانا، آگ جلانا، هؤھوڑے سے كوٹنا اور اىك
 جگه سے دوسرى جگه كسى چىز كو لے كر جانا۔ پھر ان بڑى بڑى باؤوں كى مزىء ؤشرء كى كىى هے جس كى وءه سے سىنكڑوں اور باؤىں نكل آئىں جنهىں
 شرىءء كا پابند اىك يهودى سبء كے دن نهىں كر سكؤا ؤھا۔ مثلاً كاٹھ لگانا اىك عام سى باء هے اس لىے يه بؤانا ضرورى سمجھا كىا كه كون سى كاٹھ لكاى

جاسكتى هے اور كوئى نهى۔ صرف اُسى گانڻھ كو كهولنے كى اجازت تھى جو ايك هاتھ سے كهولى جاسكتى هے۔ عورتىں اپنے زير جاموں، ٲوپى كے فيتوں، كمر بند، جوتى كے تسموں، مے اور تيل كى مشكوں اور گوشت كے برتن كو باندھ سكتى تھىں ليكن رستى سے نهىں۔ سبت كے دن لكھنے كے متعلق مزيد تشرى كى گئى اكر كوئى شخص اپنے دهنے يابائىں هاتھ سے دو خط لكھے تو خواه وه ايك هى قسم كے هوں متفرق روشنائى سے يا مختلف زبان ميں لكھے گئے هوں سبت كے حكم كو ٲوڑنے كا مجرم هے۔ سبت كے دن لكھنے كے بارے ميں مزيد تشرى كى گئى هے اكر وه بهول چوك سے بهى دو خط لكھے تو مجرم هے خواه وه انهيں روشنائى سے، پيٲ سے، سرخ چاك سے، نيلى تھوٲھے سے يا كسى اور چيز سے جو مستقل نشان چھوڑے، لكھے۔ اكر كوئى دو ديواروں پر جو زاويه بناتى هوں يا اپنے بهى كهاتے كى دو تختيوں پر جو ايك ساٲھ پڑھى جاسكتى هوں لكھے تو مجرم هے۔ اكر كوئى اپنے جسم پر لكھے تو مجرم هے۔¹¹⁸

يعنى اكر اُس دن بل چلايا تو اُس دن كى ٲوہين، سزاموت۔۔۔

بيچ بوياتو، سزائے موت۔۔۔

آگ جلاى تو ٲوہين سبت كى پاداش ميں اُس كو كاٲ ڈالا جائے۔۔۔

كوئى چيز گوندھى تو ٲوہين سبت كے قانون كے تحت سنگ سار كيا جائے۔

جنابِ عالىٰ!

جس مذھب ميں اللہ كے دن كى ٲوہين پر اتنا سخت قانون هو تو اللہ كے محبوب كى اھانت پر دنياے استشراف كيوں شور كرنے لگتى هے كه يه

قانون بهت سخت هے۔

عيسائيت ميں ٲوہين عيسى كفر هے اور كفر كى سزاموت۔

مٲى كى انجيل ميں هے:

اور راھ چلنے والے سر ہلا ہلا كر اُس كو لعن طعن كرتے۔¹¹⁹

اسى آيت كے حوالے سے قاموس الڪتاب كا مصنف لكھتا هے:

يادر هے كه يهاں وهى يونانى لفظ استعمال هوا هے جس كا ترجمہ ديكر جگہ كفر هے۔ يعنى يه لوگ كفر كے مر تكب هوئے چونكه موسىٰ، ٲولس اور خداوند مسيح خدا كے نمائندے تھے اس ليے اُن كے خلاف ٲوہين آميز الفاظ خدا كے خلاف كفر كے مترادف تھے اور ان ميں خداوند مسيح كا تو ايك بے مثال كردار تھاكىونكه وه نہ صرف نمائندے بلكه خود مجسم سچائى تھے اس ليے اُن كے اور ان كى تعليم كے خلاف آواز اُٲھانا گويا خدا كى بے عزتى كرنے كے برابر تھ۔¹²⁰

اور بائبل ميں كفر كى سزاموت هے جيسا كه مٲى كى انجيل ميں بهى درج هے:

سردار کاہن نے اُس سے کہا کہ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے۔ یسوع نے اُس سے کہا تو نے خود کہہ دیا بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کے دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر کیا ہے، اب ہم کو گواہوں کی کیا حاجت رہی؟ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے۔¹²¹

یہودیوں نے ایک مسیح مبلغ ستفنس پر موسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام لگایا اور اُسے اس جرم کی وجہ سے قتل کیا گیا جیسا کہ بائبل میں ہے: اس پر انہوں نے بعض آدمیوں کو سکھا کر کہلوادیا کہ ہم نے اس کو موسیٰ اور خدا کے برخلاف کفر کی باتیں کرتے سنا۔ پھر وہ عوام اور بزرگوں اور فقیہوں کو ابھار کر اُس پر چڑھ گئے اور پکڑ کر صدر عدالت میں لے گئے اور جھوٹے گواہ کھڑے کیے جنہوں نے کہا یہ شخص اس پاک مقام اور شریعت کے برخلاف بولنے سے باز نہیں آتا کیونکہ ہم نے اُسے یہ کہتے سنا ہے کہ وہی یسوع ناصری اس مقام کو برباد کر دے گا اور ان رسموں کو بدل ڈالے گا جو موسیٰ نے ہمیں سونپی ہیں۔¹²²

اس مسیحی مبلغ کا انجام کیا ہوا اسے توہین موسیٰ اور توہین شریعت کے جرم میں کیا سزا دی گئی اعمال کی کتاب میں ہے:

شہر سے باہر نکال کر اسے سنگسار کرنے لگے اور گواہوں نے اپنے کپڑے ساؤل نامی ایک جوان کے پاؤں کے پاس رکھ دیئے پس یہ ستفنس کو سنگسار کرتے رہے۔¹²³

اے یارانِ طریقت!

مستشرقین کو بائبل میں یہ سزائیں بھی نظر آتی ہوں گی لیکن اسلام دشمنی میں قلم و قرطاس کی حرمت کو پامال کرنا ہی اہل صلیب کے قلم کاروں کا مقدس مشن ہے:

کیرن اپنی ایک اور کتاب Muhammad Prophet for our Time میں لکھتی ہیں:

I became convinced of this fifteen years ago, after the fatwah of Ayatollah Khomeini had sentenced Salman Rushdie and his publishers to death because of what was perceived to be a blasphemous portrait of Muhammad in the Satanic Verses. I abhorred the fatwah and believed that Rushdie's liberal supporters segued from a denunciation of the fatwah to an out-and-out condemnation of Islam itself that bore no relation to the facts.¹²⁴

میں پندرہ برس قبل اس بات کی قائل ہوئی جب آیت اللہ خمینی نے سلمان رشدی اور اس کے پبلشروں کی موت کا فتویٰ جاری کیا۔ میں فتوے کو بے فائدہ سمجھتی تھی لیکن رشدی کے کچھ لبرل حامیوں کے خیالات سے بہت پریشان ہوئی جو فتوے کو مسترد کرنے کے بہانے مذہب اسلام کی تردید کرنے میں مصروف تھے حالانکہ قتل کے فتوے اور مذہب اسلام میں کوئی تعلق نہیں۔¹²⁵

مس کیرن کیوں فتوے کو بے فائدہ سمجھتی ہیں؟

فتوے کو مسترد کرنے والے لبرل افراد کیوں اسلام کی تردید میں مصروف تھے؟

آپ نے کیونکر سمجھ لیا کہ فتوے اور مذہب اسلام میں کوئی تعلق نہیں؟

اگر یہ فتویٰ بے فائدہ تھا تو اس پر آپ کو گفتگو کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ناموس رسالت کا عقیدہ مستشرقین کی نظروں میں خار بن کر کھلتا ہے۔

کیوں کہ اقبال نے بہت پہلے کہا تھا۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اے محبوب حق و صداقت!

آج وہ دور ہے جب ایک حریف آفتاب، عین نصف النہار کے وقت سورج سے آنکھیں لڑاتا ہے اور پوچھتا ہے اس کے روشن ہونے کا ثبوت کیا ہے۔

مس کیرن آر مسٹر انگ! عقیدہ ناموس رسالت عقائد کی روح ہے۔ محبت رسول وہ عمل ہے جو تمام اعمالِ صالحہ کی جان ہے۔ عشق پیغمبر اسلام ہی اسلام کی جان ہے۔ ایمان و عقیدتوں کا محور آپ کی ذات ہے۔

کیرن صاحبہ آپ نے اسلامی عقائد و تاریخ بھی تفصیل سے پڑھی ہے، کیا اس کے بعد اس بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آپ اس عقیدے کی اہمیت سے واقف نہ ہوں۔ یقیناً آپ واقف ہیں اس عقیدے کی اہمیت سے اُمتِ مسلمہ کا عروج نہ طاقت میں پوشیدہ ہے اور نہ افرادی قوت میں۔ ملتِ اسلامیہ کی کامیابی کا راز نہ صنعت و حرفت کی ترقی میں ہے اور نہ ہی دشتِ ارض کی سیاحتی میں۔ اس قوم کا عروج۔۔۔ اس قوم کی کامیابی۔۔۔ اس ملت کا اثاثہ۔۔۔ اس اُمت کا بامِ عروج محبت رسول اور ناموس رسالت سے ہی منسلک ہے۔ اگر یہ اساس، یہ بنیاد، یہ محور و مرکز اُمتِ مسلمہ میں سے نکال دیا جائے تو یہ قوم راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں رہے گی۔

اُمتِ مسلمہ کا رازِ عروج

ناموس رسالت اور آپ اسے والہانہ عقیدت و محبت ہی ملتِ اسلامیہ کے عروج اور اُمتِ مسلمہ کے ناقابلِ شکست ہونے کا راز ہے۔

صلح حدیبیہ کے وقت کفار کی جانب سے سفارت کے فرائض انجام دینے کے لیے اہل مکہ نے عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ عروہ نے واپس پہنچ کر اہل مکہ کو کیا پیغام دیا۔ بخاری شریف میں ہے:

پھر عروہ اصحاب رسول کو غور سے دیکھنے لگا، راوی کا بیان ہے کہ وہ دیکھتا رہا کہ جب بھی آپ تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا جس کو وہ اپنے چہروں اور بدن پر مل لیتا تھا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اُس کی فوراً تعمیل کی جاتی تھی۔ جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں، جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو اُن کا لعاب دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے، جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً اُن کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ اُن کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ اُن کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔¹²⁶

اے عقلاءِ زمانہ!

اُمتِ مسلمہ کے عروج و استقامت کا راز سفیرِ مکہ نے کس طرح بیان کیا۔ شہنشاہوں کے دربار میں جہاں دولت کے انبار لگے ہوتے ہیں، جسموں سے لے کر اذہان تک جہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہوں، جہاں تعظیم و ادب کے قواعد و ضوابط بنانے کے لیے اعلیٰ ترین دماغ موجود ہوں، جن کے درباروں میں رعب و دبدبہ شاہی کا یہ عالم ہو کہ چڑیا بھی پر نہ مار سکتی ہو، جہاں خوف و دہشت کی ایسی فضا ہو کہ اگر تعظیم میں کوتاہی ہو تو کھال جسم سے الگ کر دی جائے۔ اُن درباروں کے بارے میں سفیرِ مکہ نے کیا کہا۔۔۔

”واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ میں اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔“

سفیرِ مکہ نے اپنی قوم کو یہ نکتہ سمجھا دیا کہ وہ قوم جو اپنے نبی کے جسم پر لگنے والے پانی کا زمین پر گرنا برداشت نہ کر سکتے ہوں وہ میدانِ جنگ میں کیسے اپنے نبی کا خون گرنا برداشت کر لیں گے۔

احبابِ من!

اسوہ صحابہ، اُمتِ مسلمہ کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ جب تک تم اپنے محبوب آقا سے ایسی محبت کرتے رہو گے۔۔۔ آپ کے حکم پر تن من دھن کی بازی لگانے کے لیے تیار رہو گے، آپ کی تعظیم و توقیر ہی متاعِ ایمان اور روحِ ایمان جانو گے تو قسم خدا کی تمہیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکے گی۔

کیرن آر مسٹر انگ اور مستشرقین بھی اس حقیقت سے واقف ہیں اسی لیے وہ اس روحِ ایمان کو مسلمانوں کے سینوں سے نکال دینا چاہتے ہیں تاکہ جسمِ اسلام بغیر روح کے مردہ بدن ہو جائے۔

توہینِ رسالت کی سزا از روئے قرآن:

محبوبِ خدا حضرت محمد اکِ ذاتِ گرامی وہ ہستی ہے جس کی شان میں گستاخی تجدید پسند منکرین در حقیقت مستشرقین سے مرعوب اس سزا پر کافی داویلا مچاتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ صفحات پر بائبل کے حوالے دیئے کہ ان کے یہاں بھی اس فعلِ قبیح کی سزا سزائے موت ہی تھی، نہ صرف نبی بلکہ ہیکل اور فقیہہ کی توہین کفر قرار پائی اور اس کی سزا، سزائے موت مقرر کی گئی۔

وقت کا ماتم تو یہ ہے کہ جن کی اپنی مذہبی کتب میں فقیہہ اور ہیکل کی گستاخی کی سزا موت ہو وہ اہل اسلام کی جان سے زیادہ عزیز شخصیت کے ناموس پر لعن طعن دراز کرتے ہیں۔ روشن خیالی کی قبا کو زیب تن کر کے۔۔۔ علم و فضیلت کی دستار سر پر سجا کر۔۔۔ چہروں پر مکروہ مسکراہٹ بکھیرے قانونِ ناموس رسالت کی مخالفت کو اپنا اوڑھنا بچھونا قرار دیتے ہیں۔ یہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

یہ ناموس رسالت کے قانون کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

انہوں نے ناموس رسالت کے قانون کی مخالفت کو اپنا مقصد زندگی کیوں بنا رکھا ہے؟

ڈاکٹر طاہر القادری اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس وقت ہماری بحث کسی اور مسئلے سے نہیں بلکہ اپنی توجہ کو صرف اس امر پر مرکوز کرنا ہے کہ جب زوال پذیر عالم اسلام میں مذہبی اور روحانی اقدار تنزل کا شکار ہو گئیں، اسلامی عقائد و اعمال محض مردہ رسوم میں بدل کر عملی تاثیر کھو بیٹھے، مسلمانوں کا مستقبل میں اپنے احیاء کی نسبت اعتماد کلیہ ختم ہو گیا، آئندہ کے لیے اسلام کے قابلِ عمل ہونے کا تصور دھندلا گیا، دورِ انحطاط میں اسلام کی حتمی اور قطعی نتیجہ خیزی کا یقین شکستہ ہو گیا، مسلم معاشرے میں ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی، مذہب سماجی زندگی سے کٹ کر محض آخرت کی الجھنوں کا مداوارہ گیا، اسلامی وحدت کا شیرازہ جغرافیائی، نسلی، لسانی، طبقاتی، گروہی اور فرقہ وارانہ وفاداریوں کے باعث منتشر ہو گیا، اسلام کے مذہبی، سیاسی، معاشی، عمرانی، ثقافتی اور تعلیمی ادارے جو سراسر تخلیق و انقلاب کے آئینہ دار تھے کُل طور پر جمود و تعطل کی لپیٹ میں آ گئے، بچے

كچھ اور منسشر مسلمان اسلام كى عالم كىر فسح كى خاطر مئبث انقلابى پش قدمى كى بجائے اپنے وجود كى مخالفت اور دفاع كو هى اصل زندگى اور آخرى مطمح نظر سمجھنے لگے۔

تواستعمارى قوتى اس تغىر پر مطمئن بهى هوىىں اور اس تغىر كى نتائج و مضمرات كو هميشه كى ليے ملت اسلاميه پر باقى ركهنے كى تركيب بهى سوچنے لگىىں كه اگر اسلام كى دامن ميں كوئى ايسى انقلاب انگيز قوت موجود هے جس كى هوتے هوتے مسلم قوم مذكور ه بالا تمام تر خاميوں اور كوتا هيوں كى باوجود كسى وقت بهى اپنى عظمت رفته كى حصول كى ليے تن من دهن كى بازى لگا سكتى هے تو اسى قوت كا سراغ لگا كر اس كى خاتمه كا موثر اهتمام كيا جائے تاكه عالم اسلام اس ذلت و پستى كى حالت سے كبهى بهى نجات نه پاسكه۔ كيونكه اسى ميں تمام طاغوتى اور ماڏى قوتوں كى عافيت تهى۔ اسلام كى وه عظيم انقلابى قوت جس سے عالم طاغوت لرزه بر اندام تها عشق رسول اتهى اور اسى سے مسلمانوں كى مذ هى و روحانى زندگى روز اول سے آج تك وابسته هے۔

مزىد آگے لكهتے هىں:

زوال اسلام كى اس دور ميں جب اقبال ملت اسلاميه كى عروق مرده ميں عشق مصطفےٰ اكى پيغام كى ذريعے نئى روح پھونك كر اسے تباهى و هلاكت سے بچانے كى فكر ميں تھے۔ اسلام دشمن استعمارى طاقتىں منظم هو كر مسلمانوں كى دلوں ميں اسى عشق رسالت كى شمع بجها دىئے كا سوچ ر هى تھىىں۔ انھىں معلوم تها كه اگر مسلمانوں كى دل رسالت مآب اكى عشق و محبت سے خالى هو گئے تو پھر دنيا كى كوئى طاقت بهى نه تو انھىں اپنى كھوئى هوىى عظمت واپس دلا سكتى هے اور نه هى اصلاح و تجديد كى هزاروں تحريكىں انھىں اپنى منزل مراد تك پہنچا سكتى هىں۔ يه محض ايك مفروضه يا خيال خام نهىىں بلكه ايك روشن حقيقت هے۔ مغربى استعمار كى اسى سازش كى طرف علامه مرحوم نے اشاره فرماتے هوتے كها تها۔

يه فاقه كش جو موت سے ڈر تا نهىىں ذرا

روح محمد اس كى بدن سے نكال دو

فكر عرب كو دے كى فرنگى تخيلات!

اسلام كو حجاز و يمن سے نكال دو

چنانچھ اس مقصد كى تحت اهل مغرب نے يه فكرى ميدان اسلامى تحقيق كى نام پر بعض متعصب يهودى اور عيسائى مستشرقىن كى سپرد كر ديا۔ جنھوں نے اسلام كى تعليمات اور بانى اسلام كى شخصيت اور سيرت پر اس انداز سے تحقيق كر كى لاتعداد كتب تصنيف كىىں كه اگر ايك خالى الذهن سادھ مسلمان نهايت نيك نيتى كى ساتھ بهى ان تصانيف كا مطالعه كرتا هے تو اس كا ذهن رسول اكرم كى ذات كى بارے ميں طرح طرح كى شكوك و شبهاات كا شكار هو جاتا هے اور ان كتابوں كى باقاعده مطالعه سے جو ذهن تشكيل پاتا هے اُسے عشق رسالت كى تصور سے دور كا بهى واسطه باقى نهىىں رها۔ ان مستشرقىن نے جديد تعليم يافته مسلمانوں كى ذهنوں كو مسموم كرنے كا محاذ سنبھال ليا جس سے وه اپنے مطلوبه نتائج

کافی حد تک حاصل کر رہے ہیں۔ مغربیت زدہ سیکولر ذہن جو فکری تشکیک میں مبتلا ہو کر خود کو روشن خیال مسلمان تصور کر رہا تھا مستشرقین کے زہر پیلے پروپیگنڈے کے باعث عشق رسول کی دولت سے عاری ہو گیا اور مذہبی ذہن جو مستشرقین کے پروپیگنڈے کے اثر سے کسی نہ کسی طور بچ گیا تھا جدید لٹریچر کے نتیجے میں اسلام اور بانی اسلام سے وابستہ تو رہا لیکن عشق رسول کے عقیدے کو غیر اہم تصور کرنے لگا۔ اس طرح دونوں طبقات اس دولتِ لازوال سے تہی دامن ہو کر ایمانی حلاوت اور روحانی کیفیات سے محروم ہو گئے۔ جدید تصورات کی گرفت اس قدر مضبوط اور کامل نہ تھی کہ مسلمانوں کی اسلامیت ظاہر و باطن کے اعتبار سے محفوظ رہتی یوں قومی و ملی زندگی تباہی و ہلاکت کا شکار ہو گئی۔ اس دور میں احیائے اسلام اور ملت کی نشاۃ ثانیہ کی جس قدر علمی و فکری تحریکیں منظم شہود پر آئی ہیں ان سب کی تعلیمات سے جو تصور مسلمانوں کی نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہو رہا ہے یہی ہے کہ اسلام کو بحیثیت نظام حیات قبول کر لینا اور حضور کی سیرت و تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہی کمالِ ایمان اور محبت رسول ہے۔¹²⁷

احبابِ من!

قرآن کریم نے اس عقیدے کو سب سے زیادہ فوقیت دی۔ ہم یہاں پر قرآن کریم کی آیات اور علمائے اسلام کی تفاسیر سے بھی استدلال کریں گے۔

پیغمبر اسلام کی مخالفت اور اُس کا انجام:

پیغمبر اسلام کی مخالفت کا انجام کیا ہو گا اس کے بارے میں فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غِيًّا سَبِيلَ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ

مَصِيرًا¹²⁸

اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ مزید آگے مخالفین رسالت کا تذکرہ یوں فرمایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقَّوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔¹²⁹

یہ (سزا) اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اُس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔
اللہ و رسول کی مخالفت کا انجام کیا ہوا؟

كفا سزادى گئى؟

فَاَصْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاصْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ¹³⁰

سوتم مارو (اُن كى) گردنوں كے اوپر اور چوٹ لگاؤ اُن كے هر بند پر اور فف تو دنفا مفل سزادى گئى آخرف كا عذاب تو ان كے لفة اور بھى سخر هو كا۔ افا اور جكه فوں ارشاد فرمافا:

ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِى وَرُسُلِى هُزُوًا ¹³¹

فف ان كى سزا هف (فلفنى) جهنم اس وجه سف كه انھوں نف كفر كفا اور همارى آففوں اور همارف ففغمبروں كى هفسى اُڑائى۔ كون لوگ هف جن كو فف سزا سنائى جارھى هف؟ كون هف فف؟ فرمافا:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ¹³²

فف وه لوگ هف جن كى سارى جد و جهد دنفوى زندگى كى آرا سگى مفل كھو كر رھ گئى اور وه فف خفال كر رھ هف كه وه كوئى بڑا عمدھ كام كر رھ هف۔ ان آفا فف غور و تدبر فرمائف! ففله ان لوگوں كے بارف مفل بفافا كه فف اففنى زندگى كے لفة تمام فف جد و جهد كرف هف۔ اس عارضى زندگى كے آرا سته و ففرا سته كرنف مفل اففنى تمام عمر گزار دفف هف اور سمجھف هف كه كوئى بهف اعلف وارفع كام انجام دف رھ هف۔ اُن كى سزا بھى بفاى كه اُن كے لفة جهنم هف۔ كفا صرف اففنى زندگى كو آرا سته كر لفنف سف جهنم كى سزا هف؟ نفف هر گز نفف۔

فھر كفا وجه هف كه ان دنفاوى لوگوں كو جو جاه و منصب كے حامل؁ خود كو مفكر كهلوائف هف۔ مخرلف علمى مذاكروں مفل بھارى معاوضوں كے عوض شر كف كرف هف اور اُن كے اعزاز مفل مخرلف هوٹلوں اور كونسلوں مفل اعزازى ففقرفا باف منعقد كى جافى هف كو جهنم كى بشارف دى جارھى هف۔ اس كى وجه فف بفان فرمائى:

وَاتَّخَذُوا آيَاتِى وَرُسُلِى هُزُوًا ¹³³

مفرى آففوں اور مفرف ففغمبروں كى هفسى اُڑائى۔

اس آیت پر گور و صداقت کی کرسیوں پر براجمان حضرات بھی غور فرمائیں اور خود ساختہ مجتہدین و مفکرین بھی کہ کہیں وہ تو ان آیات کے زمرے میں نہیں آتے۔
سورہ مجادلہ میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذْلَىٰ ۚ ¹³⁴

بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔
پیغمبر اسلام کو ایذا دینے والوں کے لیے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ¹³⁵

بے شک جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رُسوا کن عذاب۔

اس آیت میں ایذا سے کیا مراد ہے؟

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اس آیت میں اُن لوگوں کی بد بختی اور بد نصیبی کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کو اپنی بد اعمالیوں یا نازیبا اقوال سے اذیت

پہنچاتے ہیں۔ ¹³⁶

سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ ¹³⁷

اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ اور رسول کو اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتادیا کہ کوئی ہو جس نے میرے حبیب کے دل رحیم کو ایذا پہنچائی وہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اب وہ لوگ جو حضور کے کمالات علمی کا انکار کرتے ہیں اور اس بُرے ارادے سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسی چیز ہاتھ آجائے جس سے وہ اپنے ناقص اور غلط خیال کے مطابق اللہ کے پیغمبر کی جہالت ثابت کر سکیں یا کمالات مصطفویٰ کا انکار کر سکیں اور اس رفعت و تقدس مآب کی جناب میں بازاری الفاظ بڑی بے حیائی اور بے باکی سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کرتے ہیں، وہ خود سوچیں کہ اُن کا حشر کیا ہو گا۔ ¹³⁸

اللہ ورسول کے مخالفین کے لیے جہنم نے عداوتِ رسول کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، فرمایا:

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ¹³⁹

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لیے آتشِ جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

احبابِ من!

قرآن کریم کی آیاتِ صداقت کے ساتھ شاتمِ رسول کی سزا کا اعلان کر رہی ہیں۔ اُن کی دنیاوی زندگی کی ذلت اور آخرت کے دائمی عذاب کا بھی اُن کو عندیہ دیا جا رہا ہے۔

شاتمینِ رسول کا انجام از روئے قرآن

شاتمینِ رسول کا اس دنیا میں کیا انجام ہو؟ گستاخانِ رسول کے بارے میں کلامِ الہی کا اسلوب کیا ہے؟

علمائے اسلام نے دنیا کے کفر کے مشہور گستاخ ابنِ مغیرہ کے بارے میں لکھا کہ ایک دن اُس ملعون شخص نے پیغمبر اسلام کو مخاطب کر کے کہا:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ¹⁴⁰

اور وہ کہنے لگا کہ اے وہ شخص اُتارا گیا ہے جس پر قرآن بے شک تو مجنون ہے۔

رب العالمین نے اس گستاخ کی جرأت پر یہ آیات نازل فرمائیں:

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ○ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ○ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ○ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

○ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ○ بِأَيِّكُمْ الْبُغْتُونَ ¹⁴¹

قسم ہے قلم کی اور اُس کے نوشتوں کی آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لیے بے پایاں اجر و ثواب ہے اور بلاشبہ آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں پس عن قریب آپ بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے۔

چشمِ تصور سے اس محبت کے انداز کو ملاحظہ کیجیے کہ ایک کافر نے ناموسِ رسالت پر حملہ کیا۔ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے جواب میں آپ کا رب آپ کی مدح سرائی کر رہا ہے لیکن معاملہ محبت یہیں پر اختتام پذیر نہیں ہو جاتا بلکہ اُس گستاخ کی مذمت بھی محبت کا تقاضا ہے۔

مزید آگے فرمایا:

وَلَا تَطْعُمْ كُلَّ حَلَافٍ مَّهِينٍ ۝ هَبَّازٍ مَّشَاءَ بَنِيهِمْ ۝ مَنَاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتْلٍ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِفُهُ عَلَى الْخُرُطُومِ¹⁴²

اور نہ بات سننے کسی (جھوٹی) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی جو بہت نکتہ چین، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، سخت منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے بڑھا ہوا بڑا بدکار ہے۔ اکھڑ مزاج ہے اس کے علاوہ وہ بد اصل ہے (یہ غرور و سرکشی) اس لیے کہ وہ مالدار اور صاحب اولاد ہے۔ جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ہم عن قریب اس کی (سور جیسی) تھو تنی پرداغ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس گستاخ کے درج ذیل عیوب کو بیان فرمایا:

۱۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا۔

۲۔ ذلیل شخص۔

۳۔ نکتہ چین۔

۴۔ چغلیاں کھانے والا۔

۵۔ بھلائی سے روکنے والا۔

۶۔ حد سے بڑھا ہوا۔

۷۔ بڑا بدکار۔

۸۔ اکھڑ مزاج۔

۹۔ ولد الزنا۔ (ولید بن مغیرہ کا باپ نامرد تھا لہذا اُس کی ماں نے ایک چرواہے سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیے جس کے نتیجے میں یہ پیدا

ہوا۔)

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

حالت غیظ میں جب انسان اپنے کسی دشمن کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ نفسانی ہیجان کا رد عمل ہے لیکن یہاں کیا کہیے گا؟ یہ کلام تو اُس پاک و مقدس خداوند کا ہے جس کی ذات شوائب نفسانی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔

اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ستار العیوب جو اپنے بڑے سے بڑے سیہ کار بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اُس نے پیغمبر کے ایک گستاخ کو سارے جہاں میں رُسا کر کے یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ اُس معصوم و محترم نبی کے گستاخ کے لیے اُس کے یہاں کسی عفو و درگزر کی گنجائش

نہیں ہے۔ اُس كى حىثيت نامہ بر كى نہیں ہے۔ محبوب ذى وقار كى ہے۔ يہاں بھى وہى ادائے رحمت جلوہ گر ہے كہ گستاخ نے نشانہ بنايا ہے ذات رسول كو، جواب دے رہا ہے اُن كارِ كريم۔ محبوب خاموش ہے قرآن اُس كى وكالت فرما رہا ہے۔ كيا اِس كے بعد بھى كوئى بدنصيب كہہ سكتا ہے كہ رسول عربى اكى حىثيت ايك خبر رساں كى ہے بلکہ ايك اسے محبوب كى ہے جو خدا كى محبت كے گہوارے ميں پلا۔ اُسى كى رحمتوں نے اُسے سارى كائنات كى افسرى بخشى اور اُسے خالق و مخلوق اور عابد و معبود كے درميان رابطہ كا ايك ذريعہ بنايا۔ اس ليے اُس كى حىثيت صرف ايك نامہ بر كى نہیں ہے بلکہ نامہ كے اسرار و رموز سے باخبر كرنے والے (معلم) كى ہے۔¹⁴³

احباب من!

پيغمبر اسلام پر جب يہ آيت نازل ہوئى واندر عشرتِك الاقربين كہ اپنے قريبي رشتے داروں كو ڈرايے، اُن كو دين اسلام كى تبليغ كيچيے۔ اپنے رب كے حكم كى تعيل كرتے ہوئے پيغمبر اسلام كو صفا پر تشريف لے گئے اور يا صبا بلند آواز سے كہا۔ اہل عرب ميں يہ دستور تھا كہ جب كوئى آفت آتى يا لوگوں كو امداد كے ليے بلانا مقصود ہوتا تو يا صبا كہہ كر پكارتے۔ لوگوں نے جب يہ آواز سنى تو لوگ صفا پھاڑى كے دامن ميں آپنچے۔ جب سب عزيز و اقربا جمع ہو گئے تو آپ انے اُن سے پوچھا كہ اگر ميں تم سے كہوں كہ اس پھاڑ كے پيچھے سے تم پر حملہ كرنے كے ليے دشمن كى فوج آرہى ہے تو كيا تم ميرى اس بات كو مان لو گے؟ سب نے ايك ساتھ كہا كہ بے شك كيونكہ ہم نے آج تك آپ كى زبان سے سچ كے سوا كچھ سناہى نہیں، آپ صادق و امين ہيں۔ اس كے بعد حضور انے انہيں تبليغ اسلام كى، انہيں توحيد كى دعوت دى اور شرك سے تنبيہ كيا، عذاب الہى سے ڈرايا۔ ابو لہب جو حضور كا چچا تھا اُس نے انگلى كا اشارہ كيا اور گستاخى كرتے ہوئے بولا:

تَبٰلَكَ اَمَّا جَعْنَا اِلٰهٰذَا۔

تمہارا ناس لگ جائے تم نے يہى سنانے كے ليے ہمیں جمع كيا تھا۔

ابو لہب كے يہ الفاظ ابھى ختم ہي ہوئے تھے كہ جبرئيل امين اُس گستاخ كى سزا جو رب العزت نے مقرر كى تھى، كا فرمان لے كر حاضر ہو گئے۔ ارشاد فرمايا:

تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَاَتُهُ حَبَالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي

جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ¹⁴⁴ ۝

ٹوٹ جائیں ابو لہب كے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو كيا كوئى فائدہ نہ پہنچايا اُسے اُس كے مال نے اور جو اُس نے كماليا عن قريب وہ جھونكا جائے گا شعلوں والى آگ ميں اور اس كى جو رو بھى بد بخت ايندھن اُٹھانے والى اُس كے گلے ميں مونج كى رسى ہو كى۔

ابولهب روسائے مكه ميں سے ايك تها۔ اُس كے پاس آٹھ سير سونے كى اينٲيں تھيں۔ نو كر چاكر اولاد، خادم، رشتے دار، خاندانى وجاھت سب كچھ اُس كے پاس تها۔ مكر اُس گستاخ كا كيا انجام هوا۔ جسٹس پير كرم شاھ الازھرى لكھتے هيں:

اللہ تعالىٰ كو اُس گستاخ كى گستاخى اپنے حبیب كريم اكے بارے ميں سخت ناگوار گزرى اور انتہائى غضب اور ناراضگى كا اظھار كرتے ہوئے فرمايا كہ ابولهب كے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں جن ہاتھوں كى ايك انگلى بے ادبى كے ليے اُٹھى ہے وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، انہیں كبھى اپنے مقصد ميں كاميابى نہ ہو، يہ بددعا ہے۔ وثب فرمايا كہ وہ تباہ و برباد ہوگيا، وہ ٹوٹ پھوٹ كر رہ گيا، اُس كا جسم ريزہ ريزہ كر ديا گيا اور جو اللہ تعالىٰ نے ارشاد فرمايا تها اُسے پورا ہونے ميں زيادہ دير نہ لگى۔ بزدلى كے باعث بدر كى جنگ ميں يہ شريك نہ ہوا ليكن بدر كى عبرت ناك شكست پر ابھى صرف ايك ہفتہ ہی گزرا تها كہ اس كے جسم پر ايك زہر يلا چھالا (العدسہ) نمودار ہوا جو چند دنوں ميں اُس كے سارے جسم پر پھيل گيا۔ ہر جگہ سے بدبودار پيپ بھننے لگى، گوشت گل گل كر گرنے لگا۔ اُس كے بيٹوں نے جب ديكا كہ اُسے ايك متعدى بيمارى لك گى ہے تو انھوں نے اس كو اپنے گھر سے باہر نكال ديا اور تڑپتے تڑپتے اُس نے جان دے دى۔ اب بھى اُس كى نعلش كو ٹھكانے لگانے كے ليے كوئى عزيز اُس كے قريب نہ گيا۔ تين دن تك اُس كى لاش پڑى رہى جب اُس كے تعفن اور بدبو سے لوگ تنگ آگئے اور اُس كے بيٹوں كو لعنت ملامت شروع كى تب انھوں نے چند حبشى غلاموں كو اُس كى لاش ٹھكانے لگانے پر مقرر كيا۔ انھوں نے ايك گڑھا كھودا اور لكڑيوں سے اس كى لاش كو دھكيل كر اس گڑھے ميں پھينك ديا اور اوپر سے مٹی ڈال دى۔ اتنے بڑے قوم كے سردار اور مكہ كے چوٹی كے چار رئيسوں ميں سے ايك رئيس كا يہ حشر اللہ تعالىٰ كے غضب ہی كا نتيجہ ہو سكتا ہے۔ اولاد اپنے ماں باپ كو يوں كسمپرسى كے عالم ميں نہيں چھوڑا كرتى۔ مرنے كے بعد اُس كى لاش كو يوں گلتے سڑتے نہيں ديكا سكتى ليكن جب اللہ تعالىٰ كا غضب آتا ہے تو اولاد كے دل ميں ظاھر دارى كے جذبات بھى ختم ہو جاتے هيں اور اُس كا وہى حشر ہوتا ہے جو اُس گستاخ بارگاہ نبوت كا ہوا۔ سارے اہل مكہ نے ديكا كہ مصطفىٰ كريم انے اپنے رب كى طرف سے جو يہ پيش گوئى كى تھی وہ حرف بحرف پورى ہوئى۔¹⁴⁵

ابولهب كى بيوى كا انخام:

ابولهب كى بيوى سب و شتم ميں اپنے خاوند سے پچھے نہ تھی۔ يہ شب كے اندھيرے ميں آپ كے راستے ميں كانٹے بچھاتى تا كہ جب رات كو آپ شب بیدارى كے ليے حرم تشریف لے جائیں تو يہ كانٹے آپ كے پاؤں مبارك ميں چھب جائیں۔ يہ پيغمبر اسلام كى دشمنى ميں اس قدر تشدد تھی كہ اس كے گلے ميں جواھرات كا ايك قيمتى ہار ہوتا تها اور يہ قسم كھا كر كہتى تھی كہ اگر مجھے عداوت پيغمبر اسلام ميں اس ہار كو فروخت بھى كرنا پڑا تو بھى ميں اس كو بچ كر حضور اكى عداوت ميں خرچ كروں گى۔ اس ليے اُس كے ليے فرمايا كہ آج اس كى اكڑى ہوئى گردن ميں جو ہار ہے ہم اس كى جگہ مونج كى رسى ڈال ديں گے۔

گستاخانِ انبیاء کا انخام:

اسلام صرف حضور پاک اکے ناموس ہی کی حفاظت کا حکم نہیں دیتا بلکہ دوسرے تمام انبیاء کے گستاخ کی سزا بھی سزائے موت ہے اور قرآن اس بات کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ ماضی میں جن بد اخلاق و بد تمیز لوگوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی اُن کو سزائے موت دی گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انخام:

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی آپ پر ایمان نہ لایا اور آپ کی قوم ہی کا طرف دار رہا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کافروں کا ساتھ چھوڑ دے، جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا:

وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ¹⁴⁶

اور پکارا نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور وہ ان سے الگ تھا بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ملو کافروں کے ساتھ۔
حضرت نوح علیہ السلام کی شفقت کے جواب میں اُس نے منہ بسور کر کے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا:

قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ

الْمُغْرَقِينَ ¹⁴⁷

بیٹے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں) میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی وہ بچالے گا مجھے پانی سے آپ نے کہا آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے اور (اسی اثنا میں) حائل ہو گئی اُن کے درمیان موج پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی گستاخ بیوی کا انخام:

حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ بھی آپ کی قوم کے ساتھ تھی اور آپ کی مخالفت کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اس کا کیا انجام ہوا قرآن بیان کرتا ہے:

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ وَأَمْطَرْنَا عَلَىٰ هُمْ مَطَرًا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ¹⁴⁸

پس ہم نے نجات دے دی لوط کو ان کے گھر والوں کو بجز اُن کی بیوی کے وہ ہو گئی پیچھے رہ جانے والوں سے اور برسایا ہم نے اُن پر (پتھروں) کا مینہ تو دیکھو کیسا (عبرت ناک) انجام ہوا مجرموں کا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی گستاخ بیوی کا انخام:

حضرت نوح عليه السلام كى بيوى بهى حضرت نوح عليه السلام كى مخالفت كرتى۔ حضرت نوح عليه السلام اور حضرت لوط عليه السلام كى بيويوں كے دلوں ميں نفاق اور كفر تها۔ يہ دونوں اپنے نامدار شوہروں كى رسالت پر ايمان نہ لائیں بلکہ اُن كا استہزاء (مذاق) اُڑاتى، اُن كو برا بھلا كہتى اور اُن كا دل دُكھا كر اُن كو اذيت پہنچاتى۔ اُن كے ليے فرمايا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِمْرَاَتًا لِّنُوْحٍ وَّامْرَاَتًا لُّوْطٍ كَاتَتَا تَحْتَ عَبْدِيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِيْنَ فَخَاتَتَاهُمَا فَلَمْ يَغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰٰخِلِيْنَ ¹⁴⁹

اللہ كافروں كى مثال ديتا ہے نوح كى عورت اور لوط كى عورت وہ ہمارے بندوں ميں سے دو نيك بندوں كے نكاح ميں تھیں پھر انہوں نے اُن سے دغا كى تو وہ اللہ كے سامنے كچھ كام نہ آئیں اور فرما ديا گيا كہ تم دونوں عورتیں جہنم ميں جاؤ جانے والوں كے ساتھ۔ سيد محمد نعيم الدين مراد آبادى لكھتے ہيں:

حضرت نوح كى عورت واہلہ قوم سے حضرت نوح عليه السلام كى نسبت كہتى تھى كہ وہ مجنوں ہيں اور حضرت لوط عليه السلام كى عورت واہلہ اپنا نفاق چھپاتى تھى۔ ¹⁵⁰ پير كرم شاہ الازہرى لكھتے ہيں:

يہ دونوں كافرہ تھیں دلوں ميں نفاق كوٹ كوٹ كر بھرا ہوا تها۔ حضرت نوح كى بيوى آپ كو مجنوں اور ديوانہ كہتى اور مذاق اُڑاتى۔ حضرت لوط كى بيوى آپ كے دشمنوں كے ساتھ ملي ہوئى تھى جب بهى آپ كے ہاں كوئى مہمان آتا تو وہ انہیں اطلاع كر ديتى اور وہ بے غيرت دندناتے ہوئے حضرت لوط عليه السلام كے مہمان خانے پر ہلہ بول ديتے۔ ¹⁵¹

فرعون كا انخام:

فرعون نے حضرت موسىٰ عليه السلام كى مخالفت كو اپنا شعار بنائے ركھا۔ آپ كا مذاق اُڑايا جيسا كہ قرآن بيان كرتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُوْنَ ¹⁵²

پھر جب وہ ان كے پاس ہمارى نشانياں لايَا جھى وہ ان پر ہنسنے لگے۔ فرعون نے حضرت موسىٰ عليه السلام كى شان ميں گستاخى كرتے ہوئے كہا۔

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِىْ هُوَ مِثْلُى وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ¹⁵³

يا ميں بہتر ہوں اس سے كہ ذليل ہے اور بات صاف نہيں كرتا۔

قوم فرعون بهى اُس گستاخى ميں پيش پيش تھى۔ فرعون كے وزراء اور مشير پورى قوم اُن كا انجام كيا ہوا، فرمايا:

فَاتَّقِنَا مِنْهُمْ فَأَعَزُّنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ¹⁵⁴

تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے۔
مزید آگے فرمایا:

فَأَخَذْنَا لَهُمْ جُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَاُنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ¹⁵⁵

تو ہم نے اُسے (فرعون) اور اُس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستم گاروں کا۔
سورہ زخرف میں شاتمانِ موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

فَلَمَّا آسَفُونَا انتَقَيْنَا مِنْهُمْ فَأَعَزُّنَاهُمْ أَجْبَعِينَ ¹⁵⁶

پھر جب انہوں نے وہ کہا جس پر ہمارا غضب اُن پر آیا ہم نے اُن سے بدلہ لیا تو ہم نے اُن سب کو ڈبو دیا۔
اللہ تعالیٰ کو اپنے کلیم کی نافرمانی اور اُس کی شان میں گستاخی پسند نہ آئی، فرمایا:

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ¹⁵⁷

تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اُس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا۔
فرعون کے لیے فرمایا:

فَعَصَوْا فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ¹⁵⁸

تو فرعون نے اُس کے رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اُس پر سخت گرفت سے پکڑا۔
فرعون نمونہ عبرت:

اُس گستاخِ کلیم کو اللہ تعالیٰ نے نمونہ عبرت بنا دیا۔ فرمایا:

فَالْيَوْمَ تُنْجِيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ¹⁵⁹

سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو تاکہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے (عبرت کی) نشانی اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں۔

آج بھی اُس کی لاش مصر کے عجائب خانے میں رکھی ہوئی ہے اور بغیر کسی ایسے کیمیکل کے جس سے لاشوں کو حنوط (ممی) کر کے رکھا جاتا ہے۔
احبابِ من!

ان آيات ميں گستاخ كليم اور اس كے ساتهيوں كے ليے فرمايا كه هم نے اُن سے بدلہ ليا، انتقام ليا۔ قهر خداوندى كا اندازہ لگائيے وه رب العالمين جو انسانوں كو تمام نعمتيں عطا فرماتا هے فرعون كو بادشاہت دى، دولت دى، اُس نے حدود سے تجاوز كيا اور خدائى دعوىٰ كر ڈالا مگر قهر خداوندى جوش ميں نہ آيا ليكن جب اُس كى زبان اُس كے كليم كى شان ميں بے لگام هوى تو اس كو نمونہ عبرت بنا ديا۔

تعظيم و تكريم پيغمبر اسلام كا حكم:

اللہ تعالٰى نے قرآن كريم ميں صراحت كے ساته اپنے محبوب كى تعظيم و تكريم پاسبانى كا حكم ديا۔ ارشاد فرمايا:

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً¹⁶⁰

تاكه (اے لوگو!) تم ايمان لاؤ اللہ پر اور اس كے رسول پر اور تاكه تم اُن كى مدد كرو اور دل سے اُن كى تعظيم و توقير كرو اور پاكي بيان كرو اللہ كى صبح و شام۔

اس آيت كى ترتيب پر غور فرمائيے:

پہلے فرمايا ايمان لاؤ۔

پھر فرمايا پيارے محبوب كى مدد اور تعظيم كرو۔

پھر فرمايا اب اللہ كى عبادت كرو۔

شائمين رسول سے دوستى كى ممانعت:

محبت رسول اور ايمان باللہ كا تقاضا يہ هے كه رسول اللہ ﷺ كے دشمنوں سے مومن محبت نہيں كرتا۔

اور قرآن كريم ميں اللہ تعالٰى نے ايمان والوں كے ليے فرمايا كه اگر وه ايمان لانے كا دعوىٰ كرتے هوں اور ساته ميں شائمين رسول سے بهى محبت ركھتے هوں يہ ايمان دار نہيں هوسكتے۔

قرآن كريم نے اس حكم كو صراحت كے ساته يوں بيان فرمايا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ¹⁶¹

تو ايسى قوم نہيں پائے گا جو ايمان ركھتى هو اللہ اور قيامت پر (پھر) وه محبت كرے اُن سے جو مخالفت كرتے هیں اللہ اور اس كے رسول كى خواه وه (مخالفين) اُن كے باپ هوں يا اُن كے فرزند هوں يا اُن كے بھائى هوں يا اُن كے كنبہ والے هوں يہ وه لوگ هیں نقش كر ديا هے اللہ نے اُن

کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی انہیں اپنے فیض خاص سے اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اُن سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہ اللہ کا گروہ ہے سُن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے۔

کیرن آر مسٹر انگ اپنی کتاب Islam A Short History میں حقائق کا قتل کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

(منگولوں کی تباہی کے بعد) حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں توہین آمیز الفاظ ادا کرنا جرم قرار دے دیا گیا تھا۔¹⁶²

اپنے اس قول کا خود ہی رد کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

Salman Rushdie affair has shown that what is perceived as an attack on the prophet has violated a sacred area of the Muslim psyche throughout the world. It was always a capital offence in the Islamic empire to denigrate Muhammad or his religion, but it has particular power to wound Muslims today because of the humiliation of the umma at the hands of the Western world.¹⁶³

سلمان رشدی کے معاملے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پیغمبر اسلام کی ذات پر حملہ کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ اسلامی سلطنت میں رسول اللہ یا آپ کے دین کے حوالے سے تکذیب کرنا ہمیشہ ایک سنگین جرم رہا ہے۔ دورِ حاضر میں مغربی دنیا کے ہاتھوں ملتِ اسلامیہ کی تذلیل کی کوشش ان کو صدمے سے دوچار کرنا ہے۔¹⁶⁴

یقیناً کیرن آر مسٹر انگ کو گزشتہ بحث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی ہوگی کہ یہ جرم اور اس کی سزا لوگوں نے نہیں بلکہ رب العزت نے قرار دی ہے۔

سورہ مجادلہ کی آیت 22 کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اس آیت میں بڑی صراحت سے اس حقیقت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ اُن کے دلوں میں اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں کی محبت پائی جائے۔ جس طرح پاک و پلید پانی ایک برتن میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اسی طرح نورِ ایمان اور دشمنانِ اسلام کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہے اور کفار و منافقین کے ساتھ بھی دوستی کے تعلقات رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے۔ اللہ کا بندہ اللہ کریم کے دشمنوں سے خواہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیتا ہے۔ اُن میں سے چند قریبی رشتوں کا صراحتاً ذکر فرمایا۔ اولاد کو اپنے والدین سے محبت بھی ہوتی ہے اور ان کا ادب اور لحاظ بھی ہوتا ہے لیکن اگر باپ دین کا دشمن ہو تو بیٹا اس کی پروا تک نہیں کرتا۔ اسی طرح باقی رشتے بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ کریم کی محبت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ جب غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بدرو

اُحد کے میدانوں میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے صف آرا ہوئے تو جو بھی اُن کا مدِّ مقابل بنا انہوں نے بلا تامل اس کو خاک و خون میں ملا دیا۔

حضرت ابو عبیدہ جب میدانِ بدر میں گئے تو اُن کا باپ عبد اللہ سامنے آیا آپ نے تلوار کے وار سے اُس کا سر قلم کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل شانِ رسالت میں کچھ گستاخی کی تو آپ نے اسے اس زور سے دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آگرا۔ حضور نے پوچھا تو ابو بکر نے عرض کیا میرے آقا اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ بعد میں ابو قحافہ مشرف باسلام ہو گئے۔

بدر کے دن صدیق اکبر نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو لٹکارا اور حضور سے جنگ کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا د عنی اکون فی الرعلۃ الاولیٰ میرے آقا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں شہداء کے پہلے گروہ میں داخل ہو جاؤں۔ حبیبِ کبریٰ علیہ الطیبۃ والتشاء نے فرمایا متعنا بنفسک یا ابا بکر ما تعلم انک عندی بمنزلۃ سمعی وبصری۔ اے ابو بکر ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھالینے دے تو نہیں جانتا تو میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کی طرح ہے۔ اسی طرح حضرت مصعب ابن عمیر نے اپنے بھائی عبید کو اُحد کے روز قتل کیا۔ بدر کی جنگ میں ایک انصاری نے اُن کے بھائی ابو عزیز بن عمیر کو گرفتار کر لیا۔ وہ اُسے رسی سے باندھ رہا تھا تو حضرت مصعب نے دیکھ لیا اور پکارا کہ اس کو خوب کس کر باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے، گراں قدر فدیہ ادا کرے گی۔ ابو عزیز نے کہا مصعب! تم بھائی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا تیرا میرا بھائی چارہ ختم۔ اب یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا اور سیدنا علی، سیدنا حمزہ، سیدنا عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید کو تیغ کیا۔ شیعہ نبوت کے پروانوں نے عملی نمونہ پیش کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ اُن کے دلوں میں صرف اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہے اور بس۔¹⁶⁵

شیعہ رسالت کے پروانوا!

عہدِ رسالت میں کعب بن اشرف کا قتل، ابنِ خطل کی باندیوں کا قتل، صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں شاتمِ رسول ریح نالڈ کا قتل، اسپین کے حکمرانوں کے ہاتھوں یولویو جیس اور اُس کے ہم نوا شاتمینِ رسول کا قتل اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ ناموسِ رسالت کی سزا سزائے موت اسلامی عقائد و نظریات کے عین مطابق ہے اور اس قانون پر ہر عہد میں عمل درآمد ہوتا رہا اور اس میں کسی بھی عہد میں ترمیم نہیں کی جاسکتی اور نہ کی جاسکتی ہے۔

تکریم و تعظیمِ نبوی کے خصوصی احکام:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے تکریمِ نبوی کے خصوصی احکامات نازل فرمائے۔

تعظیم و توقیر پیغمبر اسلام:

دنیا کے فرماں رواں، تخت و تاج کے روح رواں اپنے اپنے درباروں میں تعظیم و توقیر کے لیے اپنے دربار کے آداب کے لیے نت نئے قوانین بناتے ہیں اور اپنے مشیروں اور وزیروں کے ذریعے سے ان آداب کو نافذ کراتے ہیں لیکن اس آسمان گیتی کے نیچے ایک ایسا دربار ہے جس کے قوانین کسی انسان نے نہیں، کسی بادشاہ نے نہیں، کسی مملکت کے سربراہ نے نہیں، کسی اسلامی مملکت کی پارلیمنٹ نے نہیں بلکہ خود رب العزت نے بنائے ہیں۔

پیغمبر اسلام سے گفتگو کے آداب:

پیغمبر اسلام کی اُمت کو آپ کی بارگاہ میں گفتگو کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ¹⁶⁶

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر توڑیں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا اُن پر دردناک عذاب پڑے۔ ایک اور جگہ بارگاہ رسالت میں گفتگو کے آداب یوں بیان کیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمِعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ¹⁶⁷

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سُنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

جب حضور ﷺ صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے راعنا یا رسول اللہ اس کے یہ معنی تھے کہ یا رسول ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجیے۔ یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا، انہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا۔ حضرت سعد بن معاذ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے۔ آپ نے ایک روز یہ کلمہ اُن کی زبان سے سُن کر فرمایا اے دشمنانِ خدا تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اُس کی گردن مار دوں گا۔ یہود نے کہا ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اس پر آپ رنجیدہ ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں راعنا کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ نظرِ نا کہنے کا حکم ہوا۔¹⁶⁸

جسٹس کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام بارگاہ رسالت میں جب حاضر ہوتے اور حضور نبی کریم اکے کسی ارشادِ گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ لیتے تو عرض کرتے راعنا اے حبیب اللہ! ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے۔ لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں مستعمل ہوتا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی عزت و تعظیم کا یہاں تک پاس ہے کہ ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرمادیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔¹⁶⁹

مزید آگے لکھتے ہیں:

واسمعو کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرمادی کہ جب میرا رسول تمہیں کچھ سنارہا ہو تو ہمہ تن گوش ہو کر سنو تا کہ انظرنا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ یہ بھی تو شانِ نبوت کے مناسب نہیں کہ ایک ایک بات تم بار بار پوچھتے رہو یہ کمالِ ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم عرش و فرش کے مالک نے غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام کو دی۔¹⁷⁰

پیغمبر اسلام کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ¹⁷¹

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اُس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور اُن کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔
مزید آگے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلَا تَقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ¹⁷²

بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے انہی کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔

حبرے کے باہر سے پکارنے کی ممانعت:

مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے کے ارادے سے بنی تمیم کا ایک وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا آپ اپنے حجرہ مبارک میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ یہ لوگ تہذیب و معاشرت کے آداب سے بالکل کورے تھے مگر اسلام قبول کرنے کے شوق میں حجرہ مبارک کے باہر

كھڑے ھو كر آپ كو آوازيں دينے لگے۔ ان كى آوازوں سے آپ اكلچى نيند سے بيدار ھو گئے۔ باھر تشريف لائے اور انھیں دولتِ ايمان سے سرفراز فرمايا۔ اس وقت يہ آيت كريم نازل ھوئى:

إِنَّ الدِّينَ يُنَادِيكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ O وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ

غَفُورٌ رَحِيمٌ 173

بے شك جو لوگ پكارتے ھیں آپ كو حجروں كے باھر سے ان ميں اكثر نا سمجھ ھیں اور اگر وہ صبر كرتے يہاں تك كہ آپ باھر تشريف لاتے ان كے پاس تو يہ اُن كے ليے بہت بہتر ھوتا اور اللہ تعالٰى غفور رحيم ہے۔
اس آيت كى تشريح كرتے ھوئے علامہ ارشد القادري لکھتے ھیں:

رشتہ محبت كى ذرا نزاکت ملاحظہ فرمائيے نبى كا منصبى فريضہ ہے كہ وہ لوگوں كو خدائے واحد كا پرستار بنائے۔ ظاھر ہے كہ جو لوگ كلمہ توحيد كا اشتياق لے كر پيغمبر كى چوكھٹ تك آئے اُن كى بے قرارى قطعاً ايك ايسے فرض كے ليے ہے كہ جس كا تعلق منصبِ نبوت سے بھى ہے اس كے ليے آج وہ خود آواز دے رہے ھیں۔ آواز كے پيچھے مقصد كى ھم آھنگى سے كون انكار كر سكتا ہے ليكن اس كے باوجود خدائے كردگار كے تيسے يہ كام محبوب كے خوابِ ناز سے زيادہ اھم نہيں ھو سكتا۔ دونوں جہاں كا چين جس كى راحتِ جاں سے وابستہ ہے اس كے آرام ميں خلل ڈالنے كے معنى سوا اس كے اور كيا ھیں كہ پورى كائنات كى آسائش كو چھيڑ ديا جائے۔

پھر وارفتگى شوق كا يہ مطلب بھى ھر گز نہيں ہے كہ آدابِ عشق كى اُن حدود سے كوئى تجاوز كر جائے جہاں تنقيصِ شان كا شبہ ھونے لگے۔

عرب كا ذرہ نواز تمھیں اپنے پہلو ميں بٹھاليتا ہے تو اس احسانِ بے پايں كا شكر ادا كرو كہ ايك پيكرِ نور سے خاكساروں كا رشتہ ھى كيا؟ اور ايك لمحے كے ليے بھى اسے نہ بھولو كہ وہ روئے زمين كا پيغمبر ھى نہيں ہے خدائے ذوالجلال كا محبوب بھى ہے۔ اُن كى بارگاہ كے حاضر باش شيوہ ادب سيكھيں۔

پيكرِ بشرى سے دھوكہ نہ كھائيں۔ اپنے وقت كا سب سے بڑا زاہد اسي تقيير پر عالمِ قدس سے نكالا گيا تھا۔ فرزندِ آدم كو غفلت سے چونكانے كے ليے تعزيراتِ الہى كى يہ پہلى مثال كافى ھوگى كہ محبوب كے دامن سے مربوط ھوئے بغير خدا كے ساتھ سجدہ بندگى كا بھى كوئى رشتہ قابلِ اعتنا نہيں ھو سكتا۔ 174

ادب و احترام كا ايك اور قانون:

سورہ الحجرات ميں فرمايا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا نِيَّيَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَبِيْعٌ عَلِيمٌ¹⁷⁵

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

صاحب خزائن العرفان اس آیت کے شان نزول کے بارے میں لکھتے ہیں:

چند شخصوں نے عیدِضحیٰ کے دن سید عالم اسے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدم نہ کرو۔¹⁷⁶

عشاقِ مصطفیٰ!

چشم تصور سے محبوب کی الفت و محبت کے حسین و دل ربا منظر کو ملاحظہ کیجیے۔

پیغمبر اسلام کی بعثت کا مقصد خالق کے بندوں کو خالق ہی کی طرف لے کر جانا ہے۔۔۔ قربانی کرنے یا روزہ رکھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوش نودی و رضا ہی تھا۔

تو پھر اُن سے کیوں فرمایا کہ تقدیم نہ کرو؟۔۔۔ پہل نہ کرو؟

اس لیے کہ ہر وہ عمل جو اللہ کے محبوب کی نقل نہ بن جائے وہ بارگاہِ ایزدی سے بھی قبولیت کی سند نہیں پاسکتا۔ پیغمبر اسلام کی نقل ہی کا نام عبادت ہے۔ آپ اکی ادائی میں خالق کائنات کی رضا ہے۔

اسی لیے عاشق صادق نے فرمایا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

عزیزانِ گرامی!

صرف آواز کو پست رکھنے کا حکم ہی نہیں دیا۔۔۔ صرف مخاطبت کے آداب ہی نہیں سکھائے۔۔۔ صرف انظرنا کہہ کر مدعا عرض کرنے کا سلیقہ ہی نہیں تفویض کیا۔ بلکہ فرمایا:

أَمْ تَرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَّبِدَلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ¹⁷⁷

کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسے موسیٰ سے پوچھے گئے تھے اور جو بدل لیتا ہے کفر کو ایمان سے وہ تو بھٹک گیا سیدھے راستے سے۔

يعنى صاف صاف واضح فرما ديا كه ميرے محبوب سے ايسے سوالات نه كرنا جيسے يهودى حضرت موسى عليه السلام سے كرتے تھے۔
پير كرم شاه الازهرى اس آيت كى تفسير ميں لكھتے هيں:

يهود مسلمانوں كو طرح طرح كے سوالات كرنے پر اكساتے۔ اللہ تعالىٰ نے مسلمانوں كو ايسا كرنے سے سختى سے منع فرمايا كه ميرے حبیب سے يهوديوں كى طرح قيل و قال نه كيا كر ورنه گمراه هو جاؤ گے۔ جن اُمور كے كرنے كا حكم ديا جائے اُن كو كر و جن سے منع كيا جائے اُن سے باز رهو اور جن امور كے متعلق اللہ اور اُس كے رسول نے سكوت اختيار فرمايا ہے انھيں مت چھيڑو ايسى ميں تمھارى سلامتى ہے۔ 178
بارگاہ رسالت ميں آنے اور جانے كے آداب:
اپنے محبوب كى بارگاہ ميں آنے جانے كے آداب سورہ نور ميں يوں تعليم فرمائے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأُذِنَ لِبَنٍ شِئْتُ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ 179

پس سچے مومن تو وہ هيں جو ايمان لائے هيں اللہ تعالىٰ پر اور اُس كے رسول پر اور جب هوتے هيں وه آپ كے ساتھ اجتماعى كام كے ليے تو (وہاں سے) چلے نہيں جاتے جب تك آپ سے اجازت نه لیں بلاشبہ وه لوگ جو اجازت طلب كرتے هيں آپ سے يہى لوگ هيں جو ايمان لاتے هيں اللہ كے ساتھ اور اُس كے رسول كے ساتھ پس جب وه اجازت مانگیں آپ سے كسى كام كے ليے تو اجازت دیجئے ان ميں سے جسے آپ چاہيں اور مغفرت طلب كيجيے ان كے ليے اللہ تعالىٰ سے بے شك اللہ تعالىٰ غفور رحيم ہے۔
سورہ احزاب ميں تكريم نبوى كے آداب يوں تعليم فرمائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَاظِرِينَ إِنَّا هُمْ وَأَنْتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنَسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ 180

اے ايمان والو! نه داخل هوا كر ونبى كريم كے گھروں ميں بجز اس (صورت) كے كه تم كو كھانے كے ليے آنے كى اجازت دى جائے (اور) نه كھانا پيئنے كا انتظار كيا كر و ليكن جب تمھيں بلايا جائے تو اندر چلے آؤ پس جب كھانا كھا چكو تو فوراً منتشر هو جاؤ اور نه وهاں جا كر دل بهلانے كے ليے باتيں شروع كر ديا كر و۔ تمھارى يہ حركتيں (ميرے) نبى كے ليے تكليف كا باعث بنتى هيں پس وه تم سے حيا كرتے هيں (اور چپ رھتے هيں) اور اللہ تعالىٰ حق بيان كرنے ميں شرم نہيں كرتا۔
عزيزان گرامى!

ہم نے اس باب میں ناموس رسالت کے حوالے سے قرآن کریم سے استدلال پیش کیے۔ اور الحمد للہ یہ ثابت کیا کہ ناموس رسالت کے احکامات اسلامی عقائد و نظریات کی بنیاد ہیں۔۔۔ روح اسلام ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے اسمعیل قریشی صاحب کی کتاب ”ناموس رسول اور قانون توہین رسالت“، ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ”تحفظ ناموس رسالت“ اور پروفیسر حبیب اللہ چشتی صاحب کی ”توہین رسالت کی سزا اور ہماری کتاب ”آزادی اظہار رائے اور صلیبی دہشت گردی“ ملاحظہ فرمائیے۔

کیرن صاحبہ اور دیگر اسلام دشمن مستشرقین کی یہ کوشش رہی کہ امت مسلمہ کا یہ جوہر خالص عشق رسول امت اسلامیہ کے سینوں سے نکل جائے تو یہ قوم راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں اور اگر یہ شمع ان کے سینوں میں یوں ہی جلتی رہی تو باوجود ہزار زوال کے ایک نہ ایک دن یہ قوم بام عروج پر اپنے جھنڈے لہرا دے گی۔ اس کے لیے وہ تہذیب کے نام پر عقل و خرد کا تو خون کرتے ہی ہیں ساتھ ہی روشن خیالی اور تجدّد کی آگ پر عقیدتوں و محبتوں اور روح ایمانی کو جھلسا دینے کی مکر وہ سعی سے بھی نہیں چوکتے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

باب سوم

فتر آن، اسلام اور مستشرقین

عداوت اسلام کا نشہ جس نے عقل و خرد کو ناکارہ اور فکر و تدبیر کو بانجھ کر دیا ہے۔ بصارت و بصیرت کا ایسا افلاس کہ آنکھیں دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہی، کان سنتے ہوئے بھی قوت سماعت سے محروم، قلب کی سیاہی نے عقل کی بینائی بھی سلب کر ڈالی۔

اسلام کا راستہ روکو۔۔۔ اسلام کو آگے نہ بڑھنے دو۔۔۔ اگر اسلام یوں ہی ترقی کرتا رہا تو اس عظیم اور کائناتی سچائی کے سامنے تمام مذاہب اس میں گم ہو جائیں گے۔۔۔ ہر تہذیب اسلام کی تہذیب کے سامنے سرنگوں ہو جائے گی۔۔۔ ہر ثقافت اسلام کی حسین ثقافت پر فدا ہو جائے گی۔۔۔ قوانین اُمم، اسلام کے اصول قوانین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔۔۔ اسلام کے سماجی، سیاسی، معاشی نظام حُسن کی زیبائی آج نہیں تو جلد ہی اقوام عالم کو گرویدہ بنالے گی اور ہمارے برسوں سے قائم رسم و رواج کے صنم اسلامی تعلیمات کی ایک ہی ضرب سے پاش پاش ہو جائیں گے۔

یہ نعرے ہر زمانے میں لگتے رہے۔۔۔ اہل باطل کی یہ صدائیں ہر زمانے میں بلند ہوتی رہیں۔۔۔ مذہبی پنڈتوں کی یہ خواہشات ہر عہد میں جنم لیتی رہیں۔۔۔ فکر کے سفاک بیوپاری انسانوں کو اپنی غلامی میں رکھنے کے لیے انہیں اسلام کی مخالفت کا زہر پلاتے رہے۔ ماضی میں اسلام کی مخالفت کا علم مشرکین مکہ نے بلند کیا اور عہد حاضر میں مستشرقین اُن کی جانشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ احبابِ من!

اسلام کی مخالفت اتنی آسان نہیں مسلمانوں کے پاس رسم و رواج کا گورکھ دھندہ نہیں بلکہ نظامِ حیات موجود ہے۔ اسلام کے ماننے والے مذہبی سوداگروں کے دیوانے نہیں ہوتے بلکہ عشقِ رسول اکے پروانے ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو انہیں ضابطہ حیات دیتی ہے۔ اُن کے پاس قرآن ہے جو اُن کو زندگی بخشتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں زندگی گزارنے کے اصول ہیں۔ معاشرتی مسائل کا حل ہے۔ سیاسی و معاشی بھنور سے نکلنے کا کلیہ اس کتابِ عظیم الشان میں موجود ہے۔ تو پھر کیسے اس مذہب کی مخالفت ہو سکتی ہے؟ اس قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ان کی مخالفت کب تک جاری رہ سکے گی؟

مشرکین مکہ لوگوں کو قرآن کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے، وہ دیکھ رہے تھے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے فصیح و بلیغ شعراء، نثر نگار بے بس ہو گئے ہیں۔ وہ پریشان تھے کہ انہیں یہ کلام کون سکھاتا ہے؟ انہوں نے لوگوں کی کثیر تعداد کو قرآن کے بیان سے مرعوب ہوتے اور داخل اسلام ہوتے دیکھا۔ جیسا کہ کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

The Arabs found the Qu'ran quite astonishing. it was unlike any other literature they had encountered before. Some, as we shall see, were converted immediately, believing that divine inspiration alone could account for this extraordinary language. Those who refused to convert were bewildered and did not know what to make of this disturbing revelation. Muslim still find

the Qu'ran profoundly moving. They say that when they listen to it they feel enveloped in a divine dimension of sound.¹⁸¹

عرب قرآن پر ششدر تھے کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے جس ادب کا مطالعہ کیا تھا قرآن اس سے بہت مختلف تھا۔ قرآن کو سن کر، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کئی لوگ فوراً مسلمان ہو گئے انہیں یقین تھا کہ صرف وحی الہی ہی اس غیر معمولی زبان میں نازل ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا وہ حواس باختہ ہو گئے اور یہ معلوم نہ کر سکے کہ اس پریشان کن وحی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کیا جائے؟ مسلمان قرآن پاک کو اب بھی انتہائی دل گداز اور رقت انگیز کلام سمجھتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ جب وہ قرآن کو سنتے تو اس الہامی کلام کی اثر پذیری اور آواز سے ان پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔¹⁸²

مزید آگے لکھتی ہیں:

He extreme beauty of the Qur'an seems to have penetrated people's reserves.¹⁸³

زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ خود قرآن حکیم تھا۔¹⁸⁴

مزید آگے اپنے چھپے ہوئے بغض کے ساتھ وہ رقم طراز ہیں:

At one level one can say that Muhammad had discovered an entirely new literary form, which some people were ready for but which others found shocking and disturbing. It was so new so Powerful in its effect that its very existence seemed a miracle, beyond the reach of normal human attainment. Muhammad's enemies are challenged to produce another work like it.¹⁸⁵

یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے مکمل طور پر ایک ایسی نئی ادبی صنف دریافت کر لی تھی جس کے لیے بعض لوگ تیار تھے لیکن کئی دوسرے لوگوں کو اس سے صدمہ پہنچا اور وہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ یہ اس قدر نئی، طاقتور اور اثر انگیز صنف تھی کہ خود اس کا وجود ہی معجزہ تھا اور انسانی فہم و ادراک اس کا احاطہ کرنے سے عاجز تھا۔¹⁸⁶

عزیزانِ گرامی!

تاریخ کی کتابوں میں ان گنت ایسے واقعات موجود ہیں جس نے قرآن کریم کو ایک مرتبہ بغیر کسی عصبيت کے سن لیا وہ صاحب قرآن کا غلام ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اس کی واضح دلیل ہے۔

روائے تریش کا قرآن کو چھپ کر کے سننا:

قرآن کریم کے بیان میں جو چاشنی ہے اُس نے اس کے مخالفین کو بھی اسے سننے پر مجبور کر دیا۔ اس کی رعنائیوں کے سامنے اس کے مخالفین بھی دم بخود ہیں۔

علامہ ہشام اپنی کتاب سیرت ابن ہشام میں لکھتے ہیں:

ابوسفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام، اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی، نبی اکرم کی زبان مبارک سے قرآن سننے کے لیے نکلے۔ آپ ارات کے وقت اپنے کاشانہ اقدس میں مصروف نماز تھے۔ اُن میں سے ہر شخص ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر قرآن پاک سننے لگا۔ ہر ایک دوسرے سے نا آشنا تھا۔ وہ اسی کیفیت میں پوری رات قرآن سنتے رہے۔ طلوع فجر کے وقت وہاں سے نکلے راستہ میں وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہا پھر یہ حرکت کبھی نہ کرنا۔ اگر کسی احمق نے تمہارا یہ فعل دیکھ لیا تو ان کے دلوں میں تمہارے متعلق شبہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ جدا ہو گئے۔ جب دوسری رات آئی تو ان میں سے ہر شخص اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھ گیا اور ساری شب قرآن پاک سنتے ہوئے گزار دی۔ طلوع فجر کے وقت وہ وہاں سے نکلے اتفاقاً راستہ میں پھر جمع ہو گئے۔ انہوں نے وہی مشاورت کی جو وہ پہلی رات کر چکے تھے پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ تیسری رات وہ سہ بار اپنی اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے اور قرآن پاک کی سماعت کرتے ہوئے رات گزار دی۔ صبح کے وقت چلتے بنے۔ راستہ میں پھر جمع ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اب ہم جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم عہد نہ کر لیں کہ ہم پھر کبھی یہ حرکت نہیں کریں گے انہوں نے اس پر پختہ عہد کیا اور چلے گئے۔¹⁸⁷

احباب من!

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، اس کی چاشنی، جملوں کی رعنائی نے ان بدترین دشمنوں کو بھی اس کی سماعت پر مجبور کر دیا مگر افسوس کے سننے ہوئے بھی سماعت سے محروم رہے، دیکھتے ہوئے بھی بصیرت کی قیسی رہی، لیکن ذرا سوچیے! کیرن صاحبہ کے اس جملے کو:

Those who refused to convert were bewildered and did not know what to make of this disturbing revelation.¹⁸⁸

جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا وہ حواس باختہ ہو گئے اور یہ معلوم نہ کر سکے کہ اس پریشان کن وحی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کیا جائے؟¹⁸⁹

یقیناً مشرکین مکہ اس صورت حال میں خاموش ہو کر نہیں بیٹھے ہوں گے۔ ان کے دل و دماغ میں مستشرقین کی طرح آندھیوں کے جھکڑ چل رہے ہوں گے۔۔۔ بے چینی اور اضطراب کے طوفان اُٹھ رہے ہوں گے۔ اور یہ آندھی و طوفان فکر و نظریات کی بزم کو کس طرح تہہ و بالا کرنے کی سعی کر رہے ہوں گے۔

کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہیں:

Islam to the threshold of Europe, John of Segovia pointed out that a new way of coping with the Islamic menace had to be found. It would never be defeated by war or conventional missionary activity. He began work on a new translation of the Qu'ran, collaborating with a Muslim jurist from Salamanca. He also proposed the idea of an international conference, at which there could be an informed exchange of views between Muslims and Christians. John died in 1458, before either of his projects had been brought to fruition, but his friend Nicholas of Cusa had been enthusiastic about this new approach. In 1460 he written the cribratio Alchoran (This Sieve of the Qu'ran), which was not conducted on the usual polemical lines but attempted the systematic literary, historical and philological examination of the text that John of Segovia had considered essential. During the Renaissance, Arabic studies were and this cosmopolitan and encyclopedic approach led some scholars to a more realistic assessment of the Muslim world and to an abandonment of cruder Crusading attitudes.¹⁹⁰

اسلام یورپ کے دروازے پر دستک دینے لگا جان آف سیگوویا نے اس جانب اشارہ کیا کہ اسلام کے خطرے سے نمٹنے کے لیے عیسائیوں کو ایک نیا طریقہ دریافت کرنا ہو گا کیونکہ جنگ یا روایتی مشنری سرگرمیوں سے اسلام کو کبھی شکست نہیں دی جاسکتی۔ چنانچہ اس نے سلیمانکا Salamanca کے ایک مسلمان ماہر قانون کے ساتھ مل کر قرآن کریم کے نئے ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ اس نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تبادلہ خیالات کے لیے ایک بین الاقوامی کانفرنس بلانے کی بھی تجویز پیش کی۔ لیکن ۸۵۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا کوئی منصوبہ بار آور نہ ہو سکا۔ البتہ اس کے دوست کیوسا کے نکولس نے اس نئے انداز فکر کے بارے میں جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ اس نے ۶۴۱ء میں Cribation Alchoran قرآن کا اجمالی جائزہ لکھی۔ یہ کتاب معمول کے مطابق مناظرانہ خطوط پر لکھی گئی لیکن اس کا اسلوب ادبی، تاریخی اور فلسفیانہ تھا اور اس میں قرآن حکیم کی ان آیات کا تجزیہ کیا گیا جنہیں جان آف سیگوویا ہم سمجھتا تھا۔ علوم و فنون کے احیاء کے زمانے میں عربی زبان کے مطالعے کو فروغ حاصل ہو گیا اور اس آفاقی مذہب اور علوم و فنون کے متعلق جامع معلومات اکٹھی کرنے کے رجحان کی بدولت بعض اسکالروں نے عالم اسلام کے بارے میں زیادہ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اختیار کر کے صلیبی جنگوں کے خام رویے کو ترک کر دیا۔ 191

اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوف زدہ ہوتے ہوئے انگریز مستشرق Hunphry Prideanx لکھتا ہے:

Islam a mere imitation of Christianity but it was a clear example of idiocy to which all religions, Christianity included, could sink.¹⁹²

اسلام نہ صرف عیسائیت کا چربہ ہے بلکہ یہ دین ضعفِ عقل اور پاگل پن کی واضح مثال ہے اور اگر مذہب کے معاملے میں عقل و استدلال سے کام نہ لیا گیا تو عیسائیت سمیت تمام مذاہب غرق ہو جائیں گے۔¹⁹³

مستشرق کارلائل قرآن مجید کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

But the Qu'ran was condemned as the most boring book in the world: 'a wearisome, confused jumble, crude, incondite; endless iteration, long-windedness, entanglement; most crude, incondite, insupportable stupidity in short.'¹⁹⁴

کارلائل نے قرآن پاک کو دنیا کی سب سے بے کیف کتاب قرار دیتے ہوئے کہا مختصر یہ کہ قرآن پاک ناگوار اور تکلیف دہ، پریشان خاطر، خام، کبھی ختم نہ ہونے والی تکرار، طویل تیچ و خم، دشوار گزار، حد درجہ خام اور حماقتوں کا مجموعہ ہے۔¹⁹⁵

مستشرقین بھی مذہب اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور قرآن کے اعجاز کے سامنے بے بس ہو کر وہی اعتراضات کرنے لگے جو عہد رسالت میں مشرکین نے کیے تھے۔

مشرکین کے قرآن پر اعتراضات:

مشرکین نے قرآن کریم پر کیا اعتراضات کیے؟

مشرکین نے قرآن کریم کو کلام الہی ماننے سے انکار کیا۔ انہوں نے فصاحت و بلاغت کو ملاحظہ کیا مگر ضد، ہٹ دھرمی کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا۔

سورہ ہود میں مشرکین کے اس طرز کو یوں بیان فرمایا:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيْ إِجْرَائِي وَأَنَا بِرِيءٌ مِّمَّا تَجْرُمُونَ۔¹⁹⁶

کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں (محمد) نے اسے (قرآن کو) اپنے دل سے گھڑ لیا ہے تم فرماؤ اگر میں نے دل سے بنالیا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور تمہارے گناہ سے الگ ہوں۔

مشرکین نے پیغمبر اسلام پر شاعر ہونے کا الزام عائد کیا قرآن نے اس کا تذکرہ یوں بیان فرمایا:

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ۔¹⁹⁷

بلکہ بولے پریشان خیالات ہیں بلکہ ان کی گھڑت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں۔

مستشرقین نے بھی اسی اسلوب کو اپنایا جیسا کہ کیرن آرمسٹرانگ اپنی کتاب Muhammad Prophet for our Time میں لکھتی ہیں:

Afterwards he found it almost impossible to describe the experience that sent him running in anguish down the rocky hillside to his wife. It seemed to him that a devastating presence had burst into the cave where he was sleeping and gripped him in an overpowering embrace squeezing all the breath from his body. In his terror, Muhammad could only think that he was being attacked by a jinni.¹⁹⁸

آنحضرت ﷺ نے اس تجربے کو بیان کرنا تقریباً ناممکن پایا جب آپ لرزاں و خیزاں پہاڑی سے اتر کر اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تھے۔ آپ کو لگا تھا کہ ایک پُر جلال اور ہیبت ناک ہستی اس غار میں گھس آئی تھی جہاں آپ اسورہے تھے۔ اس ہستی نے آنحضرت کو زور سے اپنے ساتھ بھینچا تھا۔ ہیبت زدگی کے عالم میں آپ نے سوچا کہ شاید کسی جن نے حملہ کیا تھا۔¹⁹⁹ یہ جن کون تھا؟ اس کے بارے میں بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

One of the fiery spirits who haunted the Arabian steppes and frequently one lured travelers from the right path. The jinn also inspired the bards and soothsayers of Arabia. One poet described his poetic vocation as a violent assault; his personal jinni had appeared to him without any warning, thrown him to the ground and forced the verses from his mouth.²⁰⁰

یہ جن ناری روحیں تھیں جو اکثر عربیہ کی سستیوں پر منڈلاتے اور گاہے بگاہے مسافروں کو راہ سے بھٹکاتے رہتے تھے۔ جنات نے گویوں اور عربیہ کے فال گیروں کو بھی فیض بخشا تھا۔ ایک شاعر نے اپنی شاعرانہ کیفیت کو زبردست حملے کے طور پر بیان کیا: اس کے ذاتی جن نے بلا انتباہ اسے زمین پر پھینک دیا اور اشعار زبردستی اس کے منہ سے نکلوائے۔²⁰¹

کیرن آرمسٹرانگ محض اپنے تخیل کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ کسی جن کے سحر میں گرفتار تھے۔

So, when Muhammad heard the curt command "Recite!" he immediately assumed that he too had become possessed. "I am no Poet" he pleaded but his assailant simply crushed him again, until—

just when he thought he could bear it no more, he heard the first words of a new Arabic scripture pouring, as if unbidden from his lips.²⁰²

چنانچہ جب حضرت محمد ﷺ نے ”پڑھو!“ کا حکم سنا تو یہی سمجھے کہ آپ (ا) پر بھی جن وارد ہوا ہے۔ آپ (ا) نے کہا ”میں شاعر نہیں ہوں“ لیکن حملہ آور ہستی نے آپ کو دوبارہ بھیجا اور یہ عمل برداشت سے باہر ہو گیا تو نئے عربی صحیفے کے ابتدائی الفاظ خود بخود اپنے لبوں سے جاری ہو گئے۔ 203

اپنی کتاب Muhammad A Biography of the Prophet میں اپنے اسی الزام کو یوں تقویت دیتی ہیں:

Thus Hassan ibn Thabit, the poet of Yathrib who later become a Muslim, says that when he received his poetic vocation, his jinni had appeared to him, thrown him to the ground and forced the inspired words from his mouth.²⁰⁴

یثرب کے شاعر حسان بن ثابت نے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے کہا ہے کہ جب اُن پر شعر گوئی کی کیفیت طاری ہوتی تو اُن کا جن ظاہر ہو کر انہیں زمین پر گر ادیتا تھا اور الہامی الفاظ ان کے منہ سے کہلو اتا۔²⁰⁵ مشرکین نے قرآن اور صاحب قرآن پر یہ الزام لگایا جسے قرآن نے یوں بیان کیا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا (4) وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ
اِكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُلَىٰ عَلَىٰ بِكْرَةٍ وَأَصِيلًا²⁰⁶

اور کافر بولے یہ (قرآن) تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے (پیغمبر اسلام) بنالیا ہے اور اس پر اور لوگوں نے بھی انہیں مدد دی ہے۔ بے شک وہ ظالم اور جھوٹ پر آئے اور بولے اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں۔ مستشرقین کا انداز بھی یہی ہے، کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

Christians would claim that it was Bahira who had coached Muhammad.²⁰⁷

عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کو اصل میں بحیرا نے تعلیم دی تھی۔²⁰⁸

اسی الزام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَزُ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ²⁰⁹

اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ اُس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجیب ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔
اس آیت کی تفسیر میں صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:

جب انسان بوکھلا جاتا ہے تو معقولیت کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ جب قرآن کریم کے متعلق اُن کے تمام شبہات کا جواب دے دیا گیا اور اُن کو اس جیسی کتاب، نہیں تو اس کی چھوٹی سی سورت کی مانند سورت کے بنانے کے چیلنج نے جب اُن کے لبوں پر مہر خاموشی ثبت کر دی تو کہنے لگے آپ کو کوئی سکھاتا ہے اور یہ سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ سیکھتے ہیں تو کس سے۔ اس کے لیے کوئی جواب ہوتا تو وہ دیتے، جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی کہتا بلعام لو ہار سے، کوئی بنی مغیرہ کے ایک غلام یعیش کا نام لیتا کوئی عیش اور جبر کو استاد ظاہر کرتا۔ حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کی مادری زبان عربی ہو، سارے عجیب تھے اور سارے غلام تھے اور ان میں سے اکثر حضور کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ ان کے کافر آقاؤں پر سخت ظلم کرتے لیکن ان کے پاؤں نہ ڈمگاتے اگر یہ معلم ہوتے۔ اگر یہ قرآن سکھانے والے ہوتے تو انہیں حضور پر ایمان لا کر اپنے آپ کو سنگدل آقاؤں کے ظلم و ستم کا ہدف بننے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز اگر کسی سے حضور اسیکھتے تھے تو وہ کوئی ایک ہی ہو گا۔ کفار کا مختلف لوگوں کے نام لینا اُن کے جھوٹے ہونے کی صریح نشانی تھی اور سب سے بڑی دلیل اُن کے جھوٹے ہونے کی یہ تھی جسے قرآن کریم نے ذکر فرمادیا ہے کہ تم جو لغت عربی کے امام ہو اور فصاحت و بلاغت کے دعویدار ہو تم تو آج تک اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت بھی بنا نہ سکے۔ یہ عجیب غلام جنہیں صبح سے لیکر شام تک اپنے دھندے سے فرصت نہیں ملتی وہ اتنے ماہر کہاں سے آگئے کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام سکھا سکیں، جس کے ہر جملہ میں علم و حکمت کے سمندر موجزن ہیں۔²¹⁰
انہی اعتراضات سے گھبرا کے منکمری واٹ لکھتا ہے:

"Here there are various possibilities. He might have met jews and christians and talked about religious matters with them. There were christian Arabs on the borders of syria. Christian Arabs or Abyssinians from Yeman may have come to Mecca to trade or as slaves. Some of the nomadic tribes or clans were Christians, but may still have come to the annual trade fair at Mecca. There were also important Jewish groups settled at Medina and other places. Thus opportunities for conversation certainly existed. Indeed Muhammad is reported to have had some talks with Waraqah Khadijah's christian cousin and during his life time his enemies tried to point to some of his contacts as the source of his revelation."

”اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں۔ ممکن ہے محمد (ﷺ) یہودیوں اور عیسائیوں سے ملے ہوں اور اُن کے ساتھ مذہبی معاملات پر گفتگو کی ہو۔ شام کی سرحد کے ساتھ کچھ عیسائی عرب آباد تھے۔ ممکن ہے عیسائی عرب یا یمن کے حبشی تجارت کی غرض سے یا غلام بن کر مکہ آئے ہوں۔ کچھ بدو قبائل یا اُن کی کچھ شاخیں بھی عیسائی تھیں، لیکن عیسائی ہونے کے باوجود ممکن ہے وہ مکہ کے سالانہ تجارتی میلوں میں شرکت کرتے ہوں۔ مدینہ اور کچھ دوسری جگہوں پر یہودیوں کے کچھ اہم قبائل آباد تھے۔ لہذا ایسے عناصر سے گفتگو کے امکانات یقیناً موجود تھے۔ محمد (ا) کی حضرت خدیجہ کے عیسائی چچا زاد ور قہ سے ملاقات کا بیان تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔ اور محمد (ا) کی زندگی میں آپ کے دشمنوں نے کچھ ایسے عناصر کے ساتھ آپ کے رابطوں کی طرف اشارہ کیا تھا جن کو ان کے الہامات کا منبع قرار دیا جاسکتا تھا۔“²¹¹

انہی جیسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ²¹²

کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی (قرآن) گھڑ لیا ہے درحقیقت یہ بے ایمان ہیں۔
قارئین کرام!

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت کے مخالفین و معترضین کے اعتراضات کا ذکر فرمایا۔ مستشرقین نے بھی مشرکین کے اسلوب و الزامات کو اپنایا۔ مشرکین نے قرآن کریم پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ اس میں جو قصے ہیں، واقعات ہیں وہ سب پہلے لوگوں کے ہیں۔ قرآن نے ان کے دعوے کو یوں بیان فرمایا:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُبَايِعُوكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ²¹³

یہاں تک کہ جب آپ کے پاس بحث کرنے کو آتے ہیں تو جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ (قرآن) اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔

ایک اور جگہ ان کے اسی الزام کو یوں بیان فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَآذَا أَنزَلِ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ²¹⁴

اور جب ان (کافروں) سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا نازل فرمایا ہے تمہارے پروردگار نے کہتے ہیں (کچھ نہیں) یہ تو پہلے لوگوں کے من گھڑت قصے ہیں۔

مستشرقین آج جو الزامات قرآن اور صاحب قرآن پر لگاتے ہیں عہد رسالت میں دشمنان اسلام مشرکین مکہ کا بھی یہی وطیرہ تھا۔ قرآن نے ان کے اس الزام کو ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا:

وَقَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اٰكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلٰٓى هٖ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً²¹⁵

اور کفار نے کہا یہ تو افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوا لیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اُسے ہر صبح و شام۔
قارئین کرام!

یہ ہی اسلوب الزامات مستشرقین کا بھی ہے جیسا کہ کیرن آر مسٹرانگ لکھتی ہیں:

Like most Arabs of the time, he was familiar with the stories of Noah, Lot, Abraham, Moses, and Jesus and knew that some people expected the imminent arrival of an Arab Prophet _²¹⁶

اپنے عہد کے زیادہ تر عربوں کی طرح آنحضرت (ﷺ) بھی حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی کہانیوں سے واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ کچھ لوگ ایک عرب کے پیغمبر کے منتظر تھے لیکن انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ یہ مشن خود آپ ہی کو سونپا جائے گا۔²¹⁷

مزید آگے اپنے اسی تخیل کو اس طرح ذہنوں میں راسخ کرنے کی کوشش کرتی ہیں:

آپ (ﷺ) نے بہت گہرائی میں محسوس کر لیا تھا کہ آپ غیر معمولی قابلیت کے مالک تھے۔²¹⁸

کیرن آر مسٹرانگ کہنا یہ چاہتی ہیں:

۱۔ قصص النبیین کے واقعات جو قرآن میں ہیں ان سے تو آپ دیگر عربوں کی طرح واقف تھے۔

۲۔ یہ بھی جانتے تھے کہ کچھ لوگ عرب میں ایک پیغمبر کے منتظر بھی ہیں لہذا موقع غنیمت جانا اور غیر معمولی قابلیت کے سبب نبوت

کا دعویٰ کر دیا۔

مزید آگے لکھتی ہیں:

قرآن کریم کے ابتدائی پیغام میں روز قیامت کا مسیحی تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔²¹⁹

یعنی قرآن کریم میں جو قیامت سے متعلق نظریہ ہے وہ بائبل یا عیسائیت سے ماخوذ ہے۔

کیرن آر مسٹرانگ کی یہ الزام تراشی کوئی نئی نہیں بلکہ ان سے قبل دیگر مستشرقین بھی اس طرح کے الزامات عائد کر چکے ہیں اور یہ

مستشرقین کا شیوہ ہے کہ سب لوگ مل کر جھوٹ بولوتا کہ سچ کو پھانسی کی سزا سنادی جائے۔

کیرن آر مسٹرانگ کے پیش روول ڈیورنٹ اس الزام کو بہت کھل کر یوں بیان کرتے ہیں:

عرب میں بہت سے عیسائی تھے جن میں کچھ مکہ میں بھی رہتے تھے۔ ان میں سے کم از کم ایک کے ساتھ آپ (ا) کا تعلق کافی قریبی

نوعیت کا تھا۔ یہ عیسائی شخص حضرت خدیجہ کا کزن ورقہ بن نوفل تھا جو عبرانیوں اور عیسائیوں کے مذہبی صحائف کے بارے میں جانتا تھا۔

حضرت محمد (ا) اكثر مدينه جايا كرتے تھے جهاں آپ (ا) كے والد كا انتقال هوا تھا۔ وهاں آپ (ا) كى ملاقات غالباً كچھ يهوديوں سے هوئى جو آبادى كا ايك بڑے تناسب تشكيل ديئے هوئے تھے۔ قرآن پاك كے متعدد صفحات سے ظاھر هوا ہے كہ آپ (ا) نے عيسائىوں كے اخلاقى اصولوں، يهوديوں كى وحدانيت كو سراھنا سيكھا۔ ان عقائد كے ساآھ موازنه ميں عرب كى بت پرستى، اخلاقى بے راھ روى، قبائلى جنگ وجدل اور سياسى افراطفرى شرمناك حد تك وحشاينه معلوم هوتى هوگى۔²²⁰

مزيد آگے لكھتے هيں:

ھر كامياب مبلغ كى طرأ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنے عهد كى ضروريات اور تقاضوں كے مطابق صدا بلند كى۔ 221

ول ڈيورائٹ كے ان دونوں اقتباس سے ظاھر هوا ہے كہ پيغمبر اسلام نے چند عيسائى جيسے ورقه بن نوفل جو عبرانيوں اور عيسائىوں كے صحائف كے بارے ميں جانتا تھا اُس سے يقيناً كچھ سيكھا هو گا پھر ول ڈيورائٹ كے مطابق آپ اكثر مدينه بهى جايا كرتے تھے، وهاں آپ كى ملاقات غالباً كچھ يهوديوں سے هوئى هوگى، اُن سے بهى آپ نے كچھ سيكھا هو گا۔

تخمينے اور اندازوں پر مبنى ان اقتباس كو پڑھ كر كوئى پوچھ لے كہ ول ڈيورائٹ صاحب! آپ كو اس بارے ميں كيسے معلوم هوا كہ يه سب كچھ عيسائى يا يهودى علماء سے ليا گيا ہے اور اس كا ماخذ يهود و نصارى كا ادب ہے، تو كہتے هيں۔

قرآن كے متعدد صفحات سے ظاھر هوا ہے كہ آپ نے عيسائىوں كے اخلاقى اصولوں يهوديوں كى وحدانيت كو سراھنا سيكھا۔²²²

يعنى قرآن كريم يهود و نصارى كى بائبل سے ماخوذ ہے اور پيغمبر اسلام نے اپنے عهد اور ضرورت كے مطابق آواز لگائى۔

قرآن مجيد كے بارے ميں ايك اور الزام عائد كرتے هوئے ول ڈيورائٹ رقم طراز هيں:

عهد نامہ جديد كى طرأ قرآن مجيد كى اخلاقيات كا دار و مدار بهى بعد از موت سزا كے خوف اور جزا كى اميد پر ہے۔²²³

مزيد آگے ول ڈيورائٹ لكھتا ہے:

قرآن مجيد ميں يهوديوں كے عقائد، داستانين عبرانى پيغمبروں كے قصے ملتے هيں۔ يهوديوں كو اس كتاب ميں اپنى وحدانيت، الھام، ايمان، توبه، روز قيا مت اور جنت و دوزخ كے عقائد نظر آئے۔²²⁴

اسى طرأ لفظوں كى هير پھير كا گور كھ دھندل تقریباً تمام هي مستشرقين كى تحريروں ميں نظر آئے گا۔ جارج سيل اپنى كتاب The Koran ميں لكھتا ہے:

Several of which stories or some circumstances of them are taken from the old and new testament but many more from the apocryphal books and traditions of the jews and christians of those ages set up in the koran as truths in opposition to the scriptures which the jews and christians are

charged with having altered and i am apt to believe that few or none of the relation or circumstances in the koran were invented by Muhammad as is generally supposed it being easy to trace the greatest part of them much higher.

(قرآن حکیم میں بیان ہونے والی) کئی کہانیاں یا ان کے کچھ حالات عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ جدید سے لیے گئے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کہانیاں ان غیر مستند انجیلوں اور روایات سے لی گئی ہیں جو اس دور کے یہودیوں اور عیسائیوں میں مروج تھیں۔ ان کہانیوں کو بائبل کے بیانات کے برخلاف حقائق کی شکل میں قرآن میں پیش کیا گیا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے صحفِ سماوی میں تحریف کر دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ قرآن حکیم میں ایسے بیانات یا حالات یا تو کلیۃً مفقود ہیں یا بالکل کم ہیں جو محمد (ا) نے ابتداءً پیش کیے ہوں جیسا کہ عام خیال کیا جاتا ہے کیونکہ ان بیانات کے اکثر حصے کو قرآن سے پہلے کے مصادر میں آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔²²⁵

مشرکین مکہ کا دعویٰ:

مشرکین مکہ جو شرک کی معصیت میں مبتلا اور عصیت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے، جہالت و حسد کے سبب کہنے لگے جیسا کلام پیغمبر اسلام پر نازل ہوتا ہے ایسا کلام تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ کفار کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔²²⁶

اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں بھی بنالوں گا ایسی (کتاب) جس طرح کی (کتاب) اللہ نے نازل کی ہے۔ سورہ انفال میں ان کے قول کو یوں بیان فرمایا:

وَإِذَا تَنَازَلْنَا عَلَىٰ قَوْمٍ قَالَوا قَدْ سَبَعْنَا لَوْ أَنَّ شَاءَ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا۔²²⁷

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتے ہیں سُن لیا ہم نے اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسی آیتیں۔ کفار مکہ اسی طرح کی شیخیاں بگھارتے مگر ایک آیت بھی نہ بنا سکے۔ مشرکین مکہ کے قرآن سے متعلق الزامات و اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج دیا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی صورت بنا لاؤ۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَعْظَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔²²⁸

کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن خود) گھڑ لیا ہے آپ فرمائیے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلاؤ (اپنی مدد کے لیے) جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم (اس الزام تراشی میں) سچے ہو۔

لىكن وه اپنى تمام شىخىوں كے باوجود جب قرآن كرلىم كے اس چيلنج كے جواب مىل خاموش هو كئے، تو اس چيلنج مىل مزىء تخفلف كرتے هوئے فرماىا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ²²⁹
اور اكر تمهلى شك هو اس مىل جو هم نے نازل كىا اپنے (بركزىءه) بنءے پر تو لے آؤ اىك سورة اس جىسى اور بلا لوالے جماعىوں كو الله كے سوا اكر تم سچے هو۔

مزىء فرماىا:

قُلْ لَّعَنَ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِثَلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِثَلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا²³⁰
كهے ءو كه اكر اكٹھے هو جائىل سارے انسان اور سارے جن اس بات پر كه لے آئىل اس قرآن كى مثل كو هر كز نهىل لاسكىل گے اس كى مثل اكر چه وه هو جائىل اىك ءوسرے كے مءءكار۔

اىك اور جگه فرماىا:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ²³¹
كىا يه (كافر) كهتے هىل كه اُس نے خود گھڑ لىا هے اسے آپ فرماىے پھر تم هىل لے آؤ اىك سورة اس جىسى اور (امءاء كے لىے) بلا لوال جن كو تم بلا سكتے هو الله تعالىٰ كے علا وه اكر تم (اپنے الزام) مىل سچے هو۔

اىك اور جگه فرماىا:

أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِينٌ ۚ فَاتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ²³²
كىا تمهارے پاس كوئى واضح ءلىل هے تو اپنى وه كتاب پىش كرو اكر تم سچے هو۔

مشركىل يه الزام عاىء كرتے رھے كه نبى كرلىم انے يه كلام خود گھڑ لىا هے تو قرآن نے چيلنج ءىا كه اكر اىسا هى هے تو تم هىل اسى جىسى كتاب لكھ ڈالو تا كه بات هى ختم هو جائے۔ فصاحت و بلاغت مىل تم كسى اور كو اپنا هم پله قرار نهىل ءىتے، خود كو عربى اور باقى ءنفا كو عجمى (كونكا) كهتے هو كه فصاحت و بلاغت تم پر ختم هو جاتى هے تو تم سب مل كر باهمى مشورے سے اىك اىسا كلام پىش كرو جىسا كه سورة طور مىل هىل فرماىا:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ²³³

پس (گھڑ كر) لے آئىل وه هىل اس جىسى كوئى (روح پرور) بات اكر سچے هىل۔

احباب من!

یہ چیلنج ہر زمانے کے لیے ہے۔ ہر عہد کے منکرین کو قرآن یہ چیلنج دے رہا ہے۔ اور ہر زمانے کے مخالفین قرآن کے اس چیلنج کے سامنے بے بس ہیں۔

وہ قوم جو آج لاکھوں ٹن بارود برسا کر مسلم ممالک میں لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات کرا کر مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروفِ عمل ہے خود کو مشرقی اقوام سے برتر اور اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ آخر وہ اس چیلنج کو قبول کیوں نہیں کرتے اور اسی طرح کی ایک اور کتاب منظرِ عام پر کیوں نہیں لے آتے۔

یقیناً وہ اس چیلنج کے سامنے بے بس ہو گئے۔ کل کے وہ فصحاء عرب جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور عہدِ حاضر کے وہ مستشرق جن کو عربی قواعد و گرامر پر عبور حاصل ہے اس کتابِ مبین کے سامنے بے بس کیوں ہو گئے اور قرآن کریم نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ²³⁴

پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔

مزید آگے فرمایا:

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ²³⁵

پس اگر وہ نہ قبول کر سکیں تمہاری دعوت تو جان لو کہ یہ قرآن محض علمِ الہی سے اترا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

منکرین قرآن، قرآن کریم کے اس چیلنج کے جواب میں خاموش ہو گئے۔ اُن کی فصاحت و بلاغت قرآن کریم کے اسلوبِ بیان اور اس کی ادبی بلندیوں کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔ ان کی بڑکیاں اور شیخیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔

مترآن کلامِ الہی ہونے کے دلائل:

مشرکین اور مستشرقین نے قرآن پر یہی الزام عائد کیا کہ قرآن الہامی کتاب نہیں بلکہ پیغمبر اسلام کا کلام ہے، اُن کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رب العالمین فرماتا ہے:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتُورَ أَنْ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ²³⁶

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں؟ اور (اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلافِ کثیر۔

اے متلاشیانِ حق!

ذرا غور فرمائیے اس آیت پر یہ آیت آج بھی راہِ حق کے مسافروں کو پیغام دے رہی ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرو۔۔۔ اس میں غور کرو۔۔۔ اس کو پڑھو۔۔۔ فکر اپناؤ۔۔۔ بصارت و تدبر سے دیکھو۔

کیا تم اس کتاب میں اختلاف پاتے ہو؟

اجاب من!

مستشرقین کا یہ الزام کہ اس کتاب کے مصنف پیغمبر اسلام ہیں، انتہائی لغو ہے۔

کیونکہ قرآن کریم تیس 23 سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا۔ اور اتنی طوالت کے باوجود اس کتاب میں کہیں تضاد اور اختلاف موجود نہیں اور جس زمانے میں یہ کتاب نازل ہوئی اُس زمانے کو چشمِ تصور سے ملاحظہ کیجیے کہ کیسا پُر آشوب زمانہ ہے۔ داعی اسلام اور شیع رسالت کے پروانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا چکا ہے اور کبھی صورتِ حال یہ ہے کہ جان لینے کے لیے آمادہ، جان نچھاور کرنے کے لیے بے قرار ہو رہے ہیں۔۔۔ صلح بھی اور جنگ بھی۔۔۔ خوف بھی اور امن بھی۔۔۔ کبھی غارِ حرا میں خلوت و گوشہ نشینی تو کبھی ملکِ حجاز کی بادشاہت۔۔۔ کبھی طائف کا میدان اور پتھروں کی یلغار۔۔۔ کبھی بدر کا میدان اور شیع رسالت کے پروانوں کی بہار۔۔۔ طنز و تشنیع کے وار۔۔۔ کبھی حسانِ محمد کی چہکار۔۔۔ یہود و منافقین کی غداری مہاجرین و انصار کی وفاداری۔

ان بدلتے ہوئے حالات میں۔۔۔ ان تغیراتِ زمانہ میں ایک ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی 666 آیات میں سے کسی ایک بھی آیت میں تضاد اور اختلاف نہیں۔

سوچیے! تدبر اپنائیے!

اے راہِ حق کے مسافرو!

کلام، متکلم کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ متکلم (کہنے والا) جب غصے میں ہو گا تو اُس کا اندازِ بیان اور ہو گا، جب متکلم خوشی و مسرت کے جذبات سے معمور ہو گا تو کلام میں مٹھاس ہوگی۔ متکلم جب حالتِ اضطراب میں ہو گا تو کلام میں پختگی ناپید ہوگی۔ غرض یہ کہ کلام متکلم کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے لہذا اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا ہو تا تو اس میں کثیر اختلافات ہوتے۔

اب قرآن کے اسلوب کو ملاحظہ کیجیے۔ ہر جگہ فصاحت و بلاغت فصحاء عرب کو تعجب و حیرت کابت بناتی نظر آتی ہے۔ اس کے احکامات بنی نوع انسان کو راہِ ہدایت پر گامزن کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے احکامات حلال و حرام، توحید و شرک کہیں بھی تو تضاد نہیں۔ کہیں بھی تو اختلاف نہیں۔ کہیں بھی تو اس کلام میں عیب نہیں۔ کہیں بھی تو اس کتاب میں جھول نہیں۔ ہر جگہ، ہر مقام پر یہ کتاب بنی نوع انسان کی

رہنمائی کرتی نظر آتی ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل کا جاہل معاشرہ ہو یا عہدِ حاضر کا جدید معاشرہ۔ ماضی کے حالات ہوں یا مستقبل کی پیش گوئیاں ہر جگہ، ہر مقام پر یہ کتاب اپنے خالق کا کلام ہونا ثابت کرتی ہے۔

ہم آئندہ صفحات پر بائبل اور قرآن کے احکامات و پیش گوئیوں کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے۔

مس کیرن آر مسٹر انگ اسلام فوبیا کا شکار ہیں اور اُن کی آنکھیں دیکھتی ہیں تو عصیت کی عینک لگا کر، اُن کی بصیرت اسلام دشمنی کے سبب افلاس کا شکار ہو چکی ہے۔ اسلام دشمنی کے سبب مس کیرن آر مسٹر انگ پیغمبر اسلام پر درج ذیل الزامات عائد کرتی ہیں:

it was a time of great desolation and some Muslim writers have attributed his suicidal despair to this period. Had he been deluded after all? Or had God found him wanting as of revelation and abandoned him?²³⁷

آنحضرت کے لیے یہ تنہائی اور کسمپرسی کا دور تھا اور کئی مسلمان مصنفوں نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں حضور حد درجہ مایوس اور دل شکستہ رہے۔ آپ کے ذہن میں بار بار یہ سوال اٹھتا کہ آپ صحیح راستے سے بھٹک گئے ہیں؟ یا خدا نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا ہے؟ یہ ایک ہولناک مصیبت تھی۔ 238

مزید آگے لکھتی ہیں:

Muhammad was now about to begin his mission. He had learned to have faith in his experiences and he now believed that they came directly from God. He was no deluded kahin²³⁹

نبی کریم اب مشن شروع کرنے والے تھے۔ آپ (ﷺ) کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ آپ پر براہِ راست خدا کی طرف سے وحی نازل ہو رہی ہے اور یہ کہ آپ راہ بھولے کاہن نہیں ہیں۔²⁴⁰ مزید ہر زہ سرائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

He insisted, thinking that the angel had mistaken him for one of the disreputable kahins.²⁴¹

آپ (ﷺ) کا خیال تھا کہ یہ فرشتہ عرب کے کسی بدنام نجومی کاہن کے بجائے غلطی سے آپ کے پاس آ گیا ہے۔²⁴² آگے اپنے صلیبی مشن میں اپنا اہم رول ادا کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

In 612, at the start of his mission. Muhammad had a modest conception of his role. He was no saviour or messiah; he had no universal mission- at this date he did not even feel that he should preach to the other Arabs of the peninsula.²⁴³

رسول اللہ نے 612ء میں اپنے مشن کا آغاز کیا تو آپ کو اپنے رول کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اُس وقت آپ کوئی نجات دہندہ یا مسیح نہیں تھے اور نہ ہی آپ کا مشن آفاقی نوعیت کا تھا۔ شروع شروع میں تو آپ کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ آپ کو جزیرہ نما کے دوسرے عربوں میں تبلیغ کرنی چاہیے۔²⁴⁴ مزید آگے لکھتی ہیں:

But Muhammad never had any idea that he was founding a new world religion.²⁴⁵

لیکن محمد کو کبھی یہ خیال نہ آیا کہ آپ ایک نئے عالمی مذہب کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔²⁴⁶ صلیبی عصبیت کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجیے:

Muhammad's rejection by the Jews was probably the greatest disappointment of his life.²⁴⁷

یہودیوں نے آنحضرت کی نبوت سے انکار کیا تو آپ کو غالباً زندگی کی سب سے بڑی مایوسی ہوئی۔²⁴⁸ مزید آگے قطعی فیصلہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

At the time of the hijra Muhammad had no definite vision and no concerted policy through which he hoped to achieve a fully articulated objective. He never formed those kind of grand schemes but responded to each new event as it occurred. This was essential. He was gradually moving towards the unknown and unprecedented and clearly defined ideas and policies would inevitably.²⁴⁹

ہجرت کے وقت نبی کریم کے پاس کوئی قطعی خاکہ اور وژن نہیں تھا اور نہ ہی آپ نے ایسی کوئی مربوط پالیسی وضع کی تھی جس کے ذریعے آپ اپنے نصب العین کو حاصل کر لیتے۔ آنحضرت نے کبھی کوئی لمبے چوڑے منصوبے نہ بنائے بلکہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو حالات کی مناسبت سے آپ اس سے نمٹ لیتے۔ آپ بتدریج ایک نامعلوم اور انجان منزل کی طرف بڑھ رہے تھے جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر موجود نہیں تھی۔²⁵⁰ کیرن آرمسٹرانگ کے ان اقتباسات سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- 1۔ پیغمبر اسلام حد درجہ مایوس اور دل شکستہ ہو چکے تھے۔
- 2۔ آپ کو علم نہیں تھا کہ آپ صحیح راستے پر ہیں یا بھٹک گئے ہیں؟
- 3۔ آپ تذبذب کا شکار تھے کہ کیا خدا نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا ہے؟
- 4۔ آپ کو بعد میں پختہ یقین ہوا کہ آپ کا ہن نہیں ہیں۔

5- آپ کو فرشتے کی آمد اور مقصد کا بھی علم نہیں تھا آپ سمجھے کہ یہ کسی بدنام نجومی یا کاہن کے بجائے غلطی سے آپ کے پاس آگیا ہے۔

6- آپ کو اپنے مشن میں اپنے ہی رول کا صحیح اندازہ نہ تھا۔

7- آپ بنی نوع انسان کے لیے نجات دہندہ نہیں تھے۔

8- آپ کا مشن بھی آفاقی نوعیت کا نہیں تھا۔

9- ابتدا میں آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کو دیگر عربوں کو بھی تبلیغ کرنی ہے۔

10- یہودیوں کے انکار کے سبب آپ مایوس و دلگرفتہ ہو گئے۔

11- ہجرت کے وقت پیغمبر اسلام کے پاس کوئی قطعی خاکہ اور وژن نہیں تھا۔

12- آپ کے پاس مربوط پالیسی بھی نہیں تھی جس کے ذریعے آپ اپنے نصب العین کو حاصل کر لیتے۔

13- آپ نے مستقبل کے حوالے سے کوئی پلان بھی ترتیب نہیں دیا تھا۔

14- کسی بھی واقعہ سے آپ حالات کی مناسبت سے نبرد آزما ہو لیتے۔

15- پیغمبر اسلام کو اپنی منزل کا بھی علم نہیں تھا وہ ایک انجان منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔

اور یہ خیالات صرف کیرن صاحبہ کے نہیں بلکہ دنیائے استشراق کے ہر قلمی شہسوار کے ہیں۔ (ان اعتراضات کا جواب ہم آئندہ صفحات پر دیں گے)

اے عقل و دانش کی مسند پر بیٹھنے والے دانشور!

ذرا سوچیے! مقام تفکر و تدبر ہے!

ایک ایسی شخصیت جو ان مستشرقین کے نزدیک حد درجہ مایوس اور دل شکستہ ہو چکی ہو، جسے اپنے پیغمبر ہونے کا بھی علم نہ ہو، جسے خود راہِ حق سے بھٹکنے کا اندیشہ ہو۔ جس کے پاس نہ مستقبل کا کوئی پلان ہو اور نہ ہی آئندہ کے لیے کوئی خاکہ اور وژن ہو اور نہ ہی اُس شخصیت کو آئندہ اپنی منزل کا علم ہو۔ ان انتشار زدہ حالات میں جب یہ شخصیت خود مایوس اور دل گرفتہ ہو چکی ہو، ایک انجان منزل کی جانب بڑھ رہی ہو، اس شخصیت نے ایک ایسی کتاب رقم فرمائی کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود کوئی اس کا چیلنج قبول نہیں کر سکا، کوئی بھی اس کی مثل نہیں بنا سکا۔

کفارِ مکہ جنہوں نے اسلام دشمنی کی انتہائیں برپا کر دیں۔ اہل صلیب و مستشرقین جنہوں نے عیاریوں اور مکاریوں کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ ان گنت سرمایہ اور ذہنی صلاحیتوں کو آتشِ عداوتِ اسلام میں جھونک دیا۔ وہ اس چیلنج کا جواب دے دیتے تاکہ نہ رہتا بانس اور نہ بجتی

بانسری۔ لیکن ان کا چیلنج قبول نہ کرنا ہی اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے ہے اور اگر یہ اللہ کی جانب سے نہیں ہوتی تو اس میں اختلافات بہت کثیر ہوتے، جبکہ قرآن میں کہیں بھی اختلافات نہیں ہیں۔

احباب من!

قرآن مجید تو وہ کتاب ہے جس میں ہر شے کا بیان ہے۔۔۔ اس میں علم سائنس بھی اور علم طب بھی۔۔۔ اس میں احکامات بھی ہیں اور فرمودات بھی۔۔۔ اس میں ہر عہد کے لیے معاشی، سماجی، معاشرتی مسائل کا حل بھی ہے۔۔۔ قوانین و اصولِ قوانین بھی۔۔۔ اس میں علم ادیان بھی ہے اور علم ابدان بھی، یہ ایک مکمل کتاب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی مثل نہ ماضی میں کوئی بنا سکا اور نہ مستقبل میں بنا سکے گا۔ اسی لیے فرمایا:

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنَّ لِلَّهِ الْإِلَهَ الْهُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔²⁵¹

پس اگر وہ نہ قبول کر سکیں تمہاری دعوت تو جان لو کہ یہ قرآن محض علم الہی سے اُتر ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذْ أَلَّا زَتَابِ الْبُطْلُونَ۔²⁵²

اور نہ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ ہی لکھ سکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر آپ لکھ پڑھ سکتے) تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔

پیغمبر اسلام نے 40 سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا۔ اس 40 سال کے عرصے میں آپ نے کسی اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیے، کوئی تصنیف نہیں لکھی، قریش مکہ کے سرداروں کی طرح کبھی شعر نہیں کہے، کبھی کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔

پیغمبر اسلام کے حالاتِ زندگی کا لمحہ لمحہ قریش مکہ کے سامنے تھا۔ وہ اس فصاحت و بلاغت سے بھرپور کلام کو سنتے جس میں مستقبل کی پیش گوئیاں بھی ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے ہدایت بھی جس کے کلام میں تاثیر بھی ہے اور دوام بھی۔

قریش مکہ خود فصاحت و بلاغت کے چمپئن تھے۔ شعر و شاعری میں اُن کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا۔ ایک ایسی شخصیت جس نے انہی کے درمیان اپنا بچپن، لڑکپن، جوانی گزاری اور کبھی کوئی شعر نہیں کہا، کبھی کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، کبھی کوئی تحریر نہیں لکھی۔ اگر انہوں نے کوئی کتاب لکھی ہوتی یا انہیں کتابوں سے شغف ہوتا تو یہ الزام عائد ہوتا کہ انہوں نے توریت، انجیل یا دیگر کتب سے استفادہ کر کے کتاب لکھ دی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان شکوک و شبہات سے پاک رکھا۔ یقیناً اب کوئی اس کے کلام الہی ہونے پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَىٰكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ²⁵³

آپ فرمادیجئے اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو میں نہ پڑھتا اسے تم پر اور نہ ہی وہ آگاہ کرتا تمہیں اس سے میں تو گزرا چکا ہوں تمہارے درمیان عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے (اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔

احبابِ من!

قرآن کریم نے مخالفین قرآن کے اقوال بھی بیان کیے، اُن کا رد بھی کیا اور اُن کو چیلنج بھی دیا۔ تمام اقوال و حقیقتِ حال کو روزِ روشن سے زیادہ ان پر عیاں کر دیا۔

قرآن کریم بنی نوع انسان کو وادیِ گمراہی میں بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ حق کی طرف تبلیغ بھی کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات و بیانات اس پر شاہد ہیں:

الرَّتِلَکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ²⁵⁴

یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیات ہیں۔

یہ کتاب اندھیرے سے اُجالے کی جانب لے جانے والی کتاب ہے، فرمایا:

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ²⁵⁵

دکھاتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو پیروی کرتے ہیں اس کی خوش نودی کی سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے انہیں تاریکیوں سے اُجالے کی طرف اپنی توفیق سے اور دکھاتا ہے انہیں راہِ راست۔

قرآن میں ہر شے کا بیان موجود ہے، فرمایا:

وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ²⁵⁶

اور یہ (قرآن) ہر چیز کی تفصیل ہے اور سرِ اُپادایت و رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ²⁵⁷

اور بلاشبہ ہم نے طرح طرح سے (بار بار) بیان کی ہیں لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں (تاکہ وہ ہدایت پائیں) پس انکار کر دیا اکثر لوگوں نے سوائے اس کے کہ وہ ناشکری کریں۔

قرآن کریم پیغمبر اسلام کا معجزہ ہے۔ عہد رسالت میں جب عرب میں فصاحت و بلاغت کا طوطی بول رہا تھا، اہل عرب کو اپنی زبان دانی اور فصاحت پر ناز تھا اُس وقت یہ اُن کے لیے معجزہ تھا مگر کیا آج اکیسویں صدی میں بھی سائنس کی اس دنیا میں معجزہ ہو سکتا ہے؟ جی ہاں یہ آج بھی معجزہ ہے۔

آج اگر ہم کسی غیر جانب دار شخص سے یہ سوال کریں کہ کیا آج سائنس جو انکشافات کر رہی ہے ساتویں صدی میں کوئی شخصیت ان کو منکشف کر سکتی تھی تو اُس کا جواب نہیں میں ہو گا۔ لیکن متعدد قرآنی آیات سائنسی رموز کو عیاں کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتب ”دو قرآن“ اور ”میری آخری کتاب“ ملاحظہ کیجیے۔

قرآن کریم نے چودہ سو سال قبل یہ بھی بیان کر دیا تھا کہ ہم آئندہ مخالفین قرآن کو کائناتِ عالم میں نشانیاں دکھائیں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ الْحَقَّ أَوْلَمَ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ²⁵⁸

ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے نفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن واقعی حق ہے کیا یہ کافی نہیں کہ آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔

آج قرآن پاک کے رموز اہل دانش پر جدید علوم و سائنسی تحقیق کی روشنی میں منکشف ہو رہے ہیں۔

قرآن ”بائبل سے ماخوذ“ کا الزام:

مستشرقین جو علم و تحقیق کی آڑ میں اسلام دشمنی کا مقدس صلیبی فریضہ انجام دینے میں مصروفِ عمل ہیں انہوں نے جھوٹ، مکر و فریب کا ہتھیار اپنی آستینوں میں چھپائے، غیر جانب داری کا ٹائٹل سینوں پہ سجائے یہ قاتلانِ فکر، اسلام کے نظریاتی سرچشموں کو گدلا کرنے کی کوششوں میں مصروفِ عمل ہو گئے۔

مکر و فریب کے ہتھیاروں سے مسلح ان مستشرقین و دشمنانِ اسلام نے سب سے پہلے قرآن اور صاحبِ قرآن کو اپنا نشانہ بنایا۔ کسی نے صدالگائی کہ یہ قرآن الہامی کتاب نہیں، تو دوسرے نے کہا کہ اس میں جو الہامی باتیں ہیں وہ بائبل سے ماخوذ ہیں، کسی نے کہا کہ اس کے مصنف پیغمبر اسلام ہیں، کسی نے آواز لگائی کہ یہ تو پیغمبر اسلام نے بحیرئِ راہب سے سیکھا تھا، کسی نے آواز میں آواز ملاتے ہوئے کہا کہ یہ تو پیغمبر اسلام

نے عجمیوں سے سیکھا تھا۔ غرض یہ کہ بھانت بھانت کی بولیوں سے ان دزدگانِ انسانیت کا مقصد اتنا تھا کہ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ (اس ضمن میں گذشتہ صفحات پر ہم مستشرقین کے اقوال نقل کر چکے ہیں)

احبابِ من!

قرآن و بائبل کے قصص کا تقابلی جائزہ ہم اپنی کتاب ”استشرافی فریب“ میں قدرے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ ہم یہاں قرآن اور بائبل کے احکامات کا اجمالی تقابلی جائزہ پیش کریں گے اور مسافرانِ حق کو یہ دعوت دیں گے کہ دیکھیے کس کتاب کے احکامات بنی نوع انسان کے لیے باعثِ خیر و برکت، باعثِ نجات اور باعثِ رحمت ہیں۔ سماجی، معاشی، سیاسی غرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں انسانیت کے لیے قرآن نے جو قواعد و ضوابط دیئے وہ بنی نوع انسان کی بقا و عروج کے لیے بے مثال ہیں۔

مترآن اور بائبل کا تقابلی جائزہ:

قرآن اور بائبل دونوں کتب میں شادی و طلاق، زنا، معاشی قوانین میں زکوٰۃ و خیرات، سیاسی قوانین وغیرہ موجود ہیں ہم آئندہ سطور میں شادی و طلاق زنا اور زکوٰۃ وغیرہ کا اجمالی جائزہ لیں گے۔ زندگی بخیر رہی تو ان تمام اور دیگر موضوعات پر قرآن و بائبل کا تفصیلی تقابلی جائزہ پیش کروں گا۔

شادی و طلاق:

شادی و طلاق سماجی زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ انسانی نسل کی بقا کے لیے ہر عہد و زمانے میں، ہر مذہب و سماج میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا، اس کے لیے قواعد و ضوابط بنائے گئے۔ اس تعلق کو مضبوط بنانے کے لیے اخلاقیات پر مشتمل اقدار کو تشکیل دیا گیا لیکن ہمیں سوچنا ہے کہ کون سے قواعد و ضوابط بنی نوع انسان میں رائج ہیں۔ ان میں کون سا قانون، کون سا ضابطہ بنی نوع انسان کے لیے مفید ہے اور کون سے قواعد و ضوابط بنی نوع انسان کے لیے مضر ہیں۔

بائبل میں متانوں طلاق:

بائبل میں طلاق کے بارے میں درج ذیل حکم ہیں۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ:

فریسیوں نے پاس آکر اُسے (یسوع مسیح کو) آزمانے کے لیے اُس سے پوچھا کہ یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے اُس نے اُن سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو کیا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ

دیں۔ 259

طلاق یافتہ عورت یہودی معاشرے میں ناپاک قرار دی جاتی ہے اور یہودیوں کے پیشوا، کاہن وغیرہ اس ناپاک عورت سے شادی نہیں کر سکتے ہیں جیسا کہ بائبل میں ہے:

وہ کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے بیاہ نہ کریں اور نہ اُس عورت سے بیاہ کریں جسے اُس کے شوہر نے طلاق دی ہو۔²⁶⁰

یہودی معاشرے میں عورت کی کس طرح سے تذلیل کی جاتی رہی ہے۔ ایک جانب تو یہ شدت کہ اگر شوہر چاہے تو بیوی کو طلاق نامہ ہاتھ میں تھمائے اور اُسے گھر سے باہر کھڑا کر دے اور دوسری جانب یہ عجیب و غریب فلسفہ ملاحظہ فرمائیے:

اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جائے اور بعد اس کے اس سے نفرت کر کے شرمناک باتیں اس کے حق میں کہے اور اُسے بدنام کرنے کے لیے یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے کنوارے پن کے نشان اس میں نہیں پائے، تب اُس لڑکی کا باپ اور اُس کی ماں اُس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھانک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ میں نے اپنی بیٹی اس شخص کو بیاہ دی پر یہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور شرمناک باتیں اس کے حق میں کہتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تیری بیٹی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے حالانکہ میری بیٹی کے کنوارے پن کے نشان یہ موجود ہیں۔ پھر وہ اس چادر کو شہر کے بزرگوں کے آگے پھیلا دیں تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کی سو مثقال جرمانہ لے کر اس لڑکی کے باپ کو دیں۔ اس لیے کہ اس نے ایک اسرائیلی کنواری کو بدنام کیا اور وہ اس کی بیوی بنی رہے اور وہ زندگی بھر اس کو طلاق نہ دینے پائے۔ پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔²⁶¹

رسوائیوں کی داستان کے اس عجیب و غریب فلسفے کو ملاحظہ کیجیے۔ عورت پر اگر جھوٹا الزام لگایا گیا تو الزام لگانے کا انداز کتنا عامیانه اور اس الزام کی صفائی کتنی سطحی پھر اگر الزام ثابت نہ ہو تو زبردستی نکاح قائم رہے گا، طلاق نہیں دے پائے گا۔

افراط و تفریط اپنے عروج پر ہے، اسی کتاب میں آگے درج ہے:

اگر کسی آدمی کو کوئی کنواری لڑکی مل جائے جس کی نسبت نہ ہوئی ہو اور وہ اسے پکڑ کر صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں تو وہ مرد جس نے اس سے صحبت کی ہو لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے اور وہ لڑکی اس کی بیوی بنے کیونکہ اُس نے اُسے بے حرمت کیا اور وہ اسے اپنی زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔²⁶²

غور فرمائیے ان جملوں پر۔

لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے۔

اس لڑکی سے شادی کرے۔

اور زندگی بھر طلاق نہ دے۔

یہودی مذہب میں بیوی کو طلاق کب اور کیونکر دی جاسکتی ہے؟

اس ضمن میں کتاب استثناء میں درج ہے:

اگر مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے پر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے بیاہ نہ کرنے پائے کیونکہ ایسا کام خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔²⁶³

اس عبارت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ عورت میں بے ہودہ بات پائے تو اسے طلاق دے دے۔

۲۔ طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے گھر سے نکال دے۔

۳۔ دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ یہ ناپاک ہو گئی۔

احبابِ من!

یہ مرد ناپاک نہیں ہو اور عورت کیونکر ناپاک ہو گئی؟ کیا یہودی مذہب میں عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا؟ یا یہ کوئی اور مخلوق ہے؟

طلاق کے حکم میں بتایا کہ مرد و عورت میں اگر کوئی بے ہودہ بات پائے تو اسے طلاق دے دے۔ یہ بے ہودہ بات کیا ہے؟

بائبل اس حوالے سے کوئی وضاحت نہیں کرتی۔

کیا بے ہودہ بات سے مراد زنا ہے؟

نہیں بے ہودہ بات سے مراد ”زنا“ نہیں ہو سکتی، کیونکہ زنا کی سزا موت تھی جیسا کہ احبار میں ہے:

جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔²⁶⁴

کتاب استثناء میں ہے:

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اُس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔²⁶⁵

تو بے ہودہ بات سے مراد زنا نہیں۔

پھر بے ہودہ بات سے کیا مراد ہے؟

ڈیرک میلکم لکھتا ہے:

ہلیل کے پیروکار اس لفظ کی تشریح یوں کرتے تھے کہ بیوی میں کوئی بھی ایسی بات کر بیٹھے جس سے شوہر ناراض ہو تو وہ اسے طلاق دے سکتا ہے۔ اُس زمانے کی یہودی تحریروں میں لکھا ہے کہ بیوی شوہر کا کھانا جلادے تو یہ بھی طلاق کی معقول وجہ ہے۔ اس طرح طلاق کے قانون میں بڑی آزادی پیدا ہو گئی تھی اور شوہر جب چاہتا بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔

مشنہ گتیم ۹:۱۰۔ ربی عقبہ نے تو یہاں تک اجازت دے دی تھی کہ اگر کسی آدمی کو کوئی دوسری عورت اپنی بیوی سے زیادہ خوب صورت دکھائی دے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ یوسفیس ایک یہودی مورخ تھا جس نے نئے عہد نامے کے زمانے کے لگ بھگ تاریخ قلم بند کی، وہ طلاق کے بارے میں لکھتا ہے ”جو کوئی اپنی بیوی کو کسی بھی سبب سے طلاق دینا چاہے اور فانی انسانوں میں ایسے بہت سے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں وہ لکھ کر طلاق دے دے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند یسوع کے زمانے میں طلاق کا معیار کیسا ڈھیلا ڈھالا تھا طلاق دینے میں بہت آزادی تھی اور شوہر جب چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔²⁶⁶

طلاق اور بائبل کی تضاد بیانی:

بائبل کیونکہ تحریفات کا مجموعہ بن چکا ہے۔ اس میں اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ جہاں ایک بات بیان ہوتی ہے کہیں نہ کہیں اُس کی مخالفت بھی ہو رہی ہوتی ہے مثلاً طلاق کے معاملے کو ہی لے لیجیے۔ ملاکی کی کتاب میں ہے:

خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے میں طلاق سے بیزار ہوں۔²⁶⁷

جبکہ اسی بائبل میں خدا تعالیٰ کے حوالے سے لکھا ہے:

خداوند یوں فرماتا ہے کہ تیری ماں کا طلاق نامہ جسے لکھ کر میں نے اسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟ یا اپنے قرض خواہوں میں سے کس کے ہاتھ میں نے تم کو بیچا؟ دیکھو تم اپنی شرارتوں کے سبب سے بک گئے اور تمہاری خطاؤں کے باعث تمہاری ماں کو طلاق دی گئی۔²⁶⁸

طلاق سے بیزاری بھی اور طلاق بھی۔

احبابِ من!

تضاد بیانی کے علاوہ بائبل کی اس روایت میں شانِ الوہیت میں گستاخی بھی صاف نمایاں ہے۔

عہد نامہ جدید میں شادی و طلاق سے متعلق درج ذیل قانون ہے:

یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے، وہ اس سے زنا کرتا ہے اور جو اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے، وہ زنا کرتا ہے۔²⁶⁹ اسی کتاب میں مزید آگے لکھا ہے:

اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔²⁷⁰

افراط و تفریط کی انتہا پسندی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو طلاق نامہ ہاتھ میں تھماؤ اور گھر سے نکال دو، دوسری جانب معاملات خواہ کتنے ہی گھمبیر کیوں نہ ہو جائیں رہنا ناممکن ہی کیوں نہ ہو جائے طلاق نہیں دے سکتے۔

جو ایک مرتبہ اس ڈور سے بندھ گیا یہ ناطہ ٹوٹ نہیں سکتا سوائے عورت کی بدکاری کے۔

غور کیجیے اس قانون پر کہ اگر عورت بدکاری کرے تو چھوڑ دی جائے اور مرد بدکاری کرے تو اُسے کیا کہا جائے؟

پھر زنا کی سزا تو بائبل میں تو سنگسار کرنا تھی اُسے سنگسار کیوں نہیں کیا گیا؟

بائبل کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق یافتہ جوڑا دوسری شادی نہیں کر سکتا بلکہ طلاق کے بعد دوسری شادی کرنا

زنا کاری ہے۔

عزیزانِ گرامی!

قرآن کریم نے جو طریقہ طلاق تعلیم فرمایا نہ تو وہ یہودیوں کے قانون کی طرح ڈھیلا ڈھالا ہے کہ جب چاہا طلاق دے دی اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح اتنا سخت کہ ازواجی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں طلاق نہیں دے سکتے۔ طلاق کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، اگر بات بات پر طلاق عام ہو جائے تو ان گنت سماجی مسائل جنم لیں گے اور اگر طلاق پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے تو بہت بڑے بڑے حادثات بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ جیسے قتل اور خاندانی دشمنی، خاندانوں کی باہمی چپقلش وغیرہ، جیسا کہ پادری میتھیو لکھتے ہیں:

طلاق دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے بھی بدتر حرکت کی جائے بد دماغ اور پاگل، غصہ میں مجنوں اور بے ضبط آدمی کے ساتھ تھوڑی سی

رضامندی اور مفاہمت بڑی شرارت سے بچا لیتی ہے۔²⁷¹

سابق رکن امریکی کانگریس Paul Findley اپنی کتاب : Silent No More میں قانون طلاق کے حوالے سے لکھتے ہیں

عیسائیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ رومن کیتھولک چرچ نے طلاق کو صدیوں سے قانونی حمایت سے محروم رکھا ہے یہ چیز عیسائیت کی ایک

سب سے بڑی خامی بن گئی ہے۔²⁷²

فتر آن کا قانون طلاق:

اسلام، خاندانی نظام کے استحکام پر بہت زور دیتا ہے۔ سورہ نساء میں سب سے زیادہ توجہ گھریلو زندگی کو خوش گوار بنانے پر دی گئی ہے کیونکہ گھر ہی وہ جنتِ اول ہے۔۔۔ گھر ہی وہ مکتب ہے۔۔۔ گھر ہی وہ گہوارہ ہے جہاں قوم کے مستقبل کے معمار پرورش پاتے ہیں۔۔۔ گھر ہی وہ مدرسہ ہے جہاں اخلاق و کردار کی تمام قدریں خواہ اچھی ہو یا بری، بلند ہوں یا پست دل و دماغ کی خالی تختی پر اس طرح نقش ہو جاتی ہیں کہ پھر کبھی ان کے نقش مدھم نہیں ہوتے۔

قرآن کریم صرف خاندانی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے مبہم نصیحتوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے واضح اور غیر مبہم قاعدے اور ضابطے متعین کرتا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

مرد و عورت کا اولین رشتہ، رشتہ ازدواج ہے اس لیے اس رشتے میں جو بے راہ رویاں، جو مسائل، جو پریشانیاں آتی ہیں ان کی اصلاح کے لیے قرآن کریم نے واضح قواعد و ضوابط دیے ہیں۔

تعداد ازدواج پر پابندیاں لگائیں اور اس کی اجازت دی تو بڑی شروط و قیود کے ساتھ۔ مرد کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور اگر اس کی کوئی چیز پسندِ خاطر نہ ہو تو اس پر صبر کرنے کی ہدایت کی۔ اگر باہمی تعلقات کشیدہ ہو جائیں تو اس کی اصلاح کے لیے تدابیر بتائیں۔ لیکن عورت کو یہ تمام حقوق دینے کے بعد گھر کی سرداری اور نظم و نسق کی ذمہ داری مرد کو سونپی کیونکہ اس کے اندر موجود فطری صلاحیتیں اس ذمہ داری کو بہ احسن و خوبی اٹھا سکتی ہیں۔

طلاق سے قبل اصلاحِ حال کی تدابیر:

شریعتِ اسلامیہ مرد کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی ذرا سی بات ہوئی اور مرد نے اس کو طلاق دے کر پیچھا چھڑا لیا۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَاللَّيْظُ تَخَافُونَ نَشْوَزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْبُضَاجِ وَأَصْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَتَّبِعُوا عَلَىٰ هِنَّ سَبِيلًا²⁷³

اور وہ عورتیں اندیشہ ہو تمہیں جن کی نافرمانی کا تو (پہلے نرمی سے) انہیں سمجھاؤ اور پھر الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انہیں پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ۔

عزیزانِ گرامی!

پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوا کرتیں۔ اچھی نیک اور صالح خواتین کے ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو تند مزاج، بد تمیز، اکھڑ مزاج ہوتی ہیں۔ اس آیت میں ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم کو بیان کیا جا رہا ہے۔

اصلاح کی پہلی تدبیر:

قرآن کریم ایسی عورتوں کے لیے یہ حکم نہیں دیتا کہ ان کو طلاق دے دو۔۔۔ ان سے جان چھڑالو۔۔۔ یا یہ بیوی بن کے رہنے کے لائق نہیں۔

بلکہ جب بیوی کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی اقدام نہ کرو بلکہ

فَعْظُوهُنَّ

تو نصیحت کرو ان کو۔

نرمی سے بتاؤ، پیار سے سمجھاؤ مثلاً دیکھو تمہارا یہ طرزِ عمل صحیح نہیں اس سے مستقبل میں یہ مسائل جنم لیں گے۔۔۔ تمہارے اس عمل میں اللہ و رسول کی ناراضگی ہے۔۔۔ اگر تم ایسا کرو گی تو بچوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

یقیناً ایک اچھی بیوی اس بات کو جان لے گی کہ اس کا یہ طرزِ عمل درست نہیں لیکن اگر پھر بھی اس کی اصلاح نہ ہو سکے تو دوسری تدبیر سے بھی قرآن نے آگاہ کیا۔

اصلاحِ حال کی دوسری تدبیر:

اب اگر بیوی پیار سے بھی نہیں سمجھتی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی ہی کو اس نے اپنا مزاج بنالیا ہے تو بھی یہ حکم نہیں کہ طلاق دے دو۔۔۔ گھر بگاڑ لو اور معاشرے میں سماجی انتشار برپا کر دو۔ بلکہ ایک اور تدبیر سے آگاہ فرمایا:

وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

اور پھر الگ کر دو انہیں خواب گاہوں سے۔

یعنی دوسری تدبیر یہ بتائی ان سے الگ رات بسر کرو، محبت بھری باتیں کرنا ترک کر دو۔ وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے وہ اس سرزنش سے ضرور اپنی اصلاح کر لے گی لیکن اگر یہ طریقہ تدبیر بھی ناکام ہو جائے تو تیسری تدبیر سے آگاہ کیا۔

وَاخْرِجُوهُنَّ

اور (پھر بھی باز نہ آئیں) تو ماروا انہیں۔

بستر سے الگ کرنے کے باوجود وہ باز نہ آئے تو اس کو مار سکتے ہو لیکن مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر مارنے کی نوبت آئے تو مسواک یا اس قسم کی کسی ہلکی پھلکی چیز سے مارے اور چہرے پر تو ہرگز نہ مارے۔ عزیزانِ گرامی!

خانگی زندگی ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ اس میں نرم و گرم طوفانوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر ذرا اسی بات پر طلاق عام ہو جائے تو معاشرتی انتشار کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں رہے گی پھر مغربی معاشرے کی طرح یہاں بھی طلاق کی اوسط اور فحاشی و عریانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے ایک ایسا مرتب نظام دیا ہے کہ جس کے ذریعے گھر کی اصلاح گھر کے اندر ہی ہو جائے۔ اور شوہر و زن کا جھگڑا انہی دونوں کے درمیان نمٹ جائے۔ کسی دوسرے کی مداخلت کی ضرورت نہ ہو کیونکہ عموماً دوسروں کی مداخلت کی وجہ سے معاملات اور بگڑ جاتے ہیں۔ اس آیت میں مردوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر عورتوں سے نافرمانی یا سرکشی سرزد ہو تو سب سے پہلے انہیں پیار و محبت اور نرمی سے سمجھاؤ اور سمجھا کر ان کی اصلاح کی کوشش کرو۔ اگر بات یہیں بن گئی تو معاملہ یہیں بن جائے گا اور مزید آگے بڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ عورت ہمیشہ کے لیے گناہ سے اور مرد ذہنی و قلبی اذیت سے۔ اور دونوں رنج و غم سے بچ گئے۔ لیکن اگر اس سمجھانے بھانے، پیار و محبت اور نرمی سے کام نہیں چل سکا تو دوسری تدبیر سے آگاہ فرمایا کہ ان کو تنبیہ کرنے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے خود علیحدہ بستر پر سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہ ہے اگر اس سے عورت کو تنبیہ ہو گئی اور اس نے اپنی اصلاح کر لی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گیا اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو تیسرے درجے میں مار مارنے کی بھی اجازت دیدی گئی۔ اس تیسرے درجے کی سزا بھی بہت معمولی رکھی گئی ایسا نہیں کہ انسان جنگلی پن پر اتر آئے۔ اور اس کا استعمال جائز تا دہی کاروائی میں ناپسندیدہ فرمایا۔ بہر حال اس معمولی سرزنش سے بھی اگر معاملہ درست ہو گیا تب بھی مقصد حاصل ہو گیا کہ اس خاندان میں باہمی محبت پیدا ہو گئی اور اس خاندان کو تباہ کرنے کے لیے اٹھنے والی تند و تیز ہواؤں کا سلسلہ بند ہو گیا اور دونوں (مرد و عورت) کو ذہنی سکون حاصل ہوا۔ عزیزانِ گرامی!

اس آیت میں جہاں مرد کو یہ تین اختیارات دیئے ہیں وہیں آیت کے آخر میں یہ بھی فرما دیا گیا:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا

یعنی اگر ان تین تدبیروں سے وہ تمہاری بات ماننے لگیں تو اب تم بھی زیادہ بال کی کھال نہ نکالو اور الزام تراشی میں مت لگو بلکہ کچھ چشم پوشی سے کام لو اور خوب جان لو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تمہیں کچھ بڑائی دی ہے تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی تمہارے اور سب کے لیے ہے اور تم زیادتی کرو گے تو اس کی سزا تم بھی بھگتو گے۔

احبابِ من!

ان آیات قرآنی کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام اور شریعتِ اسلامیہ گھر کا استحکام چاہتے ہیں۔

اصلاحِ حال کی آخری تدبیر:

لیکن اصلاحِ حال کے لیے یہ تمام کوششیں بھی دم توڑ جائیں تو ایسا نہیں کہ یہ تین کوششیں ناکام ہو گئیں تو اب طلاق دے دی جائے بلکہ ابھی بھی اس انتہائی اقدام سے روکا گیا اور ارشاد فرمایا۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَنِيهِمَا فَاَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

خَبِيرًا²⁷⁴

اور اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے اگر وہ دونوں (حکم) ارادہ کر لیں صلح کرانے کا تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات سے خبر دار ہے۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لیکن اگر آپس کی کوششیں اصلاحِ حال کے لیے مفید ثابت نہ ہوں اور ایسے آثار رونما ہونے لگیں کہ اگر صورتِ حال پر قابو نہ پایا گیا تو معاملہ طلاق پر جاتم ہو گا تو اس وقت یا تو میاں بیوی اپنی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کریں اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا ہو تو پھر حاکم کو چاہیے کہ جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کر دے بلکہ حکم کے ذریعے ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے اور اگر ان حکموں نے خلوصِ نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو توفیق الہی ضرور ان کے شامل حال ہوگی۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان یرید اصلاحا کے فاعل میاں بیوی ہیں۔ یعنی اگر ان کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمادے گا۔ 275

خواتین و حضرات!

اس آیت میں واضح فرمادیا گیا کہ دو حکم (ثالث) مقرر کیے جائیں اور اگر دونوں حکم نیک نیت ہوئے اور اخلاص کے ساتھ انہوں نے چاہا کہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو۔

يُوفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا

موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق و محبت پیدا فرمادے گا۔

احباب گرامی!

یہاں بھی ہمارا رحیم و کریم پروردگار یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا خاندانی نظام نہ بکھرنے پائے، ان کے گھروں کا خانگی سکون نہ لٹنے پائے۔ ان کا معاشرہ سماجی انتشار کا گڑھ نہ بن جائے۔ اس کے محبوب کی یہ امت کہیں خرافات میں نہ کھوجائے اس لیے واضح فرمایا:

يُوفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا

موافقت پیدا کر دے گا اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان

حکم کا اختیار:

یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ حکم کون ہو گا اور کس طرح فیصلہ کریں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

جب میاں اور بیوی کے درمیان کے تعلقات میں فساد برپا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ خاوند کے خاندان کا ایک صالح آدمی اور عورت کے خاندان کا بھی ایک صالح متعین کریں وہ دونوں دیکھیں کہ غلطی کس کی ہے۔ اگر غلطی مرد کی ہو تو مرد کو عورت سے روک دیں اور خرچہ دینے کا پابند بنائیں۔ اگر غلطی عورت کی ہو اسے مرد کے پاس رہنے پر مجبور کریں اور اسے خرچہ بھی نہ دیں۔ اگر دونوں کی رائے ان کو الگ کرنے یا جمع کرنے کی ہو تو جو فیصلہ کریں وہ جائز ہو گا۔ اگر دونوں کی رائے ہو کہ دونوں اکٹھے رہیں۔ ایک راضی ہو جبکہ دوسرا اسے ناپسند کرے پھر ایک مر جائے تو جو راضی تھا وہ اس کا وارث بنے گا جو ناپسند کرتا تھا وہ اس راضی ہونے والا کا وارث نہیں بنے گا۔ اگر دونوں ثالثوں نے اصلاح کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق دے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اصلاح کرنے والے کو حق اور صحیح کی توفیق دیتا ہے۔ 276

ان حکموں کا اختیار کتنا ہے اور یہ کس حد تک فیصلہ کر سکتے ہیں، اس بارے میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وہ صلح تو کر سکتے ہیں لیکن تفریق نہیں اور یہی قتادہ، زید بن اسلم، احمد بن حنبل، ابو ثور اور داؤد ظاہری کا مذہب ہے اور ان کی دلیل اسی آیت کا یہ حصہ **إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا** ہے کیونکہ اس میں تفریق کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ دونوں طرف سے وکیل ہیں تو ان کا حکم جمع و تفریق دونوں صورتوں میں بلا اختلاف نافذ ہو گا۔²⁷⁷

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں ایک مقدمہ:

اس حوالے سے تقریباً تمام ہی مفسرین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کریں۔ جب یہ حکم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمہاری ذمہ داری کیا ہے؟ اور تمہیں کیا کرنا ہے! سُن لو! اگر تم دونوں ان میاں بیوی کو یکجا رکھنے اور باہم مصالحت کر دینے پر متفق ہو جاؤ تو ایسا ہی کر لو، اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان میں مصالحت نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی اور تم دونوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کر لو۔ یہ سُن کر عورت بولی کہ مجھے یہ منظور ہے یہ دونوں حکم قانونِ الہی کے موافق جو فیصلہ کر دیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف مجھے منظور ہے۔

لیکن مرد نے کہا کہ جدائی اور طلاق تو میں کسی حال گوارا نہ کروں گا، البتہ حکم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مالی تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں تمہیں بھی ان حکمین کو ایسا ہی اختیار دینا چاہیے جیسا عورت نے دیدیا۔ اس واقعہ سے بعض ائمہ مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ان حکمین کا بااختیار ہونا ضروری ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فریقین سے کہہ کر ان کو بااختیار بنوایا، اور امام اعظم ابو حنیفہ اور حسن بصری نے یہ قرار دیا کہ اگر ان حکمین کا بااختیار ہونا امر شرعی اور ضروری ہو تا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد اور فریقین سے رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی، فریقین و رضامند کرنے کی کوشش خود اس کی دلیل ہے کہ اصل سے یہ حکمین بااختیار نہیں ہوتے، ہاں، میاں بیوی ان کو مختار بنادیں تو بااختیار ہو جاتے ہیں۔

اسلام کا قانون طلاق:

اسلام کے نزدیک میاں بیوی کا رشتہ بڑا ہی مقدس رشتہ ہے۔ اور اسلام یہ چاہتا ہے اور اس بات کی پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اسلام کے نزدیک رشتہ ازدواج بڑا مقدس رشتہ ہے۔ صحت مند بنیادوں پر جتنا یہ مستحکم ہو گا خاندان اور معاشرہ دونوں اتنا ہی مسرتوں سے مالا مال ہوں گے اور خوش حالی کی فضا میں نشوونما پائیں گے۔ اسلام اس بات میں بڑا حریص ہے کہ اس رشتہ کا تقدس مجروح نہ ہونے پائے۔ اس رشتہ پر صرف مرد و زن کی خوشی اور آبادی موقوف نہیں بلکہ ان کی معصوم اولاد، فریقین کے قریبی رشتہ دار بلکہ سارے خاندان کا مفاد وابستہ ہے۔ اس لیے اسلام پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹنے نہ پائے لیکن بعض حالات میں یہ تعلق وبالِ جان بن جاتا ہے۔ دونوں کی بھلائی اس میں ہوتی ہے کہ انہیں اس قید سے رہائی مل جائے۔ ان ناگزیر حالات میں اسلام نے اس کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی بادل

نخواستہ، ارشاد نبوت ہے۔ ان من البعض الحلال الى الله الطلاق۔ وہ حلال جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے وہ طلاق ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور اسے روایت کرتے ہیں۔ تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق يهتز منه العرش۔ شادی کیا کرو اور طلاق نہ دیا کرو کیونکہ طلاق سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے طلاق کا جو قانون پیش کیا ہے اس میں اس امر کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے کہ طلاق دینے والا جلد بازی میں طلاق نہ دے۔ کوئی وقتی رنجش یا عارضی نفرت اس کا باعث نہ ہو۔ طلاق دینے والا سوچ سمجھ کر اس کے نتائج و عواقب کو مد نظر رکھتے ہوئے طلاق دے۔²⁷⁸

عزیزانِ گرامی!

گذشتہ صفحات پر ہم نے حکم کے متعلق فقہاء کی آراء پیش کی تھیں جن کے نزدیک دونوں حکم (ثالث) کو اس بات کا تو اختیار ہے کہ وہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں لیکن طرفین کی جانب سے بغیر اختیار دیئے حکمین کو یہ اختیار نہیں کہ وہ علیحدگی بھی کر دیں۔

بلکہ یہاں ایک اور قانون بیان فرمادیا:

وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ عَلِيمٌ۔²⁷⁹

اور اگر پکارا ارادہ کر لیں طلاق دینے کا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اگر طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو اب کیا کریں کیا طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر معاملہ ختم کر دیں، نہیں بلکہ فوراً آگے فرمایا:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِعُرْوَةِ اَوْ تَسْرِيحٍ بِاِحْسَانٍ۔²⁸⁰

طلاق دو بار ہے یا توروک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔

اس آیت کے شانِ نزول کے تحت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ:

زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو کئی مرتبہ طلاق دے سکتا تھا، اُس پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جتنی بار چاہا طلاق دیدی اور ہر بار عدت گزرنے سے قبل وہ رجوع کر لیتا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ نہ تو میں تمہارے نزدیک جاؤں گا اور نہ ہی تم مجھ سے علیحدہ ہو سکو گی۔ اُس کی بیوی نے اس سے پوچھا! وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں طلاق دے دیا کروں گا اور عدت گزرنے سے قبل تم سے رجوع کر لوں گا۔ وہ عورت اپنے تاریک مستقبل کا تصور کر کے لرز گئی۔ اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور اپنی مظلومیت کی داستان عرض کی، تب یہ آیت نازل ہوئی جس نے عورت کے بہت سے مصائب کا خاتمہ کر دیا۔ شوہر کو صرف تین بار طلاق کا حق محدود کر دیا۔

ایک بار اور دوسری بار طلاق دینے کے بعد وہ اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر اس نے تیسری اور آخری بار بھی طلاق دے دی تو اب اس کا بیوی پر کوئی حق نہ رہا اور ان دونوں میاں بیوی کا تعلق ختم ہو گیا۔

اسلام میں طلاق دینے کا طریقہ:

اسلام اس رشتہ ازواج کو دو ماہ، تین ماہ، یا تین سال تک محدود نہیں کرتا بلکہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ ٹوٹے نہیں۔

قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ²⁸¹۔

اے نبی مکرم (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور شمار کرو عدت کو۔

اس آیت میں اس بات کا حکم دیا جا رہا ہے کہ طلاق دیتے ہوئے اس کی عدت کو مد نظر رکھو یعنی طلاق حیض کی حالت میں نہیں دو اور نہ ہی ایسے طہر میں طلاق دو جس میں مباشرت ہو چکی ہو۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس پابندی میں کئی اور حکمتیں بھی ہیں۔ حیض کی حالت میں عورت، مرد کے لیے مرغوب خاطر نہیں ہوتی، وہ اپنی صفائی کی طرف سے بھی بے اعتنائی برتی ہے۔ ان دنوں اس کی طبیعت بھی نڈھال اور مضطرب ہوتی ہے، اس لیے اگر اس حالت میں مرد اگر طلاق دے دے تو ہو سکتا ہے کہ یہ عارضی بے رغبتی طلاق دینے میں متحرک ہو اور جب یہ ایام گزر جائیں تو پھر اس کو اپنے کیے پر ندامت ہو اور ایسا طہر جس میں وہ مقاربت کر چکا ہو اس میں بھی عورت کی طرف کشش کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اگر طلاق دینا ہی ہو تو ایسی حالت میں طلاق دو جبکہ رغبت اور کشش اپنے عروج پر ہو، ایسی حالت میں اگر تم طلاق دو گے تو سو مرتبہ پہلے سوچو گے اور تب یہ اقدام کرو گے۔ اس طرح تمہارا طلاق دینا حقیقی اسباب پر مبنی ہو گا۔²⁸²

طلاق دینے کا تادمہ:

میاں بیوی کے درمیان قطع تعلق کے سوا اب کوئی چارہ کار نہ رہے تو مرد اپنی بیوی کو حیض سے فارغ ہونے کے بعد اور صبحت کرنے سے پہلے ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے ماہ جب حیض سے پاک ہو تو صبحت سے پہلے طلاق دے۔ ابھی تک وہ رجوع کر سکتا ہے۔ پھر تیسرے ماہ جب عورت حیض سے پاک ہو تو صبحت سے قبل تیسری طلاق دے۔ اب یہ رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

مرد کو اتنی مہلت دی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کر سکے اور اگر وہ اپنے اس فیصلے کو واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ تیسری اور آخری بار بھی طلاق کا اختیار حاصل کر لے تو گویا اس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اس عورت کو کسی قیمت پر اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔ عزیزانِ گرامی!

یہ ہے اسلام کا قانونِ طلاق۔۔۔ یہ ہے شریعتِ اسلامیہ کی میانہ روی اور اعتدال۔۔۔ دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح نہیں کہ جو ایک مرتبہ نکاح کی زنجیر میں جکڑ گیا، وہ جکڑ گیا۔ اب اس سے رہائی کی کوئی صورت نہیں خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی زمانہ جاہلیت کی طرح کہ جب مرد چاہے اور جتنی چاہے طلاق دیتا پھرے اور نہ ہی یہودیوں کی طرح کہ طلاق نامہ ہاتھ میں تھمایا اور گھر سے باہر کھڑا کر دیا۔ اسلام کا یہ وہ امتیاز ہے جس کا مقابلہ دنیا کے قدیم و جدید کا کوئی نظامِ قانون نہیں کر سکتا۔ کاش! کہ ہم اسلام کے اس حکیمانہ نظام کو سمجھتے اور اسے عملی طور پر رائج کرنے کی کوشش کرتے۔ احبابِ من!

قرآن کے قانونِ طلاق میں جو قانونی حسن ہے کیا وہ بائبل کے قانونِ طلاق میں ہے؟
قرآن کے قانونِ طلاق میں جو اعتدال موجود ہے کیا وہ بائبل کے قانونِ طلاق میں ہے؟
نہیں ہر گز نہیں!

ہم کیرن آر مسٹر انگ اور دیگر مستشرقین سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر قرآن پیغمبر اسلام کی تصنیف ہے، الہامی کتاب نہیں اور بائبل الہامی کتاب ہے تو اس کے قوانین بائبل سے بہتر کیوں ہیں؟
آج مستشرقین دنیا بھر کے ماہرینِ سماجیات، ماہرینِ نفسیات و قانونیات کو بٹھالیں اور ان کے سامنے اس سماجی مسئلے کو رکھیں اور ان سے معلوم کریں کہ کونسا قانون بنی نوع انسان کے لیے بہتر ہے؟
کس قانون میں بنی نوع انسان کی سماجی بقا ہے؟
یقیناً وہ یہ کہہ اٹھیں گے کہ اسلام کے قانون سے بہتر کوئی قانون نہیں ہے کیونکہ خدائی قانون سے بہتر کوئی قانون نہیں ہو سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ انسان کا خالق و مالک ہے وہ جانتا ہے کہ اُس کے بندے کے لیے کیا ضروری ہے اور کیا نہیں۔

بائبل کا قانونِ چیریٹی (زکوٰۃ):

بائبل میں چیریٹی یا زکوٰۃ کے لیے لفظ وہ یکی (دس فیصد) استعمال ہوا۔ بائبل میں ہے:
وہ یکی (دس فیصد) خواہ وہ زمین کے بیج کی یادِ رخت کے پھل کی ہو خداوند کی ہے۔²⁸³

ایک اور جگہ ہے:

تو اپنے غلہ میں سے جو سال بسال تیرے کھیتوں میں پیدا ہوا وہ یہی دینا۔²⁸⁴

یہ وہ یہی کہاں لائی جائے اور یہ کس کا حق ہے اس ضمن میں بائبل ہمیں بتاتی ہے:

پوری دہ کی ذخیرہ خانہ (ہیکل) میں لاؤ تاکہ میرے گھر میں خوراک ہو۔²⁸⁵

یہ وہ یہی کس کا حق ہے؟

کس کو ملنا چاہیے؟

اس بارے میں بائبل کہتی ہے:

اور بنی لاوی کو اُس خدمت کا معاوضہ ہیں جو وہ خیمہ اجتماع میں کرتے ہیں میں نے بنی اسرائیل کی ساری دہ کی موروثی حصہ کے طور پر

دی۔²⁸⁶

یعنی اس پر صرف یہود و نصاریٰ کے مذہبی پیشوا کا حق ہے جیسا کہ کتاب نحمیاہ میں اور وضاحت سے کہا ہے:

اور اپنے گوندھے ہوئے آٹے اور اپنی اٹھائی ہوئی قربانیوں اور سب درختوں کے میوؤں اور مے اور تیل میں سے پہلے پھل کو اپنے خدا کے گھر کی کوٹھریوں میں کاہنوں کے پاس اور اپنے کھیت کی دہ کی لاویوں کے پاس لایا کریں کیونکہ لاوی سب شہروں میں جہاں ہم کاشت کاری کرتے ہیں، دسواں حصہ لیتے ہیں۔²⁸⁷

لاویوں کو یہ حکم دیا کہ شریعت کے مطابق دہ کی لیں، عبرانیوں میں درج ہے:

اب لاوی کی اولاد میں سے جو کہانت کا عہدہ پاتے ہیں اُن کو حکم ہے کہ اُمت یعنی اپنے بھائیوں سے اگرچہ وہ ابرام ہی کی صلب سے پیدا ہوئے ہوں شریعت کے مطابق دہ کی لیں۔²⁸⁸

بائبل کے احکامات کے مطابق ہم دہ کی کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1۔ عام دہ کی جو لاویوں کو دی جاتی تھی جیسا کہ کتاب گنتی میں ہے:

میں نے بنی اسرائیل کی دہ کی کو جسے وہ اٹھانے کی قربانی کے طور پر خداوند کے حضور گزاریں گے ان کا موروثی حصہ کر دیا۔²⁸⁹

2۔ دوسری دہ کی وہ تھی جس کا تعلق مسیحیت کے مطابق ”مقدس ضیافت“ کے ساتھ تھا اُس کھانے میں دہ کی دینے والا اور لاوی دونوں شریک ہوتے تھے:

تو خداوند اپنے خدا کے حضور اسی مقام میں جسے وہ اپنے نام کے مسکن کے لیے چنے اپنے غلہ اور مے اور تیل کی دہ کی کو اور اپنے گائے بیل اور بھیڑ بکریوں کے پہلو ٹھوں کو کھانا تاکہ تو ہمیشہ خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا سیکھے اور اگر وہ جگہ جس کو خداوند تیرا خدا اپنے نام کو وہاں قائم

کرنے کے لیے چُنے تیرے گھر سے بہت دور ہو اور راستہ بھی اس قدر لمبا ہو کہ تو اپنی دہ کی کو اس حال میں جب خداوند تیرا خدا تجھ کو برکت بخشے وہاں تک نہ لے جاسکے تو تُو اسے بچ کر روپے کو باندھ ہاتھ میں لیے ہوئے اس جگہ چلے جانا جسے خداوند تیرا خدا چُنے اور اس روپے سے جو کچھ تیرا جی چاہے خواہ گائے بیل یا بھیڑ بکری یا شرب مول لے کر اُسے اپنے گھرانے سمیت وہاں خداوند اپنے خدا کے حضور کھانا اور خوشی منانا۔ 290

3- تیسری دہ کی وہ تھی جو ہر تیسرے سال دی جاتی تھی اور یہ خاص طور پر غریبوں کے لیے جمع کی جاتی تھی جیسا کہ اسی کتاب استثناء میں ہے: تین تین برس کے بعد تو تیسرے برس کے مال کی ساری دہ کی نکال کر اُسے اپنے پھانکوں کے اندر اکٹھا کر نائب لاوی جس کا تیرے ساتھ کوئی حصہ یا میراث نہیں اور پردیسی اور یتیم بیوہ عورتیں جو تیرے پھانکوں کے اندر ہوں یا عیسیٰ اور کھا کر سیر ہوں تاکہ خداوند تیرا خدا تیرے سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے تجھ کو برکت بخشے۔ 291

اے مسافر ان روشنی!

بائبل کے دہ کی (چیریٹی) سے متعلق یہ حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کیے ان حوالہ جات کے بعد درج ذیل نکات سامنے آئے:

۱- دہ کی ہیکل میں لائی جائے گی۔

۲- دہ کی پادریوں، لاویوں کو دی جائے گی۔

۳- تیسری دہ کی کی قسم کا استعمال ہر تیسرے سال ہو گا جس میں پردیسی، یتیم اور بیوہ عورتیں جو پھانکوں کے اندر ہوں دہ کی کھا کر سیر ہوں۔

احبابِ من!

بائبل میں ہمیں یہ نہیں ملتا کہ دہ کی (دس فیصد) کیوں دی جائے؟

دہ کی (دس فیصد) دینے کے مقاصد کیا ہیں دہ کی دینے کا صلہ کیا ملے گا؟

کیا دہ کی (دس فیصد) مذہب یہود و نصاریٰ کی شرط ہے یا نہیں؟ یا صرف محض ایک مشورہ ہے، چاہے تو عمل کرو یا نہیں۔

دہ کی (دس فیصد) جمع کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ منکرین دہ کی (دس فیصد) کا انجام بھی بائبل بتانے سے قاصر ہے۔

دہ کی کے مصارف کیا ہیں؟

بائبل ہمیں یہ بھی نہیں بتاتی سوائے اس کے کہ اس کو ہیکل میں لایا جائے اور لاویوں، پادریوں کو دے دیا جائے۔

دہ کی کون دے گا؟

اس بارے میں کوئی واضح حکم بھی ہمیں بائبل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمودات میں نہیں ملتا۔ لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان تمام سوالات کے جوابات ہمیں قرآن دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے یہاں ہر شخص پر خواہ وہ غریب ہو یا امیر وہ کی (دس فیصد) لازم ہے۔ یہ قانون بھی انصاف کے بنیادی اصولوں سے مزاحم ہے۔

مترآن کا قانون زکوٰۃ:

اب آئیے اور قرآن کا قانون زکوٰۃ ملاحظہ کیجیے:
زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں قرآن ہمیں بتاتا ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ²⁹²

اور صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ²⁹³

اور صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (پاک) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

بائبل ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ وہ کی (دس فیصد) کیوں دی جائے؟

وہ کی کے مقاصد کیا ہیں؟

وہ کی دینے سے شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوں گے بائبل ہمیں یہ بھی نہیں بتاتی۔ جبکہ قرآن ان تمام سوالوں کا جواب دیتا ہے۔

زکوٰۃ متربت الہی کا راستہ:

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ زکوٰۃ قربت الہی کا راستہ ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا

قُرْبَةٌ لَهُمْ لَّهُمْ سَيِّدُ خَلْقِهِمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ²⁹⁴

اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قرب الہی اور

رسول (پاک) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہیں ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہیں ضرور داخل فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

میں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

زکوٰۃ باعث فلاح و نجات:

زکوٰۃ باعثِ فلاح و نجات ہے، فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ²⁹⁵

بے شک دونوں جہان میں بامراد ہو گئے ایمان والے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور وہ جو ہر بے ہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

ادائیگی زکوٰۃ باعثِ افزائش مال و رزق:

اسلام اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ کے حکم کے ساتھ یہ خوش خبری بھی سناتا ہے کہ اگر تم زکوٰۃ ادا کرو گے تو تمہارے مال میں اور برکت ہوگی۔

وَمَا آتَيْتُمْ مِّن رَّبًّا لِّيَرْبُو فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْبُضْعُفُونَ²⁹⁶

اور جو روپیہ تم دیتے ہو سود پر تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (نہیں لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم دیتے ہو رضائے الہی کے طلب گار بن کر پس یہی لوگ ہیں (جو اپنے مالوں کو) کئی گناہ کر لیتے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّرَّةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن

يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ²⁹⁷

مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اگاتا ہے سات بالیں (اور) ہر بال میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ (اس سے بھی) بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور اللہ وسیع بخشنش والا جاننے والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَشْبِيهًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا

ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِيبْهَا وَابِلٌ فَطَلَّ وَاللَّهُ يَبَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ²⁹⁸

اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوش نودیاں حاصل کرنے کے لیے اور اس لیے تاکہ پختہ ہو جائیں ان کے دل ان کی مثال اُس باغ جیسی ہے جو ایک بلند زمین پر ہو برسا ہو اس پر زور کا مینہ تو لایا ہو باغ دو گنا پھل اور اگر نہ برسے اس پر بارش تو شبنم ہی کافی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو سب دیکھ رہا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ اور معاشرتی بہبود:

اسلام دینِ فطرت ہے اس کے عقائد و نظریات، احکامات و فرمودات اور معاملاتِ زندگی عینِ فطرت کے مطابق ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ زکوٰۃ اپنے بیٹے کو دے دو، بیوی کو دے دو، بیٹی کو دے دو یا پھر مسجد میں مولوی صاحب کے پاس جمع کر دو بلکہ زکوٰۃ کے مصارف اور معاشرتی بہبود کی تعلیم دیتا ہے اور یہی طریقہ عینِ فطرت کے مطابق ہے۔ بائبل دہ کی (دس فیصد) کے مصارف کے بارے میں خاموش ہے۔ لیکن قرآن اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کے مصارف کو یوں بیان کرتا ہے:

لِّئَلَّا يُدْرِأَنَّ تَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبَدَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْبَلَاءِ كَغَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْبُؤْفُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔²⁹⁹

نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور سب نبیوں پر اور دے دینا مال اللہ کی محبت سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں اور صحیح صحیح ادا کیا کرے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں اور کمال نیک ہیں جو صبر کرتے ہیں مصیبت میں اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی پرہیز گار ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَىٰ هَآءِ الْبُؤْلَفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْعَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ

السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ³⁰⁰

صدقات تو صرف ان کے لیے ہیں جو فقیر، مسکین، زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لیے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانائے۔

ان آیات میں جو مصارفِ زکوٰۃ بیان کیے گئے وہ درج ذیل ہیں:

1- زکوٰۃ کا پہلا مصرف فترا کی امداد:

فقیر سے مراد وہ شخص ہے جو کمانے پر قادر ہے مگر ایک خوش حال زندگی بسر نہیں کر رہا، تنگ دستی کے سبب اس کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

2- زکوٰۃ کا دوسرا مصرف مالکین کی امداد:

مسکین وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے بڑھاپے، بیماری یا مستقل معذوری کی صورت میں رزق کمانے کے لائق نہ رہے اس کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

3- زکوٰۃ کا تیسرا مقصد عاملین زکوٰۃ:

عاملین زکوٰۃ سے مراد وہ لوگ جو گھر گھر جا کر زکوٰۃ کو جمع کرتے ہیں اور اُسے حق داروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

4- چوتھا مصرف مولفۃ القلوب:

مولفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین حق اسلام کو قبول کر لیا اور ان کے پاس اس امر کی وجہ سے اُن کے خاندان والے عزیز و اقرباء نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے ان کے تمام سابقہ کمانے کے ذرائع چھین لیے جس کی وجہ سے یہ بے روزگار اور بے یار و مددگار ہو گئے۔

5- زکوٰۃ کا پانچواں مصرف غلاموں کا آزاد کرنا:

وہ غلام جو رقم دے کر آزاد نہیں ہو سکتے اُن کی اس رقم سے امداد کی جائے تاکہ یہ رقم وہ اپنے مالکوں کو دے کر آزاد ہو سکیں۔

6- زکوٰۃ چھٹا مصرف مقروض لوگ:

ایسے لوگ جنہوں نے کسی جائز حاجت کے لیے قرض لیا ہو اور اُسے فضول خرچی، اسراف میں نہ اڑایا ہو اور نہ ہی اس قرض سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو اُن کا قرض بھی بیت المال سے دیا جائے گا۔

اگر ہم اسلامی نظام میں زکوٰۃ کے چھٹے مصرف کو بغور ملاحظہ کریں تو ہم پر عیاں ہو جائے گا کہ اسلام نے معاشرتی امن و سکون کی حسین تعلیمات دی ہیں۔ اسلام نے باہمی فسادات سے روکنے، انفرادی شخصیت کو تباہ ہونے اور خاندانی سکون تباہ ہونے سے بچانے کے لیے ہر ایسے شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی جو اپنی غربت کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے عاجز تھا۔

7- زکوٰۃ کا ساتواں مصرف مافرا:

اگر کوئی شخص خوش حال ہو دوران سفر اُس کی رقم چوری یا گم ہو جائے اور وہ دیارِ غیر میں پائی پائی کے لیے محتاج ہو جائے تو ایسے شخص کی بھی مال زکوٰۃ سے امداد کی جائے گی۔

8- زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دین کے کاموں میں لگانا ہے۔

زکوٰۃ اور اسلامی ریاست کا بنیادی مندرجہ:

اسلام نے ریاست کو آزاد نہیں چھوڑا۔ اسلامی ریاست پر کئی ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں اور اسلام کے نظام سیاست میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اسلامی ریاست کے فرماں رواں رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم فرماتا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔³⁰¹

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سارے کاموں کا انجام۔

کیا یہودیت اور عیسائیت میں ایسا کوئی نظام موجود ہے؟

کیا بائبل کے دہ کی (دس فیصد) نظام میں یہ حسن، یہ رعنائی یہ معاشرتی مقاصد یہ اصلاحی تصور، یہ حقیقی فلاح و بہبود، یہ شخصیت سازی یہ معاشی و معاشرتی نظام کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

پھر کیونکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن بائبل سے ماخوذ ہے۔

تعصب کے اندھیارے محل میں پرورش پانے والے تاریکی کے پروردہ پیغمبر اسلام پر عام بشر ہونے کا الزام یوں لگاتے ہیں جیسے کیرن آر مسٹر انگ الزام رقم کرتی ہیں:

Muslims have evolved a symbolic devotion to Muhammad, as I shall explain In Chapter 10, but they have never claimed that he is divine. Indeed, he is a very human figure in the early history. He does not even bear much resemblance to a Christian saint—though, of course, once one penetrates the veil of hagiography, the saints themselves become all human.³⁰²

مسلمانوں کو حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ گہری عقیدت اور محبت ہے لیکن انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ خدائی اوصاف سے متصف تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابتدائی مورخوں نے آپ کو ایک انسان کے طور پر پیش کیا ہے بلکہ آپ کو ایک عیسائی سینٹ سے مشابہت رکھنے والی

شخصیت بھی قرار نہیں دیا جاسکتا حالانکہ عیسائیوں کی برگزیدہ شخصیات کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اصل میں وہ خود بھی انسان ہی تھے۔³⁰³

مزید آگے لکھتی ہیں:

We never read of Jesus laughing, but we often find Muhammad smiling and teasing the people who were closest to him. We will see him playing with children, having trouble with his wives, weeping bitterly when a friend dies and showing off his new baby son like any besotted father.³⁰⁴

ہم نے کبھی نہیں پڑھا کہ عیسیٰ ہنستے بھی تھے لیکن ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ حضور مسکراتے اور اپنے قریبی ساتھیوں سے دل لگی اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ آپ کو اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں تکلیف دہ صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے ایک دوست کی موت پر آپ دھاڑیں مار مار کر روتے رہے اور اپنے کمسن بیٹے کی وفات پر غمزہ باپ کی طرح شدید صدمے سے نڈھال ہو گئے۔³⁰⁵

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتی ہیں:

حضرت محمد نے اپنا مشن خاموشی سے شروع کیا آپ نے وحی کے متعلق دوستوں اور خاندان والوں کو بتایا جو پر جوش اور ہمدرد شاگرد بن گئے۔ انہیں یقین تھا کہ حضرت محمد ہی وہ عرب پیغمبر ہیں جس کا طویل عرصے سے انتظار تھا لیکن آپ نے محسوس کیا کہ زیادہ تر قریش کے لیے یہ چیز قبول کرنا ناممکن تھا۔ اللہ کے تمام پیغمبر دراز قامت شخصیات، معاشرے کے بانی مہانی ہوا کرتے تھے۔ کچھ ایک نے تو معجزات بھی دکھائے۔ آنحضرت حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کے ہم پلہ کیسے ہو سکتے تھے؟ قریش نے آپ کو جوان ہوتے دیکھا تھا۔ انہوں نے آپ کو بازار میں کاروبار کرتے، باقی سب لوگوں کی طرح کھاتے پیتے بھی دیکھا تھا۔³⁰⁶

احبابِ من!

کہنا یہ چاہتی ہیں کہ یہ تمام افعال نبی سے صادر نہیں ہوتے اور آپ ایک عام بشر ہی کی مانند یہ تمام کام کرتے تھے۔

یعنی ایک عام بشر ہیں، ایک عام آدمی ہیں۔ (معاذ اللہ)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک عام آدمی بنی نوع انسان کو عین انسانی فطرت کے مطابق قوانین زندگی بخش سکتا ہے؟

عرب میں آپ کے علاوہ کوئی اور شخصیت کیوں نہیں اُٹھی جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتی۔۔۔ جو غریبوں کی ہمدرد۔۔۔ یتیموں کا

ماوا۔۔۔ بے چاروں کا چارا۔۔۔ اور مظلوموں کا سہارا بنتی۔

ایک عام بشر میں بھی تو یہ تمام صلاحیتیں جو آپ ﷺ میں ہیں، ہونی چاہیے۔ ان خیالات نے یقیناً اس عصبیت زدہ خاتون کو پریشان کیا ہوگا، اسی لیے لکھتی ہیں:

If we could view Muhammad as we do any other important historical figure we surely consider him to be one of the greatest geniuses the world has known. To create a literary masterpiece, to found a major religion and a new world power are not ordinary achievements. ³⁰⁷

اگر ہم کسی بھی دوسری تاریخی شخصیت کی طرح حضرت محمد (ا) کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہم آپ کو یقیناً دنیا کی سب سے عظیم، نابغہ روزگار شخصیت اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والا عالی دماغ شخص قرار دیں گے۔ ایک عظیم ادبی شاہکار کو تخلیق کرنا اور ایک بڑے مذہب اور ایک نئی عالمی طاقت کی بنیاد رکھنا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ ³⁰⁸

عزیزانِ گرامی!

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر عام بشر ہونے کا الزام کوئی نیا نہیں۔ اس سے پہلے بھی بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے اُن پر بھی ان کے مخالفین نے عام بشر ہونے کا الزام عائد کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو تبلیغ کی اُن کی قوم نے کہا:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا. ³⁰⁹

تو کہنے لگے اُن کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا۔ جس طرح مس کیرن آر مسٹر انگ پیغمبر اسلام پر اعتراض عائد کرتی ہیں بالکل اسی طرح نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر بھی حضرت نوح علیہ السلام پر یوں اعتراض کرتے تھے جیسا کہ قرآن بیان فرماتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ³¹⁰

وہ سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا اُن کی قوم سے کہ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا یہ چاہتا ہے کہ اپنی بزرگی جتلائے تم پر۔ قوم شمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت اس انداز میں کی:

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِثْلًا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذْ لَفِئْ ضَلَالٍ وَسُعُرٍ. ³¹¹

پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی آپ کی مخالفت میں اسی انداز کو اپنایا۔

وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَتُفَكِّ لَبِنَ الْكَاذِبِينَ³¹²

اور نہیں ہو تم مگر ایک بشر ہماری مانند اور ہم تو تمہارے متعلق یہ خیال کر رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔ ایک اور قوم کے لیے فرمایا کہ اُس نے بھی اپنے نبی کے متعلق کہا:

وَقَالَ الْبَلَاءُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِيعَادِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ O وَلَعَنَ أَطْعَمْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ³¹³

تو بولے اُن کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو اور ہم نے خوش حال بنا دیا تھا انہیں دنیوی زندگی میں (اے لوگو!) نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند یہ کھاتا ہے وہی خوراک جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے جو تم پیتے ہو اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تو تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ سورہ فرقان میں منکرین انبیاء کے اسی اعتراض کو یوں نقل فرمایا:

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَبْشُرُ فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا³¹⁴

اور کفار بولے کیا ہوا ہے اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں ایسا کیوں نہ ہو کہ اُتاراجاتا اس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے ساتھ مل کر (لوگوں کو) ڈراتا۔ کفار نے یہاں دو اعتراض کیے:

- 1- یہ تو عام بشر ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں۔
 - 2- اور تبلیغ کے لیے اللہ نے بشر کو کیوں بھیجا کسی فرشتے کو کیوں نازل نہ کیا۔
- پہلے اعتراض کا جواب قرآن نے یوں دیا:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُونَ فِي الْأَسْوَاقِ³¹⁶

اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر وہ سب کھانا کھایا کرتے اور چلا پھرا کرتے بازاروں میں۔

کیون آر مسٹر انگ! بائبل کے مطابق ہی دیگر تمام انبیاء ہی کی زندگی کو لے لیجئے، وہاں تو ایسی ایسی باتیں انبیاء کرام سے منسوب ہیں جن کو آج کے دور میں گرے سے گرا انسان بھی گوارا نہیں کرے گا۔ بائبل کے مصنفین نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کو بھی داغ دار کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس ضمن میں ہم تفصیل اپنی کتاب ”استشرافی فریب“ میں لکھ چکے ہیں۔

کفار کے دوسرے اعتراض کا جواب یوں دیا:

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَنْشُؤْنَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيَّهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ³¹⁷

فرمائیے اگر ہوتے زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے جو اس پر چلتے (اور اس میں) سکونت اختیار کرتے تو ہم (ان کی ہدایت کے لیے) ان پر اتارتے آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر۔

کیرن آر مسٹر انگ کا یہ اعتراض ہی انہیں اندھیارے محل کی تاریکی سے نکلنے نہیں دے رہا جیسا کہ قرآن بیان فرماتا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ³¹⁸

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی اُن کے پاس ہدایت مگر اس چیز نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر۔

احبابِ من!

یہ استدلال تو ہم نے قرآن کریم سے پیش کیے تاکہ مسلمانوں کے درمیان اہل صلیب نے اپنے نوآبادیاتی نظام میں جن فرقوں کو جنم دیا اور اس قسم کے اعتراضات کے ذریعے مسلمانوں کے نظریات پر شب خون مارا اُن کا علمی محاسبہ ہو سکے۔

بنو امیہ سے لے کر سقوطِ سلطنت عثمانیہ تک اور غوری سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک ہمارے یہاں نہ کوئی بریلوی تھا نہ کوئی وہابی نہ کوئی دیوبندی۔ پھر اہل صلیب نے کرائے کے مولویوں کے ذریعے پیغمبر اسلام پر ہماری مثل بشر ہونے کے نظریے کو ایک مربوط پلاننگ کے تحت پروان چڑھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مخالفین کا اعتراض:

بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی آپ کے مخالفین نے آپ پر عام بشر ہونے کا الزام عائد کیا اور بائبل کے عقیدے کے مطابق صلیب کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چپے اور چلائے بھی۔ انہوں نے موت کے پیالے کو دور ہٹانا چاہا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے۔

مقدس متی کی یہ عبارت ملاحظہ کیجیے:

”کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودہ نہیں؟ اور کیا اُس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ اس نے کہاں سے پایا؟ اور انہوں نے اس کے سب سے ٹھوکر کھائی لیکن یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور اُس نے ان کی بے اعتقادی کے سبب وہاں بہت معجزے نہ کیے۔“ ³¹⁹

بائبل کی اس عبارت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر عہد میں نبی کے مخالفین اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں کہ ”کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں ہے کیا اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودہ نہیں اور کیا اُس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں پھر یہ سب کچھ اُس نے کہاں سے پایا۔“³²⁰

بائبل کی اس عبارت کی تفسیر میں میتھیو ہنری کا منٹری رقم طراز ہیں اور پادری میتھیو کے یہ الفاظ صرف کیرن آر مسٹر انگ کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے استشرق کے لیے بھی قابل توجہ ہیں، پادری صاحب لکھتے ہیں:

”یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن میں ہے۔ اس کے اپنے ہم وطنوں نے ایک دفعہ اسے رَد کر دیا تھا لیکن وہ دوبارہ ان کے پاس آیا۔ خدا انکار کرنے والوں کو پہلی ہی دفعہ چھوڑ نہیں دیتا بلکہ بار بار پیشکش کرتا ہے۔ اسے فطری طور سے اپنے وطن سے محبت تھی اس دفعہ بھی اسے پہلے کی طرح نفرت اور حقارت کے سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔“³²¹

مزید آگے لکھتے ہیں:

”انہوں نے دو باتوں میں اس کی حقارت کی:

الف۔ اس کی رسمی تعلیم کی کمی انہوں نے اقرار کیا کہ اس میں حکمت ہے اور وہ بڑے بڑے کام کرتا ہے لیکن سوال یہ تھا کہ ”اس میں یہ حکمت اور معجزے کہاں سے آئے؟“ اگر وہ دانستہ اندھے نہ بنتے تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ اسے خدا کی مدد حاصل ہے اور خدا نے مامور اور مقرر کیا ہے اس لیے وہ تعلیم پائے بغیر غیر معمولی حکمت اور قدرت کے ثبوت دیتا ہے۔

ب۔ اس کے رشتہ داروں کی قربت اور پست حالی ”کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟“ اس میں کیا حرج تھا؟ دیانت دار پیشہ والے آدمی کا بیٹا ہونے میں سبکی اور کم قدری کی کوئی بات نہیں۔ یہ بڑھئی داؤد کے گھرانے کا تھا۔ وہ ابن داؤد تھا بڑھئی ضرور تھا مگر عزت دار شخص تھا۔ کچھ تاریکی کے فرزند یسی کی شاخ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے وہ اس کی ماں کے حوالے سے اس کی بے قدری کرتے ہیں ”کیا اس کی ماں کا نام مریم نہیں؟“ یہ ایک عام سانام تھا وہ سب اسے جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک معمولی شخص ہے۔ اس بات کو انہوں نے یسوع کے لیے حقارت بنا دیا گویا انسان کی قدر و قیمت سوائے بڑے بڑے القابات کے اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتی قدر و قیمت لگانے کے کیسے گھٹیا معیار ہیں! وہ اس کے بھائیوں کے حوالہ سے اس کی بے قدری کرتے ہیں۔ وہ ان کے ناموں سے واقف تھے، وہ اچھے اور نیک آدمی تھے مگر غریب تھے اس لیے حقیر تھے اور ان کی خاطر مسیح بھی حقیر ہے۔ ”کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟“ اس وجہ سے تو چاہیے تھا کہ وہ اس کی زیادہ عزت کرتے، اس سے زیادہ محبت رکھتے کیونکہ وہ انہی میں سے تھا مگر اسی وجہ سے انہوں نے اسے حقیر جانا۔ انہوں نے اس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔“³²²

کیرن صاحبہ نے پیغمبر اسلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک تقابل پیش کرنے کی نادان کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہنستے تھے، جبکہ پیغمبر اسلام انسانی فطرت کے مطابق بچوں کے ساتھ کھیلتے بھی تھے۔ دوست اور اپنی اولاد کے انتقال پر افسردہ بھی ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

عزیزانِ گرامی!

قبل اس کے کہ ہم اعتراض کا جواب بائبل کی روشنی میں دیں اپنے عقیدے کو بیان کرتا چلوں کہ ہم مسلمانانِ عالم انبیاء کرام کے بارے میں درج ذیل عقیدہ رکھتے ہیں:

لَا نَفَرٌ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ³²³

ہم فرق نہیں کرتے اس کے رسولوں میں۔

کیرن صاحبہ! اگر آپ نے بائبل کو ذرا توجہ سے پڑھا ہوتا تو آپ کو یہ اعتراض نہیں سوجھتا۔ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے وقت کیا صورت حال ہوئی متی کی انجیل میں ہے۔

تیسرے پہر کے قرین یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایللی۔ ایللی۔ لہذا شہبختنی؟ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں

چھوڑ دیا۔ 324

مزید آگے لکھا ہے:

یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی۔ ³²⁵

لوقا کی انجیل میں ہے:

پھر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا۔ ³²⁶

پادری میتھیو لکھتے ہیں:

وہاں انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا اس کے ہاتھ اور پاؤں کیلوں سے صلیب کے ساتھ جڑ دیئے اور صلیب کو کھڑا کر دیا اور وہ اس پر لٹکا ہوا تھا۔ رومی اسی طرح صلیب دیا کرتے تھے۔ اپنے منجی کے اس انتہائی شدید درد اور تکلیف پر ہمارے دل بھر آنے چاہئیں اور یہ دیکھ کر کہ وہ کیسی موت مُواہمیں جان لینا چاہیے کہ اس نے ہم سے کیسی محبت رکھی اور رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ بربریت اور نہایت سنگ دلی کا سلوک روار کھا گیا گویا موت اور ایسی بڑی اور بری موت کافی نہ تھی انہوں نے اس کی تلخی اور ہیبت میں اضافہ کرنے کی تدبیر کیں۔ ³²⁷

مزید آگے لکھتے ہیں:

اپنی جان کے سخت دکھ کے باعث ہمارا خداوند یسوع بڑی آواز سے چلایا اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔
مزید آگے لکھتے ہیں:

جب وہ دُکھ اٹھا رہا تھا تو ہمارے خداوند یسوع کو سورج کی روشنی سے محروم کر دیا گیا اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا کے چہرہ کا نور اس سے دور ہٹ گیا ہے۔ اس بات کی اس نے سب سے زیادہ شکایت کی۔ اس کے شاگرد اسے چھوڑ گئے تو اس نے شکایت نہ کی مگر جب باپ نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے شکایت کی۔ کیونکہ اس جدائی نے اس کی روح کو زخمی کر دیا تھا اسے برداشت کرنا بے حد مشکل تھا۔³²⁸
پادری میتھیو ہنری یسوع کا عام آدمی کی طرح چلانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسیح نے یہ لفظ کس طرح بولے؟ بڑی آواز سے چلا کر۔ اس طرح اس کے دُکھ کرب اور درد کی انتہا نظر آتی ہے۔ اس میں طبعی قوت باقی تھی۔ اس التجا میں اس کی روح کی دل سوزی نمایاں ہے۔ مسیح نے کیا شکایت کی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ یہ عجیب شکایت ہے جو ہمارے خداوند یسوع کے منہ سے نکلی کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ خدا ہمیشہ اس سے خوش تھا۔ باپ اب بھی اس سے محبت رکھتا تھا نہیں بلکہ وہ جانتا تھا کہ باپ مجھ سے اس لیے محبت رکھتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں۔ کیسی حیرت ہے کہ پھر بھی خدا نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ بھی ایسے دکھوں کے دوران! بے شک کوئی دُکھ اتنا بڑا نہیں تھا جتنا یہ دُکھ جس نے شکایت کرنے پر مجبور کر دیا۔ کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ اس شکایت پر زمین لرز اُٹھی اور چٹانیں تڑک گئیں۔ ان دکھوں کے دوران ہمارے خداوند یسوع کے باپ نے تھوڑی دیر کے لیے اس کو چھوڑ دیا۔ مسیح نے یہ بات خود کہی ہے اور ہمیں پورا یقین ہے کہ اسے اپنی حالت کی بابت کوئی غلط فہمی نہ تھی اور نہ یہ بات تھی کہ اس کے لیے باپ کی محبت میں یا باپ کے لیے اس کی محبت میں کچھ کمی آگئی تھی لیکن اس کے باپ نے اسے چھوڑ دیا۔ باپ نے اس کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑانے کو نہ آیا (حاضر نہ ہوا) اسے چھڑانے کے لیے آسمان سے کوئی فرشتہ نہ بھیجا گیا، زمین پر کوئی دوست اس کی خاطر برپا نہ کیا گیا۔ جب پہلی دفعہ اس کی جان گھبرائی تھی تو اسے تسلی دینے کو آسمان سے آواز آئی تھی (یوحنا ۸: ۲۰، ۲۱) جب وہ باغ میں سخت کرب میں تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ آکر اسے تقویت دینے لگا تھا لیکن اب نہ کوئی آواز تھی نہ فرشتہ، خدا نے اپنا چہرہ اس سے چھپا لیا۔³²⁹
مزید لکھتے ہیں:

مسیح کے باپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہ مسیح کے لیے سب سے بھاری اور کرب ناک دُکھ تھا۔ اس موقع پر اس نے انتہائی غمناک اور دکھی لہجہ میں بات کی۔ جب اس کا باپ دور جا کھڑا ہوا تو وہ اس طرح چلا اٹھا کیونکہ اس بات نے اس کے دُکھ اور مصیبت میں ناگدونا اور اندرائن بھر دیا۔³³⁰

بائبل اور اس کی تفاسیر سے چند نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) مسیح کا عام آدمی / عام بشر کی طرح چلا کر جان دینا۔

(۲) مسیح کی طبعی قوت اور دکھ درد کی انتہا۔

(۳) خدا کا مسیح کو چھوڑ دینا۔

(۴) شدید درد اور تکلیف سے موت۔

کیا کہیں گی مس کیرن آر مسٹر انگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بائبل کے مطابق عام آدمی کی طرح چلا رہے تھے۔ کیا اس بنیاد پر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کر دیں گی۔

عزیزانِ گرامی!

بائبل کے اس عقیدے پر انسانی عقل و رطہ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

بائبل کا عقیدہ کفارہ اور اس کا رد:

یہاں ہم ضمناً عرض کرتے چلیں کہ بائبل کا عقیدہ کفارہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دے کر گناہ کا کفارہ ادا کیا۔ وہ گناہ جو حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں پھل کھا کر کیا تھا (بائبل کے مطابق) مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔

جیسا کہ قاموس الکتاب میں ہے:

تمام بنی نوع انسان کے لیے موثر ہے اُس پر ایمان لانے سے میں بھروسہ کر سکتا ہوں کہ میرے گناہ مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے مٹا دیئے گئے، معاف ہوئے، دور پھینک دیئے گئے کیونکہ مسیح یسوع نے کامل کفارہ دیا ہے۔

مزید آگے درج ہے:

یہاں پر انجیلی وعدہ ہے خدا نے جہان کے گناہوں کے لیے اپنے بیٹے کو کفارہ ٹھہرایا۔³³¹

اجاب من!

بائبل کے مطابق جب حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تو ان کو کیا سزا ملی، کتاب پیدائش میں ہے۔

پھر اُس نے عورت سے کہا میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدم سے اُس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا۔³³²

ىهاں سوال ىه ٲىءا هو ءا هے كه جب ىسوع مسىء نے آءم علىه السلام بلكه ءمام بنى نوع انسان كه گنا هوں كا كفاره اءا كر ءىا ءو عورء كو ءر ءزه اور مرء كو مشءء كى سزا خءم هو جانى چا هىء، اىسا نهىں هو ءو ىقنىنا ىه كفاره اور ءضراء ىسوع كا صلىب ٲر چڑھنا سوائے من گھڑء قصے كه اور كچه نهىں هے۔

ٲىغمبر اسلام ٲر مایوسى؁ ءل شكسكى كا الزام:

كىرن آرم سءرانگ ٲىغمبر اسلام ٲر الزام عاءء كراءے هوئے لكھءى هىں:

It was a time of great desolation and some Muslim writers have attributed his suicidal despair to this period. Had he been deluded after all? Or had God found him wanting as of revelation and abandoned him?³³³

چنء ابءءائى سورءىں نازل هوئے كه بعء ءقرىباً ءو سال ءك كمءل خاموشى چھائى رهى۔ آنءضراء كه لىه ىه ءبھائى اور كسمٲرسى كا ءور ءھا اور كئى مسلمان مصنفوں نے لكھا هے كه اس زمانے مىں ءضور (ا) ءء ءرجه مایوس اور ءل شكسء رهے۔ آپ (ا) كه ءهن مىں بار بار ىه سوال اُءھءا كه آپ صءء راسءے سه بهك گئے هىں؟ ىا ءءءنے آپ كو ءبھا چھوڑ ءىا هے؟ ىه اىك هو لءاك مصىبء ءھى۔³³⁴

ىه نءىجه كىرن صاءبه نے كىو نكر اءء كىا؟ آگے ان كى گفءنگو سه معلوم هو ءا هے كه ىه ءءلىاءى نءىجه انهوں نے سورھ ءالضءى سه اءء كىا اور اس سورءه كه ءرجه مىں ءو چیزوں ٲر ءصوصى فوكس كىا۔

۱۔ نه ءو ءىرے رب نے ءءھے چھوڑا اور نه وه ىزار هو۔

۲۔ اور ءءھے راه بهولا ٲا كر هءاءىء نهىں ءى۔³³⁵

اءباب من!

قبل اس كه كه هم كىرن صاءبه كه اس ءءلىاءى وسو سه كا ءواب ءىں؁ ان آىاء كا صءء ءرجه اور شان نزول ىىان كراءے هىں:

مَا وَءَعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ³³⁶

۱۔ نه آپ كه رب نے آپ كو چھوڑا اور نه هى ناراض هو۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ³³⁷

۲۔ اور آپ كو اٲنى ءءبء مىں ءور ءرفء ٲىا ءو منزل مقصوء ءك ٲهءا ءىا۔

ٲهلى آىء كه شان نزول مىں ءسٹس ٲىر كرم شاه الازهرى لكھءے هىں:

ابتداءً بعثت مىں كچھ عرصہ نزولِ وحى كا سلسلہ جارى رها اور پھر كيدم رُك گيا۔ يہ انقطاع بارہ يابندرہ يابچيس يابچاليس دن تك باختلاف روايات برقرار رہا۔ حضور كى طبع مبارك پر بہت گراں گزرا۔ وہ كان جو كلام الہى سننے كے عادى ہو چكے تھے وہ دل جو ارشاداتِ ربانى كا خوگر ہو چكا تھا اس كے ليے يہ بندش ناقابلِ برداشت تھى۔ نيز كفار نے بھى طعنہ زنى شروع كر دى كہ محمد (ا) كو خدا نے چھوڑ ديا ہے، اللہ تعالى ناراض ہو گيا ہے اس ليے وحى كا نزول رك گيا ہے۔ اللہ تعالى نے كفار كے ان خرافات كى ترديد قسم اٹھا كر كى اور اپنے محبوب كريم كو بھى تسلى دى كہ آپ پریشان نہ ہوں جس طرح دن كى روشنى كے بعد رات كى تاريكى مىں گونا گوں حكمتیں ہيں اسى طرح نزولِ وحى اور پھر اس كے بعد انقطاع مىں بھى بڑى بڑى حكمتیں مضمر ہيں۔³³⁸

دوسرى آيت كے ترجمہ مىں كيرن صاحبہ نے غالباً نو آبادياتى زمانے كے صليبى مترجمين كے ترجمہ قرآن سے استفادہ كيا ہے، اس ليے انہوں نے اس كا ترجمہ يوں كيا:

Did he not find thee erring and guid thee-³³⁹

اور تجھے راہ بھولا پا كر ہدایت نہيں دى؟³⁴⁰

ہم نے جب مختلف تراجم كا مطالعہ كيا تو مولانا احمد رضا خان اور پير كرم شاہ لازم ہرى كا ہى ترجمہ سب سے بہتر پايا۔

اے متلاشانِ فكر و نظر!

مسلمانوں كا يہ عقيدہ ہے كہ اعلانِ نبوت سے قبل اور اس كے بعد بھى حضور اسے كوئى خلافِ اولىٰ بات بھى سرزد نہيں ہوئى چہ جائيكہ كہ گناہ، ضلالت، گمراہى، آپ امعصوم تھے، آپ اسے گناہ سرزد ہو ہى نہيں سكتا۔

طلب گارانِ حق!

سيرتِ پيغمبر اسلام كا مطالعہ كر ليجئے مكہ كى سرزمين پر 360 خداؤں كا طوطى بول رہا ہے۔

ليكن كيا دامن پر كہيں ہلكا سا بھى شر ك كا داغ نظر آتا ہے، نہيں ہر گز نہيں۔ پيغمبر اسلام كے عہد كے معاشى، معاشرتى اور سياسى حالات كا مطالعہ كر ليجئے۔ سود كى تباہ كارياں، جھوٹ، مكرو فریب، بيٲيوں كو زندہ دفن كرنا، جہاں جاہليت اپنے جو بن پر انسانيت كا گلا گھونٹ رہى ہے، ليكن كيا آپ اكى ذات ان تمام خرافات سے محفوظ نہ رہى۔ يقيناً آپ اكے بدترين دشمن بھى آپ اكو صادق و امين كہہ كر پكارتے ہيں۔ اللہ تعالى نے بھى آپ اكى سابقہ زندگى كى پاكي زگى و معصوميت كو دليل كے طور پر پيش فرمايا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ-³⁴¹

مىں تو گزرا چكا ہوں تمہارے درميان عمر (كا ايك حصہ) اس سے پہلے تم (اتنا بھى) نہيں سمجھتے۔

ايك اور آيت مىں پيغمبر اسلام كى معصوميت كے بارے مىں قسم كے ساتھ يوں فرمايا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ³⁴²

قسم ہے اس ستارے کی جب وہ نیچے اُتر اتمہارا ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔

ان آیات کی روشنی میں وضیح کی آیت میں موجود لفظ ”ضالاً“ کے معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا لینا مگر ایسی وضالت ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری نے اس لفظ پر بڑی عمدہ بحث کی ہے ہم اسی کو یہاں نقل کرتے ہیں:

(۱) ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لایضلاً ربی ولا ینسیٰ (طہ: ۲۵) ای لا یغفل: میرا رب نہ کسی چیز سے غافل ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کو فراموش کرتا ہے۔ مذکورہ آیت میں ضالاً بمعنی غافل مستعمل ہوا ہے یعنی آپ قرآن اور احکام شرعیہ کو پہلے نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم بھی بخشا اور احکام شرعیہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا۔ ای لم تکن تدری القرآن والشرائع فھداک اللہ الی القرآن وشرائع الاسلام۔ ضحاک، شہر بن حوشب وغیرہما سے یہ قول منقول ہے (قرطبی)

(۲) جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں ضلّ الماء فی اللبن کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہو گا کنت مغموراً بین الکفار بمکۃ فتوّاک اللہ تعالیٰ حتی اظہرت دینہ۔ (کبیر) یعنی آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے اس کے دین کو غالب کیا۔

(۳) ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں الضال کہتے ہیں العرب تسمی الشجرۃ الفریدۃ فی الفلأۃ ضلالۃ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہو گا کہ جزیرہ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو، صرف آپ کی ذات جہالت کے اس صحرا میں ایک پھل دار درخت کی مانند تھی پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی (کبیر) فانت شجرۃ فریدۃ فی مغارۃ الجھل فوجدتک ضالاً فھدیتک الخلق۔

(۴) کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے یہاں بھی یہی معنی ہے۔ ای وجد قومک ضالاً فھد اھم بک۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت بخشی۔ علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک رات خواب میں میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں عبارت یوں ہے۔ وجد رھط ضالاً فھد اھم بک۔ پھر میں نے کہا کہ جس طرح واسئلوا القریۃ اصل میں واسئلوا اھل القریۃ ہے اور اھل جو مضاف ہے محذوف ہے اسی طرح یہاں بھی رھط مضاف محذوف ہے۔ (البحر المحیط)

(۵) حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضالاً کا معنی متحیر یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے

بیان کی تعلیم فرمادی۔

(۶) امام رازی کہتے ہیں کہ الضلال بمعنی المحبۃ کما فی قولہ تعالیٰ انک فی ضلالک القدیم۔ یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کر سکیں گے، علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے: قال بعض الصوفیہ معنایہ وجدک محباً عاشقاً مقرباً طویل الحب والعشق.... فھذاک.... الی وصل محبوبک حتی کنت قاب قوسین اودنی۔ یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین اودنی کے مقام پر فائز ہوئے۔³⁴³

پیغمبر اسلام کی مستقبل بینی پر اعتراض:

پیغمبر اسلام پر مستقبل بینی پر اعتراض کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

It would lead him in a direction that he had never imagined. ³⁴⁴

دین حق کا یہ راستہ آپ کو کس سمت لے جائے گا اس کا آپ نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔³⁴⁵

مزید آگے لکھتی ہیں:

In 612, at the start of his mission. Muhammad had a modest conception of his role. He was no saviour or messiah; he had no universal mission, at this date he did not even feel that he should preach to the other Arabs of the peninsula.³⁴⁶

رسول اللہ نے 612 عیسوی میں اپنے مشن کا آغاز کیا تو آپ کو اپنے رول کا صحیح اندازہ نہیں تھا، اُس وقت آپ کوئی نجات دہندہ یا مسیح نہیں تھے اور نہ ہی آپ کو مشن آفاقی نوعیت کا تھا۔ شروع شروع میں تو آپ (ا) کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ آپ کو جزیرہ نما کے دوسرے عربوں میں تبلیغ کرنی چاہیے۔³⁴⁷

مزید آگے لکھتی ہیں:

When he began he simply believed that he had been sent to warn the Quraysh of the dangers of the course.³⁴⁸

جب آپ نے تبلیغ کا مشن شروع کیا تو اس وقت آپ کو یقین تھا کہ آپ صرف قریش کو اس پر خطر راستے کے خطرات سے ڈرانے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔³⁴⁹

اس عبارت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ پیغمبر اسلام کو علم نہیں تھا کہ دین حق کا راستہ جس کی آپ تبلیغ کر رہے تھے آپ کو کس سمت لے جائے گا۔
- ۲۔ مشن کے آغاز کے وقت آپ کو اپنے رول کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔
- ۳۔ اُس وقت آپ کوئی نجات دہندہ یا مسیح نہیں تھے۔
- ۴۔ آپ کا مشن آفاقی نوعیت کا نہیں تھا۔
- ۵۔ ابتدا میں تو آپ کو صرف قریش کے علاوہ دیگر عربوں کو تبلیغ کا خیال نہیں آیا۔
- ۶۔ آپ ﷺ کو یقین تھا کہ آپ صرف قریش کے لیے نذیر بنا کر مبعوث ہوئے ہیں۔
- اس کے حق میں کیرن صاحبہ نے دلیل کوئی نہیں دی اور دعویٰ بلادلیل باطل ہوتا ہے۔

احبابِ من!

پیغمبر اسلام پر یہ الزام کہ آپ نے کبھی یہ تصور نہیں کیا یہ راستہ آپ کو کہاں لے جائے گا (آپ کوئی نجات دہندہ نہیں تھے) ایک صریح بہتان اور حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

سچائی اور روشنی کی تلاش میں سرگرداں مسافرو!

یہ الزام اتنا بھونڈا ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے کہ مستشرقین یوں بھی حقائق کو جھٹلا سکتے ہیں۔ آفتاب عالم عین نصف النہار پر اپنی کرنوں کو پھیلا رہا ہو اور یہ عصبیت زدہ محققین یہ پوچھ رہے ہیں کہ اس آفتاب عالم کے روشن ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سرپرستانِ علم و ادب!

مستقبل میں کس طرح کے حالات پیش آئیں گے؟

آنے والا کل کیسا ہوگا؟

عروج و زوال کی بساط میں کل عروج کس کو نصیب ہوگا اور زوال کس کا مقدر ہوگا؟

پیغمبر اسلام نے اُس وقت جب مکہ کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ کی جا رہی تھی۔ جب اسلام ہر سمت سے مخالفین کی آندھیوں اور الحاد کے طوفانوں میں گھرا ہوا تھا کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ عنقریب یہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔

لائق و فائق رفیقو!

اسلام کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کر لو اس مذہب کے بارے میں کوئی عروج کی پیشین گوئی اس وقت کر سکتا تھا جب یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ چراغ اسلام اب بجھا جاتا ہے کہ تب۔

قارئینِ عالی مناصب!

کیا اُس وقت جب گنتی کے مسلمان ایمان لائے تھے کیا اسلام کے عروج کی پیشین گوئی کی جاسکتی تھی۔
جی نہیں۔

مگر پیغمبر اسلام کی نگاہ علم غیب اس کو دیکھ رہی تھی۔ اسلامی کتب ان حوالوں سے بھری پڑی ہیں، قرب قیامت کی نشانیاں، مستقبل کی پیشین گوئیاں، ہم یہاں صرف چند ایک واقعات بیان کرتے ہیں

سراقہ اور کسریٰ کے کنگن:

پیغمبر اسلام نے جب ہجرت فرمائی تو قریش مکہ نے یہ اعلان کیا کہ جو آپ اور ابو بکر صدیق کو قتل یا گرفتار کر کے لائے گا اُسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن مالک نے بھی انعام کے لالچ میں یہ کوشش کی لیکن جیسے ہی وہ سرکارِ دو عالم کے قریب پہنچا۔ سنگلاخ زمین میں اُس کے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک دھنس گئیں۔ اُس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ کے اشارے پر زمین نے اس کے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے اور سراقہ بن مالک واپس لوٹ گئے اور کچھ عرصہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔
علامہ ابن اثیر الکامل التاریخ میں لکھتے ہیں:

جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ نے اُسے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن تمہیں پہنائے جائیں گے؟ اُس نے سرِ پا حیرت ہو کر عرض کی کسریٰ ابنِ ہر مَر کے کنگن حضور نے فرمایا: ہاں!۔³⁵⁰

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی کے مطابق جب کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو حضرت عمر نے یہ کنگن حضرت سراقہ کو پہنائے۔ علامہ عبد الرحمن بن عبد اللہ سیہلی شرح سیرت ابن ہشام الروض الانف میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے پہنایا تھا کیونکہ حضور نے انہیں اس وقت بشارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ عن قریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گا لیکن حضرت سراقہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور نے اس وقت فرمایا عن قریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا تھا تاکہ آپ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا ہے اور حضور اور آپ کی اُمتِ مرحومہ پر فضل و کرم کا ابرِ رحمت برساتا ہے۔
³⁵¹

کیا فرمائیں گی مس کیرن آر مسٹر انگ پیغمبر اسلام تو اپنے غلاموں کو کسریٰ کے کنگن پہننے کی پیشین گوئی فرما رہے ہیں جو پوری بھی ہوئی۔

مسلمانوں کا سیاسی غلبہ اور ترانہ کریم کی پیشین گوئی:

کیرن صاحبہ کا یہ الزام کہ آپ کو آئندہ مستقبل کے حوالے سے کچھ معلوم نہیں تھا ایک بہتان اور حقائق کو مسخ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

قرآن کریم مسلمانوں کے سیاسی غلبے کی پیشین گوئی اُس وقت فرما رہا ہے جب وہ وطن چھوڑ چکے ہیں۔ مال و اسباب لٹ چکا ہے مگر پیغمبر اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں مدینے میں یہود و منافقین اور دوسری جانب کفار مکہ کی دھمکیاں ایسے عالم میں قرآن کریم نے کیا پیشین گوئی فرمائی:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُبَکِّدَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔³⁵²

وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کیے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور مستحکم کر دے گا ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے۔ ان کے لیے وہ ضرور بدل دے گا انہیں ان کی حالتِ خوف کو امن سے وہ میری عبادت کرتے ہیں کسی کو میرا شریک نہیں بناتے اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مستقبل کے حوالے سے درج ذیل پیشین گوئیاں فرمائیں۔

۱۔ زمین پر مسلمانوں کو خلافت دے گا۔

۲۔ دین اسلام کو استحکام عطا فرمائے گا۔

۳۔ مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اور یہ سارے وعدے پورے ہوئے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے دیکھے خلفائے راشدین کی خلافت، دین اسلام کا روز افزوں ترقی کرنا اور وہ مسلمان جنہیں ایک طرف یہود و منافقین اور دوسری جانب کفار مکہ کا خوف تھا امن میں بدل دیا۔

جہاں جہاں مسلمانوں نے آج سے چودہ سو سال قبل فتوحات کے جھنڈے گاڑے وہاں آج تک پرچم اسلام لہرا رہے ہیں۔ کیا قیام امن کے وعدے کے ایفا کی اس سے بہتر صورت ممکن ہے جن اقوام کے ممالک کو مسلمانوں نے فتح کیا ان قوموں نے دین اسلام کو قبول کیا۔ اس کے فاتح و مفتوح دونوں ہی آپس میں رحم دلی کی زندہ مثال بنے اور کلمہ حق کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔

عزیزانِ گرامی!

پیغمبر اسلام کی نگاہ علم غیب وہاں بھی دیکھ رہی تھی جہاں آج کی دنیا پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ قرب قیامت کی نشانیاں، فتنوں کا ظہور، مسلمانانِ عالم کی کسمپرسی اقوامِ عالم کا مسلمانوں کو بھنبوڑنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دینا جس طرح دسترخوان پر ایک دوسرے کو بلایا جاتا ہے۔ یہ پیش گوئیاں آج سے 1400 سال قبل ہی فرمادی تھیں۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب ”البدایہ والنہایہ“ کے آخری جلد میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ اسماعیل یوسف نبھانی علیہ الرحمہ نے معجزات سید المرسلین میں پیغمبر اسلام کی مستقبل کی خبروں پر کلام کیا ہے۔ تفصیل کے لیے اُسے ملاحظہ فرمائیے۔

کیرن صاحبہ پیغمبر اسلام کے اسلوب تبلیغ سے اپنے من پسند نتائج یوں اخذ کرتی ہیں:

In 612, at the start of his mission. Muhammad had a modest conception of his role. He was no saviour or messiah; he had no universal mission- at this date he did not even feel that he should preach to the other Arabs of the peninsula.³⁵³

رسول اللہ نے ۶۱۲ عیسوی میں اپنے مشن کا آغاز کیا تو آپ کو اپنے رول کا صحیح اندازہ نہیں تھا اس وقت آپ کوئی نجات دہندہ یا مسیح نہیں تھے اور نہ ہی آپ کا مشن آفاقی نوعیت کا تھا۔ شروع شروع میں تو آپ کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ آپ کو جزیرہ نما کے دوسرے عربوں میں تبلیغ کرنی چاہیے۔³⁵⁴ مزید آگے لکھتی ہیں:

When he began he simply believed that he had been sent to warn the Quraysh of the dangers of the course.³⁵⁵

جب آپ نے تبلیغ کا مشن شروع کیا تو اس وقت آپ (ﷺ) کو یقین تھا کہ آپ صرف قریش کو اس پر خطر راستے سے ڈرانے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ 356

اپنی ایک اور کتاب Muhammad Prophet For our Time میں لکھتی ہیں:

Muhammad's horizons were beginning to expand. He had been certain that he had been send simply as a "Warner" to his own tribe and that `Islam was only for the people of Mecca. But now he was beginning to look further afield to the people of the Book, who had received earlier revelations. Despite confidence that this gave him, he was now desperate.³⁵⁷

”حضرت محمد کے فکری افق وسعت اختیار کرنے لگے۔ آپ کو یقین تھا کہ محض اپنے قبیلے کے لیے نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر بھیجے گئے ہیں اور یہ کہ آپ صرف اہل مکہ کے لیے پیغمبر ہیں لیکن اب آپ اہل الکتاب کی طرف بھی دیکھنے لگے جو سابقہ الہامی کتابوں کو مانتے تھے اس خیال سے ملنے والے اعتماد کے باوجود آپ بے چین رہے۔“³⁵⁸

ہمیں کیرن صاحبہ کے اس بیان پر کوئی حیرت نہیں کیونکہ بازاروں میں عقل کے خریدار اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں کیرن صاحبہ یہاں یہ بتانا چاہتی ہیں کہ آپ کے پاس مستقبل کے حوالے سے کوئی وژن نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مربوط پلاننگ تھی ابتدا میں آپ نے اپنے خاندان کو ڈرایا پھر دوسرے عربوں کی جانب دیکھنے لگے اور پھر یہود و نصاریٰ کی جانب بھی آپ کی نگاہیں اٹھنے لگیں۔ بس آپ حالات کو دیکھتے رہے اور حالات کی مناسبت سے نمٹتے رہے جیسا کہ ایک اور جگہ لکھتی ہیں:

ہجرت کے وقت نبی کریم کے پاس کوئی قطعی خاکہ اور وژن نہیں تھا اور نہ ہی آپ نے ایسی کوئی مربوط پالیسی وضع کی تھی جس کے ذریعے آپ اپنے نصب العین کو حاصل کر لیتے۔ آنحضرت نے کبھی کوئی لمبے چوڑے منصوبے نہ بنائے بلکہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو حالات کی مناسبت سے آپ اس سے نمٹ لیتے۔ آپ بتدریج ایک نامعلوم اور انجان منزل کی طرف بڑھ رہے تھے جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر موجود نہیں تھی۔³⁵⁹

ایسا کیوں تھا۔۔۔؟

کیرن آر مسٹر انگ کے عقیدے اور نظریے کے مطابق پیغمبر اسلام نبی نہیں تھے بلکہ موقع و محل کو دیکھتے ہوئے آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور قرآن نامی کتاب لکھ ڈالی جب وحی کا آپ پر نزول ہوا تو آپ نہیں جانتے تھے کہ یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور آپ کو اپنے نبی ہونے کا بھی یقین نہیں تھا جیسا کہ لکھتی ہیں:

He insisted, thinking that the angel had mistaken him for one of the disreputable kahins³⁶⁰

آپ کا خیال تھا کہ یہ فرشتہ عرب کے کسی بدنام نجومی کا ہن کے بجائے غلطی سے آپ کے پاس آگیا ہے۔³⁶¹ مزید آگے لکھتی ہیں:

The idea that he had, against his will, probably become a jinn-possessed kahin filled him with such despair, says the historian Tabari, that he no longer wanted to go on living. Rushing from the cave, he began to climb to the summit of the mountain to fling himself to his death. But on the mountainside he had another vision of a being which, later, he identified with Gabriel-362

آپ كو جب يه خيال كزرا كه آپ اپنى مرضى كه خلاف جن ركهنه والے كا هن بن كئے هين تو آپ اس قدر پريشان هو كئے كه آپ زنده رهنا نهين چاهتے تھے۔ آپ نے غار حرا سے تيزى كه ساتھ نكل كر پهڙ كى چوٽى پر چڑھنا شروع كر ديا تا كه خود كو پهڙ سے نيچے گرا كر زندگى كا خاتمه كر ديں ليكن جب آپ پهڙ كه درميان ميں تھے تو وهى فرشته دوباره نظر آيا اور آپ پچان كئے كه يه جبرئيل هين۔³⁶³ تخيلات كى تاريكى ميں اضافہ كرتے هوئے مزيد آگے لكهتي هين:

Crawling on his hands and knees, the whole upper part of his body shaking convulsively, Muhammad flung himself into her lap. 'Cover me! Cover me!' he cried, begging her to shield him from this terrifying presence. Despite his contempt for the kahin, who always covered themselves with a cloak when delivering an oracle, Muhammad had instinctively adopted the same posture.³⁶⁴

رسول اللہ (ﷺ) هاتھوں اور گھٹنوں كه بل رينگتے هوئے اس حال ميں جناب خديجه كه پاس پہنچے كه آپ پر كچكى طارى تھى آپ نے خود كو حضرت خديجه كى آغوش ميں گرا ديا اور زور سے كهامجھے ڈهانپ دو! مجھے ڈهانپ دو! حضور نے خديجه سے كهيا كه وه آپ كو خوف اور ڈر كى كيفيت سے نجات دلائين، كا هنوں سے نفرت كه باوجود جو استخارے اور فال نكالنے كه وقت لباده اور ه ليتے تھے۔ آنحضرت نے جبلى طور پر بهي انداز اختيار كيا۔³⁶⁵

تخيل كه بازار ميں اپنى ناقص عقل كو يوں نيلام كرتى هين:

When the fear receded on that first occasion, Muhammad asked her if he had become a kahin; it was the only form of inspiration that was familiar to him and despite its towering holiness it also seemed disturbingly similar to the experience of the jinn-possessed people of Arabia. Thus Hussan ibn Thabit, the poet of yathrib who latter become a Muslim, says that when he received his poetic vocation, his jinni, had appeared to him, thrown him to the ground and forced the inspired words his mouth. Muhammad had little respect for the jinn, who could be capricious and make mistakes. If this was how al-Llah had rewarded him for his devotion, he did not want to live throughout his life, Qu'ran shows how sensitive Muhammad was to any suggestion that might simply be majnun, possessed by a jinni, and carefully distinguishes.³⁶⁶

جب خوف اور ڈر ختم ہوا تو حضور نے حضرت خدیجہ سے پوچھا کہ آیا وہ کاہن بن گئے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وجدان اور الہام کی صرف اسی صورت سے واقف تھے اور تقدس کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود وحی کا مشاہدہ جن رکھنے والے عربوں سے گہری مماثلت رکھتا تھا۔ چنانچہ یثرب کے شاعر حسن ابن ثابت نے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے کہا ہے کہ جب ان پر شعر گوئی کی کیفیت طاری ہوتی تو ان کا جن ظاہر ہو کر انہیں زمین پر گرا دیتا اور الہامی الفاظ ان کے منہ سے کہلواتا۔ حضرت محمد (ا) کے نزدیک جن کی کوئی توقیر نہیں تھی جو وسوسے ڈالتا اور غلطیوں کا ارتکاب کر سکتا تھا اللہ نے حضور کو زہد اور ریاضت کا صلہ دیا تھا لیکن آپ زندہ نہیں رہنا چاہتے تھے قرآن حکیم کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ پوری زندگی میں جب کوئی شخص آپ کو جن رکھنے والا مجنوں کہتا تو آپ ہمیشہ شدید ردِ عمل ظاہر کرتے تھے۔³⁶⁷

گویا آپ کو اپنی نبوت کا یقین نہیں تھا۔ جہی آپ کے مشن میں وژن اور مربوط پلاننگ نظر نہیں آتی۔

جھوٹے اور بدگمان تخیلات۔۔۔ سینوں میں جلتی بغض و حسد کی آگ۔۔۔ کیرن آر مسٹر انگ کے قلم کو جارحیت پر اُکساتی رہی۔ اُن کے ان جھوٹے بدگمان تخیلات کا جواب ہم اپنی کتاب ”استشرافی فریب“ میں دے چکے ہیں۔

یہاں ہم پیغمبر اسلام کی مربوط پلاننگ اور اسلوب تبلیغ، منہاج دعوت پر بات کریں گے۔

کیرن صاحبہ کا یہ اعتراض کہ آپ کو اپنی نبوت پر یقین نہیں تھا اس سبب سے آپ کے پاس کوئی وژن نہیں تھا۔ ابتدا میں آپ نے صرف قریش کو دعوت دی اور آپ سمجھتے رہے کہ آپ صرف قریش کے لیے مبعوث ہوئے پھر آپ نے دیگر عربوں کو اپنے اس خدائی پلان میں شامل کرنے کا سوچا اور پھر آپ کی وسعت اور بڑھی اور آپ نے یہود و نصاریٰ کو بھی اس دین میں شامل کرنا چاہا۔

غالباً کہنا یہ چاہتی ہیں کہ اگر آپ نبی ہوتے تو ایک ساتھ سب کو دعوتِ اسلام دے دیتے۔

مس کیرن آر مسٹر انگ!

غارِ حرا میں حکمِ ربی کو پالینے کے بعد یہی مقصد پیش نظر تھا کہ حکمِ خداوندی کی تعمیل اور دعوتِ تبلیغ کا جلد از جلد آغاز کیا جائے۔

مگر کیسے؟

کیا حکمتِ عملی اختیار کی جائے؟

کیا اسلوب دعوت ہونی چاہیے؟

کیا منہاجِ تبلیغ ہونا چاہیے؟

کیا یہ دعوت سب لوگوں کے سامنے رکھ دی جائے؟

کیا وہ لوگ جو مادیت کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں ابتدائی زمانہ تبلیغ میں یہ لکیر کے فقیر اس دعوتِ حق کو قبول کر لیں گے؟

کیا شراب و شباب سے دل بہلانے والے ابتدائی زمانہ تبلیغ میں اسلام کی دل نشیں دعوت سے مسرور ہو سکتے تھے؟

کیا اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے صنم کے سامنے اپنی جبین جھکانے والے مستانہ توحید کے علم بردار بن سکتے تھے؟
انسانیت کو اپنے پنچہ خوئیں سے بھنبوڑنے والے انسان کیا ایک فلاحی معاشرہ قائم کر سکتے تھے؟
کیا ان لوگوں کے سامنے دعوتِ اسلام ایک دم رکھ دینی چاہیے تھے؟
حکمتِ عملی کا تقاضا کیا ہونا چاہیے تھا؟

کیرن صاحبہ پیغمبر اسلام کی حکمتِ عملی اور منہاجِ تبلیغ سے جانتے بوجھتے انجان بن رہی ہیں اور اپنے اس ناجائز تاثر کو ابھارنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ آپ صرف عرب کے لیے مبعوث ہوئے اور بعد میں اپنے دین میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے یہودیت و عیسائیت کو بھی شامل کرنے لگے۔

دعوتِ اسلام کا پہلا دور:

پیغمبر اسلام نے دعوتِ اسلام کے لیے سب سے پہلے ان لوگوں کو چنا جنہوں نے آپ کے شب و روز کو قریب سے دیکھا تھا۔ جو آپ کی جلو توں اور خلوتوں کے امین تھے۔ جن کے سامنے کردار و سیرت کی تابندگی عیاں تھی۔ آپ کی من موہنی زندگی کا لمحہ لمحہ ان کے سامنے تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ جو آپ کی زوجہ تھیں کو دعوتِ اسلام دی۔ بیوی پر شوہر کے تمام راز عیاں ہوتے ہیں۔ جب پیغمبر اسلام نے دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا اور خاتونِ اوّل کی حیثیت سے اسلام کے دامن میں آگئیں۔ کسی بھی انسان کا دوسرا محرم راز اُس کا قریب ترین دوست ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ پر ایمان لانے کی سعادت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔

بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ نے اسلام قبول کیا پھر یہ ان تمام حضرات کی کوششوں سے کارواں بڑھتا چلا گیا اور پیغمبر اسلام کی زیر نگرانی تربیت پانے والے صدق و صفا کی منزلیں طے کرنے لگے۔

ذرا چشمِ تصور سے دیکھئے! اگر دعوتِ اسلام یک دم ہی سب کو دے دی جاتی تو کیا صورت حال سامنے آتی؟

کیا وہ لوگ جو فتنوں کے رسیا اور فسادات کے جو یا تھے اس دعوتِ اسلام سے ان کے مفادات کو لازمی ٹھیس پہنچتی؟ کیا وہ اپنے سوختہ مفادات پر پڑنے والی ضرب کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم کر لیتے؟ بتوں کی چاکری کرنے والے اور مال و دولت کو بتوں کے نام بھینٹ چڑھانے والے پنڈت اس دعوت کو اپنے پیٹ کا دشمن خیال نہیں کرتے؟

اگر دعوتِ اسلام سب کو دی جاتی تو وہ کیا کرتے؟

کیا وہ اسلام کی اس کو نپل کو کھلنے سے پہلے ہی مسل نہ ڈالتے؟

اس سے قبل کہ اسلام تناور درخت بننا وہ اس شجرِ اسلام کو اکھاڑ نہیں پھینکتے؟

اے شمع حق کے پروانہ!

دعوتِ اسلام کا یہ طریقہ تین سال تک جاری رہا۔ آپ ادعوتِ اسلام کو اپنی حکمتِ عملی سے آگے بڑھاتے رہے جب السباقون الاولون کی ایک جماعت تیار ہو گئی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ جب کفر و شرک کی آندھیوں نے ان کے پائے استقامت کو منہدم کرنا چاہا تو ان میں لغزش بھی پیدا نہ کر سکے۔

دعوتِ اسلامیہ کا دوسرا دور:

بعثت کے بعد تین سال کا عرصہ خاموشی سے تبلیغ کرنے میں گزرا۔ اس کے بعد حکم ہوا:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ³⁶⁸

اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔

اپنے رب کے حکم کی تعمیل کے لیے پیغمبر اسلام اکوہ صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا یا صباہ! میری فریاد سنو! میری فریاد سنو! لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ بلا نے والا کون ہے؟ یہ اعلان کرنے والی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی، خدا کے محبوب اچھے۔ لہذا اس اعلان پر لوگ لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے اور جو خود نہیں پہنچ سکا اُس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ صورت حال کے بارے میں جان سکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جب آیت اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (سورہ شعراء آیت ۴۱۲) نازل ہوئی تو نبی کریم اکوہ صفا پر چڑھے اور آپ نے آواز دی اے بنی فہر، اے بنی عدی، قریش کی شاخو! یہاں تک کہ تمام لوگ جمع ہو گئے اور جو نہ جاسکا اُس نے اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ آکر بتائے کہ بات کیا ہے۔ ابو لہب بھی آیا اور سارے قریش آئے۔ آپ نے فرمایا ذرا یہ تو بتائیے اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ وادی کے اس طرف ایک لشکرِ جزا رہے جو آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ مجھے سچا جانیں گے؟ سب نے کہا ہاں کیونکہ ہم نے آپ سے ہمیشہ سچ بولنا ہی سنا ہے۔ فرمایا تو میں آپ لوگوں کو قیامت کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو سب کے سامنے ہے۔ پس ابو لہب نے کہا ہلاک ہوئے، کیا ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے؟ پس یہ سورت نازل ہوئی: تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو گیا اُسے کچھ کام نہ آیا اُس کا مال اور نہ وہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جو رو.... (سورہ لہب)³⁶⁹

دعوتِ اسلامیہ کا تیسرا دور:

قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کے بعد حکم ہوا:

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْبُشْرٰی کَیْنِ۔³⁷⁰

اے میرے حبیب! حق کو کھول کر بیان کیجیے اور مشرکین کی طرف سے منہ پھیر لیجیے۔

یہ تھا دعوتِ اسلامیہ کا تیسرا دور جس میں دعوتِ اسلام کا دائرہ رشتے داروں سے بڑھا کر سب انسانوں تک بڑھا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس مربوط پلاننگ، اس خوب صورت وژن کے بارے میں کیرن صاحبہ لکھتی ہیں کہ آپ کے پاس کوئی پلاننگ نہیں تھی۔

ہم یہاں کیرن آر مسٹر انگ سے چند سوالات کرنے میں حق بجانب ہیں:

۱۔ ایک ایسی شخصیت جو آپ کی نظر میں پیغمبر نہ ہو۔ اس کے پاس مستقبل کی کوئی پلاننگ بھی نہ ہو کوئی وژن بھی نہ رکھتا ہو کیا اُس کی دعوت اُس کے وصال کے بعد بھی اسی تیزی سے پھیلتی رہی؟

۲۔ کیا کیرن صاحبہ کسی ایسی شخصیت کو جانتی ہیں جس نے بنی نوع انسان کو ایسے قواعد و نظریات، قوانین دیئے جن کا اسلوب اور افادیت بائبل سے کئی درجہ بہتر ہے۔

۳۔ کیا کیرن صاحبہ کسی ایسی شخصیت کے بارے میں اس دنیا کو بتا سکتی ہیں جس نے چودہ سو سال قبل وہ قوانین دیئے جن کی افادیت سے آج کی جدید دنیا بھی اُن کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتی۔

۴۔ کیا ایسی شخصیت جو حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرتی ہو چودہ سو سال کے بعد بھی اس کے بنائے ہوئے قوانین اس کے عطا کردہ فیصلے فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہو سکتے ہیں۔

اگر کیرن صاحبہ کسی بھی ایسی شخصیت کو نہیں جانتی اور یقیناً نہیں جانتی تو پھر وہ کیونکر کہہ سکتی ہیں کہ پیغمبر اسلام کے پاس کوئی وژن اور مربوط پالیسی نہیں تھی؟

یقیناً یہ تمام باتیں کیرن آر مسٹر انگ کے ذہن میں آئی ہوں گی اسی لیے نادانستہ طور پر ان کا قلم اپنے ہی قول کی یوں تردید کرتا ہے

رسول کریم انجیلستان میں خدائی پلان کے مطابق معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف تھے³⁷¹

یعنی کوئی پلان موجود تھا

باب چہارم

کیرن آر مسٹر انگ اور جہاد

آج جب دنیا ایک گلوبل ویلج میں تبدیل ہو چکی ہے۔ مغرب میں ہونے والے حادثے اور مشرق میں پھوٹنے والی شفق پل بھر میں ٹی وی کی اسکرین پر آکر حقیقتِ حال بیان کرنے لگتی ہے۔

آج کے اس دورِ جدید میں جب 11 / 9 کی صبح اپنے دامن میں آگ و خون کی وہ شفق لے کر طلوع ہوئی جس کی لالی آج بھی آنکھوں کو آنسوؤں، دلوں کو دکھوں اور بنی نوع انسان کو صدمات سے گھائل کر رہی ہے۔

11 / 9 آٹھ برس کی وہ تاریخ جب 2752 انسان، آگ میں جل کر بھسم ہو گئے ہر سال اُن مظلوم انسانوں کے لیے ہر جگہ اجتماعات، ٹاک شو، ڈاکو مینٹریز، تقریریں، منظوم کلام، درثناء، پھول، گجرے، گل دستے، شمعیں، موم بتیاں، گیت، نغمے، آنسو، آہیں، سسکیاں ہیں اور بش سے لے کر اوباما تک مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا عزم۔

اور آج 11 ستمبر کو جب نیویارک میں آہوں، سسکیوں، موم بتیوں کی روشنیوں میں اُن مظلوموں کی یاد منائی جا رہی ہے۔ اس سانحے کی آڑ لے کر اہل صلیب نے مسلمانوں پر اپنے لشکروں کے پھانگ کھول دیئے۔

اور عراق و افغانستان میں ان صلیبوں کی آتش قہر کا نشانہ بننے والے لاکھوں انسانوں کے لیے نہ کوئی تقریب ہے اور نہ کوئی موم بتی، نہ کوئی آہ ہے نہ کوئی سسکی، دبی دبی سی آوازیں اور گھٹی گھٹی سی بس چند مظلوموں کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں۔

ان کے لیے نہ کسی نے گلدستے رکھے اور نہ ہی کسی نے شمعیں روشن کیں، یہ خاک نشینوں کا لہو تھا جو رزقِ خاک ہو گیا۔

آخر 2752 افراد کے قتل کا بدلہ عراق و افغانستان کے لاکھوں مظلوم انسانوں سے کیوں لیا گیا۔

کیا اس لیے کہ ان کا تعلق گوری چڑی والوں سے نہیں تھا؟

کیا اس لیے کہ ان کا رشتہ دیارِ حجاز سے جڑا تھا؟

کیا اس لیے کہ ان کے لبوں پر نبی آخر الزماں کا کلمہ تھا؟

اے تہذیب کے لبادوں میں مہذب درندو!

جن مظلوم مسلمان عورتوں، بہنوں، بیٹیوں، بچوں، بھائیوں، باپوں کو تم نے اپنے آتشیں اسلحہ، میزائل، راکٹ، بارود اور فاسفورس سے بھسم کر ڈالا انہیں تو معلوم بھی نہیں تھا کہ 9/11 کیا ہے۔

جہاں اس صلیبی جنگ کے نائٹوں کی بمباری سے لاکھوں ہلاک اور لاکھوں عمر بھر معذور ہو بیٹھے ہوں جہاں ہر شام، شام غریباں اور ہر دن دامن میں بموں، میزائلوں کی سوغات لاتا ہو۔ جہاں روزانہ مرنے والوں کی تعداد 100 سے کم نہ ہو اس دور جدید میں اہل صلیب کے ایک کیمپ سے فکری محاذ پر گولہ باری میں مصروف کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

Muhammad was no plaster saint. He lived in a violent and dangerous society and sometime adopted methods which those of us who have been fortunate enough to live in a safer world will find disturbing.³⁷²

آپ ایک متشدد اور خطرناک معاشرے میں رہتے تھے اور بعض اوقات آپ نے کئی ایسے ذرائع اختیار کیے جو آج کی قدرے محفوظ دنیا میں رہنے والے ہم جیسے خوش نصیبوں کے لیے تشویش کی باعث ہیں۔³⁷³

کیرن آر مسٹر انگ صاحبہ! آج کی اس قدرے محفوظ دنیا میں زندگی گزارنے والی شہزادی کیا آپ عراق و افغانستان میں ہونے والے حملوں اور لاکھوں مظلوم انسانوں کی ہلاکت کو اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہیں؟

کیا اہل صلیب کے عراق و افغانستان پر حملے انصاف اور اخلاق کے تقاضوں کے مطابق ہیں؟ کیا کیرن صاحبہ بتائیے 1980 کی دہائی میں جب صدام حسین ایران کے خلاف امریکہ کا اتحادی تھا اس خوش نصیب دنیا کے گوری چمڑے والے خوش نصیب اس آمر کو سیاسی اور مالی امداد مہیا کر رہے تھے۔ یہ یقیناً آج کی محفوظ دنیا میں بسنے والی شہزادی کے لیے تشویش کی باعث نہیں۔

صدام حسین کی بد مزاجی کی بنیاد پر عراق کو کھنڈرات میں تبدیل کر دینا یقیناً کیرن صاحبہ کے لیے تشویش کی باعث نہیں۔ عراق کے کھیتوں اور میدانوں میں سینکڑوں ٹن تخفیف شدہ یورنیم برسا دینا آج کی قدرے محفوظ دنیا میں تشویش کی باعث نہیں۔ عراق کی فراہمی آب کے نظام کو درہم برہم کر دینا آج کی قدرے غیر محفوظ دنیا میں تشویش کی باعث نہیں۔ اہل صلیب کی اقتصادی پابندیوں کے سبب 5 لاکھ بچوں کی ہلاکت کچھ بھی تو تشویش کا سبب نہیں۔

صرف آج ہی کی بات نہیں کیرن صاحبہ! 1876 اور 1892 کے درمیانی عرصے میں برصغیر میں جو قحط پڑے لاکھوں افراد فاقہ زدگی کے باعث لقمۂ اجل بن گئے لیکن آپ کی برطانوی حکومت نے انگلستان کو غلے اور دیگر خام مال کی برآمد کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ تاریخی ریکارڈ اس

قط میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک کروڑ 20 لاکھ سے 2 کروڑ 90 لاکھ کے درمیان بتاتا ہے لیکن آج کے خوش نصیبوں کے لیے یہ یقیناً تشویش کا باعث نہیں ہوگا۔

آج کی محفوظ دنیا کے بارے میں ہماری نہیں ”ارون دھتی رائے“ کے یہ اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

Perhaps this belief in its own divinity also explains why the U.S. government has conferred upon itself the right and freedom to murder and exterminate people "for their own good".

When he announced the U.S. air strikes against Afghanistan, President Bush Jr. said, "We're a peaceful nation." He went on to say, "This is the calling of the United States of America, the most free nation in the world, a nation built on fundamental values, that rejects hate, rejects violence, rejects murderers, rejects evil. And we will not tire."

The U.S. empire rests on a grisly foundation: the massacre of millions of indigenous people, the stealing of their lands, and following this, the kidnapping and enslavement of millions of black people from Africa to work that land. Thousands died on the seas while they were being shipped like caged cattle between continents.³⁷⁴

لوگوں کو (ان کی بہتری کے لیے) قتل اور ملیا میٹ کر دینے کا جو حق اور آزادی اس نے خود حاصل کر رکھی ہے، شاید امریکی حکومت کا اپنی ’خداوندانہ صفات‘ پر یہی اعتقاد اس کی وضاحت کرتا ہے۔

افغانستان پر فضائی حملوں کا اعلان کرتے وقت صدر جارج بوش جونیئر نے کہا تھا ”ہم ایک امن پسند قوم ہیں۔“ انہوں نے مزید کہا کہ ”یہ دنیا کی آزاد ترین قوم، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا فرض ہے۔ ایسی قوم جس کی بنیاد، بنیادی اقدار پر رکھی گئی ہے۔ وہ اقدار جو نفرت، تشدد، قاتلوں اور برائی کو مسترد کرتی ہیں۔ ہم تھکنے والے نہیں ہیں۔“

امریکی سلطنت ایک دہشت انگیز بنیاد پر کھڑی ہے اس کی بنیادوں میں لاکھوں مقامی باشندوں کا خونِ ناحق اور ان سے چھینی گئی زمینیں شامل ہیں۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی اس زمین پر کام کرنے کے لیے افریقہ سے لاکھوں سیاہ فاموں کو اغوا کر کے غلام بنایا گیا۔ ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک، انسانوں کو بحری جہازوں پر اس طرح لاد کر لایا گیا، جس طرح مویشیوں کو پنجروں میں بند کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کئی سفر کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکے اور دورانِ سفر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔³⁷⁵

آج کی قدرے محفوظ دنیا جہاں ہیر و شیماء کی داستانوں سے خون ٹپک رہا ہے ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

In the best-selling version of popular myth as history, U.S. "goodness" peaked during World War II (aka America's War Against Fascism). Lost in the din of trumpet sound and angel song is the fact that when fascism was in full stride in Europe, the U.S. government actually looked away. When Hitler was carrying out his genocidal pogrom against Jews, U.S. officials refused entry to Jewish refugees fleeing Germany. The United States entered the war only after the Japanese bombed Pearl Harbour. Drowned out by the noisy hosannas is its most barbaric act, in fact the single most savage act the world has ever witnessed: the dropping of the atomic bomb on civilian populations in Hiroshima and Nagasaki. The war was nearly over. The hundreds of thousands of Japanese people who were killed, the countless others who were crippled by cancers for generations to come, were not a threat to world peace. They were civilians. Just as the victims of the World Trade Center and Pentagon bombings were civilians. Just as the hundreds of thousands of people who died in Iraq because of the U.S.-led sanctions were civilians. The bombing of Hiroshima and Nagasaki was a cold, calculated experiment carried out to demonstrate America's power. At the time, President Truman described it as "the greatest thing in history".

The Second World War, we're told, was a "war for peace". The atomic bomb was a "weapon of peace". We're invited to believe that nuclear deterrence prevented World War III. (That was before President George Bush Jr. came up with the "pre-emptive strike doctrine". Was there an outbreak of peace after the Second World War? Certainly there was (relative) peace in Europe and America – but does that count as world peace? Not unless savage, proxy wars fought in lands where the coloured races live (chinks, niggers, dinks, wogs, gooks) don't count as wars at all. ³⁷⁶

تاریخ کے جس دور میں امریکا کو بہت سراہا گیا، وہ دوسری جنگ عظیم (یعنی فسطائیت کے خلاف امریکا کی جنگ) کا دورانیہ تھا جب اس کی اچھائیاں عروج پر تھیں ان دنوں اس کی خوبیوں کے چرچے عام تھے لیکن حقیقت کیا تھی؟ فسطائیت جب یورپ میں پورے عروج پر تھی تو امریکی

حكومت نے فی الحقیقت اس سے آنکھیں چرالی تھیں۔ جب ہٹلر یہودیوں کی نسل کشی میں مصروف تھا اور جب یہودی، جرمنی کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں پناہ لے رہے تھے تو امریکی حکام نے انہیں پناہ گزینوں کے طور پر اپنے ہاں آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ امریکا جنگ میں اس وقت داخل ہوا جب جاپانیوں نے پرل ہاربر (Pearl Harbour) پر بمباری کی۔ وہ بھی اس طرح کہ دنیا اس کی بربریت پر حیران و ششدر رہ گئی۔ اُس نے ایک ایسا کام کر دکھایا جسے انسانی تاریخ میں ہمیشہ و حشیانہ اور قابلِ مذمت سمجھا جاتا رہے گا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کی آبادی پر اس فرشتہ صفت اور مہربان ملک کے جوہری حملے کو تاریخ کبھی بھلا نہیں پائے گی۔ یہ بمباری تب کی گئی جب جنگ تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ ہزاروں لاکھوں جاپانی مارے گئے اور اس سے زیادہ تعداد اُن کی تھی جو معذور ہوئے اور جن کی کئی نسلیں کینسر جیسے موذی مرض کا شکار ہو گئیں۔ وہ کسی دور میں کبھی امن کے لیے خطرہ نہیں بنے تھے۔ وہ عام شہری تھے بالکل اسی طرح جس طرح ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملوں کے دوران مرنے والے عام شہری تھے۔ اسی طرح عراق میں امریکی پابندیوں کے باعث موت کو گلے لگا لینے والے لوگ عام شہری تھے۔ ناگاساکی اور ہیروشیما پر جوہری حملہ بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔ یہ احساسات سے عاری مگر سوچا سمجھا تجربہ دراصل امریکا کی طرف سے اپنی طاقت کا مظاہرہ تھا۔ اس وقت کے امریکی صدر ٹرومین (Truman) نے اس جوہری حملے کو "the greatest thing in history" تاریخ کا عظیم ترین کام قرار دیا تھا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ جنگ عظیم دوم ایک ایسی جنگ تھی جو "امن" کی خاطر لڑی گئی۔ جوہری بم "امن" کا ہتھیار تھا۔ ہمیں باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نیوکلیر ڈیٹرننس (nuclear deterrence) نے تیسری جنگ عظیم کو روک رکھا ہے (یہ نظریہ اس وقت بیان کیا جاتا تھا جب امریکی صدر جارج ڈبلیو بش جونیئر نے حملے کا انتظار کیے بغیر دشمن پر حملہ کر کے اسے ناکارہ بنا دینے کا خیال پیش نہیں کیا تھا) کیا دوسری جنگ عظیم کے بعد امن قائم ہوا؟ یقیناً (نسبتاً) امن ہوا لیکن صرف امریکا اور یورپ کی حد تک، لیکن کیا اسے عالمی سطح پر امن کا نام دیا جا سکتا ہے جب تک مختلف ممالک یا خطوں میں پروکسی وار (proxy war) کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں رنگ دار نسل کے لوگ رہتے ہیں (چینی، سیاہ فام، سانولے غیر ملکی، جو گورے نہیں اور بدیسی ہیں)، وہاں جنگوں کو جنگیں نہیں سمجھا جاتا۔³⁷⁷

کیرن آر مسٹرانگ کی قدرے محفوظ دنیا کے بارے میں ارون دھتی رائے یوں تبصرہ کرتی ہیں:

اقوام متحدہ کے سفارتی اثر و رسوخ (اقتصادی پابندیاں اور ہتھیاروں کی معائنہ کاری) کے توسط سے اس امر کو یقینی بنانے کے بعد کہ عراق گھٹنے ٹیک چکا ہے، عراقی عوام بھوکے مر رہے ہیں، تقریباً 5 لاکھ عراقی بچے اپنی جانیں گنوا بیٹھے ہیں، اس کا انفراسٹرکچر بری طرح تباہ ہو چکا ہے، "یہ یقین کر لینے کے بعد کہ اس کے اکثر ہتھیار ضائع کیے جا چکے ہیں" ایک اور بزدلانہ قدم اٹھایا گیا جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی کہ اتحادیوں کے تیار کیے گئے برسرِ جنگ ممالک کے مخلوط اتحاد (جسے خوف زدہ یا خریدے جانے والے ملکوں کا مخلوط اتحاد کہنا زیادہ مناسب ہوگا، نے عراق پر حملے کے لیے فوج بھجوا دی۔³⁷⁸

فرخ سہیل گو سندی لکھتے ہیں:

امریکہ نے عراق پر پہلی یلغار 17 جنوری 1991ء میں کی۔ اس فوجی حملے سے پہلے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے Sanctions بھی لگا دیں۔ اس فوجی یلغار سے پہلے مغرب کی کئی نام نہاد امن تحریکوں نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے مسلط کردہ جنگ کی مخالفت کرتے ہوئے نعرہ دیا کہ Sanctions Not War لیکن اگلے بارہ سالوں میں عراقی عوام نے Sanctions کی وجہ سے جو مصائب برداشت کیے اس نے ثابت کر دیا کہ Sanctions درحقیقت عسکری تباہ کاریوں سے بھی زیادہ ہلاکت انگیز ہیں۔ ان Economic Sanctions کے نتیجے میں ہلاک ہونے والے صرف بچوں کی تعداد ساڑھے پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ Sanctions ہیروشیما اور ناگاساکی کے ایٹمی حملوں سے زیادہ ہلاکت کا سبب بنیں۔ اسی لیے ان کو Sanctions as a weapon قرار دیا گیا۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ان Sanctions کی بنیاد پر عراق جیسے مالا مال ملک کو اندر سے کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ جس کی تفصیل بڑی لمبی ہے۔ اقتصادی اور معاشی طور پر جس ہلاکت انگیزی کا انتظام کیا گیا وہ اپنی نوعیت کا ایک نیا انتقام تھا۔³⁷⁹

کیرن آر مسٹر انگ کی آج کی قدرے محفوظ دنیا کے بارے میں سارا فلوئڈرس رقم طراز ہیں:

جنگ جہنم ہوتی ہے۔ محکمہ دفاع کے ترجمان پیٹ ولیمز نے یہ تبصرہ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کیا تھا کہ امریکی فوج نے 8000 عراقی فوجیوں کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ فوج کے بیانات کے مطابق وہ خندقوں میں موجود تھے اور مایوسی کے عالم میں ہتھیار ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے اور کسی بھی قسم کی مزاحمت کرنے سے قاصر تھے۔ پیٹرک سلوین نے 12 ستمبر 1991ء کے ”نیویارک نیوز ڈے“ میں یہ انکشاف کیا ہے۔ امریکی فوج کا یہ اقدام بھی جنگ کے حوالے سے بین الاقوامی قوانین کی ایک اور خلاف ورزی تھی۔ اس اجتماعی قبر سے ایک اور قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے جس کے مطابق کمانڈنگ افسر کو ہلاک ہونے والے دشمن فوجیوں کی گنتی کرنے کی کوشش کرنا ہوتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ پینٹاگون نے ریڈ کراس کو اس اجتماعی قبر کا محل وقوع بتانے سے بھی انکار کر دیا۔³⁸⁰

کیرن کی آج کی قدرے محفوظ دنیا کے بارے میں رمزے کلارک لکھتے ہیں:

جب دسمبر 1989ء میں امریکہ نے پانامہ پر حملہ کیا تو اس نے بھی اسی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی تھی جس کی خلاف ورزی عراق نے کویت پر حملہ کر کے کی تھی۔ امریکی حملے میں 1000 سے لے کر 4000 تک پانامیوں (Panamanians) کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ امریکی حکومت آج بھی ان ہلاکتوں کو چھپا رہی ہے۔³⁸¹

مزید آگے لکھتے ہیں:

امریکہ نے شہری حیات، تجارتی اور کاروباری علاقوں، اسکولوں، ہسپتالوں، مسجدوں، گرجا گھروں، پناہ گاہوں، رہائشی علاقوں، تاریخی مقامات، نجی گاڑیوں اور شہری حکومت کے دفاتر پر اراداً بمباری کی۔

سویلیں تنصیبات کی تباہی کی وجہ سے تمام تر غیر فوجی آبادی حرارت، خوراک تیار کرنے کے ایندھن، ریفریجیشن، پینے کے قابل پانی، ٹی فون، ریڈیو اور ٹی وی چلانے کے لیے بجلی، پبلک ٹرانسپورٹ اور نجی گاڑیوں کے لیے ایندھن سے محروم ہو گئی ہے۔ اس تباہی کی وجہ سے خوراک کی رسد محدود، اسکول بند، بے روزگاری عام، معاشی سرگرمی انتہائی محدود اور ہسپتال اور طبی خدمات بند ہو گئی ہیں۔ مزید برآں ہر بڑے شہر کے رہائشی علاقوں اور بیش تر قصبوں اور بستیوں کو ہدف بنایا اور تباہ کر دیا گیا۔ بدوؤں کے الگ تھلگ نصب خیموں پر بھی امریکی جہازوں نے حملے کیے۔ لوگوں کو ہلاک اور زخمی ہونے کے علاوہ دس سے بیس ہزار تک مکان، اپارٹمنٹ اور دیگر رہائش گاہیں تباہ ہو گئیں۔ تجارتی مراکز کو نشانہ بنایا گیا اور ہزاروں دکانیں، دفاتر، ہوٹل اور ریسٹورانٹ تباہ کر دیئے گئے۔ لاتعداد مساجد، گر جاگھر، ہسپتال اور اسکول یا تو تباہ ہو گئے یا انہیں نقصان پہنچا۔ ہائی وے اور سڑکوں پر رواں یا گلیوں اور گیراجوں میں پارک کی گئیں ہزاروں غیر فوجی گاڑیوں کو نشانہ بنایا اور تباہ کر دیا گیا۔ ان میں بسیں، نجی وینیں اور منی بسیں، ٹرک، ٹریکٹر ٹریلر، لاریاں، ٹیکسیاں اور نجی کاریں شامل ہیں۔ اس بم باری کا مقصد پورے ملک کو دہشت زدہ کرنا، لوگوں کو قتل، املاک کو تباہ کرنا، نقل و حرکت کو روکنا، لوگوں کو بے حوصلہ اور حکومت کا تختہ الٹنے پر مجبور کرنا تھا۔

آگے امریکی دہشت گردی پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

امریکہ نے پورے عراق پر اندھا دھند بمباری کی۔ امریکی ہوائی جہازوں نے شہروں، قصبوں، دیہاتوں اور ہائی ویز پر اندھا دھند بم باری کی۔ شہروں اور قصبوں میں عسکری اہداف کے علاوہ غیر فوجی تنصیبات پر بم گرائے گئے۔ دیہاتوں میں مسافروں، بستی والوں اور حد تو یہ ہے کہ بدوؤں پر بھی اندھا دھند حملے کیے گئے۔ ان حملوں کا مقصد جان و مال کو تباہ کرنا اور غیر فوجی آبادی کو دہشت زدہ کرنا تھا۔ ہائی ویز پر بسوں، ٹیکسیوں اور کاروں سمیت غیر فوجی گاڑیوں پر بم برسائے گئے تاکہ وہ خوراک، طبی امداد، کھوئے ہوئے عزیزوں کی تلاش یا دوسرے مقاصد کے لیے ہائی ویز کو استعمال نہ کر سکیں۔ ان حملوں میں ہر صنف، ہر عمر، ہر مذہب اور ہر قومیت کے اور امیر و غریب افراد، سب نسلی گروہوں کے لوگوں اور حد تو یہ ہے کہ امریکیوں سمیت تمام تارکین وطن کا جانی نقصان ہوا۔ عراق میں غیر فوجی اور فوجی ہلاکتوں کے حوالے سے امریکہ کی دانستہ لاپرواہی کا انکشاف جنرل کولن پاؤل کے اخبارات کو ہوائی اور زمینی مہمات میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد کے حوالے سے دیئے گئے درج ذیل بیان سے ہوا ”مجھے اعداد و شمار سے کوئی دلچسپی نہیں“³⁸²۔

اس داستانِ ستم کو کہاں تک رقم کروں۔ کہاں سے وہ جگر لاؤں جو ان اقتباسات کو پڑھ کر پارہ پارہ نہ ہو۔ کہاں سے وہ دل لاؤں جو صدمات سے گھائل نہ ہوں۔

کیرن آرمسٹرانگ اہل صلیب کے اقتدار ہی کو محفوظ سمجھتی ہیں اور اس کے علاوہ باقی دنیا ان کی نظر میں نہ دنیا ہے اور نہ ہی وہاں بسنے والے لوگ انسان ہیں۔

غالباً اسی تناظر میں ارون دھتی رائے اپنے مضمون Instant-Mix Imperial Democracy, Buy One Get One Free¹⁴⁸ لکھتی ہیں:

Meanwhile, a small white minority that has been historically privileged by centuries of brutal exploitation is more secure than ever before. They continue to control the land, the farms, the factories, and the abundant natural resources of that country. For them the transition from apartheid to neo-liberalism barely disturbed the grass. It's apartheid with a clean conscience. And it goes by the name of Democracy.³⁸³

اس دوران تاریخی اعتبار سے وحشیانہ استحصال کے ذریعے، صدیوں سے مراعات یافتہ ایک چھوٹی سی سفید فام اقلیت اس خطہ زمین پر پہلے سے زیادہ محفوظ رہی۔ ماضی کے مقابلے میں بے تحاشا قدرتی وسائل، زمین کھیت اور فیکٹریاں بدستور اسی اقلیت کے تصرف میں ہیں۔ ان پر نسلی عصبیت سے نئی ذہنی کشادگی تک سفر کا عبوری دورانیہ بالکل بھی اثر انداز نہیں ہوا۔ یہ اقلیت نسلی تعصب کی علم بردار بھی ہے اور اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ بھی محسوس نہیں کرتی۔³⁸⁴

محفوظ برطانیہ، محفوظ امریکہ، ساری دنیا محفوظ ہے کادل فریب نظریہ، رمزے کلارک صدر ریش کے حوالے سے لکھتے ہیں:

امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے 20 جنوری 2004ء کے اپنے سیٹ آف دی یونین پیغام میں جارحانہ جنگ جاری رکھنے کا اعلان دوبارہ کیا۔ انہوں نے کہا:

”آج رات ہم یہاں اکٹھے ہیں جبکہ سینکڑوں ہزاروں امریکی مرد و خواتین فوجی دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے ساری دنیا میں متعین ہیں۔ وہ مجبوروں کو امید اور مظلوموں کو انصاف دے کر امریکہ کو زیادہ محفوظ بنا رہے ہیں۔“³⁸⁵

ساری دنیا میں خون اور آگ کی ہولی کھیل کر اہل صلیب کو محفوظ بنانے کی یہ بات ہی شاید کیرن صاحبہ کے پیش نظر تھی۔

عزیزانِ ملت!

اخلاقیات، پیار، محبت، انسان دوستی کسی سے بغض نہ کرو، حسد کی آگ میں مت جلو، مروت، لحاظ، شرم و حیا، شرافت و انسانیت اخلاقیات کے معنی ہی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اخلاقیات کا ایک رخ ہے۔ یہ اخلاقی اقدار کا صرف ایک حصہ ہے۔ ایک پارٹ اور بھی ہے اخلاقیات کا، ایک حصہ اور بھی ہے، ایک جز اور بھی ہے اس اخلاقیات کا۔

اس اخلاقیات کا دوسرا جز کیا ہے؟ دوسرا رخ کیا ہے؟

اخلاقیات کا دوسرا جز عملی شکل میں سامنے آتا ہے۔

ىه چور كو قىء كرتا هے۔ قاتل كو پھانسى دىتا هے۔ نىكى كى ءعوت دىتا هے، برائى سے روكتا هے۔ بءى كى اتنى هى برائى كرتا هے جتنى بھلاى كى تعریف كرتا هے۔

زىء كى اچھائى كے سبب اس كى تعریف كرتا هے ءو بكر كو اس كى بءاعمالى كے سبب برا بھى كهتا هے۔

ظالم سے اس كے ظلم اور مجرم سے اس كے جرم كا مطالبه كرتا هے۔ اس اخلاقيات كا پهلا حصه اگر عاجزى كا تصور بنا هوا هے ءو اهل ءنفا كى نظر مىل ءو سراحصه تكبر و غرور كا پىكر۔

پهله اگر عاجزوں كے جھكه هوءے سروں كو اُٹھا كر سىنے پر جكه دىتا تھا ءو اب سر كشوں كے سروں كو اپنى هُوءو كروں سے پامال كر رها هے۔ غور طلب بات ىه هے كه ان ءو متضاء حالتوں مىل راه تطبيق كىا هے۔ صرف معافى ءور گرر كے اصول كو لىجى ءو ءنفا مىل نىكى و بءى كا تصور اُٹھا جاتا هے اور اگر انتقام و پاءاش كے راسته كو اپنا ىء ءو ءنفا سے رحم و محبت هوءى جاتى هے۔ سب كو اچھا كهنا جائے ءو پھر اچھوں كے لىه همارے پاس كىا بچتا هے۔ اُمت مسلمه كے نوجوانو!

كىا اخلاقيات كے ان ءو نون حصوں مىل كوئى تضاء هے۔

نهنى هر گرر نهنى۔

اىك چىز جو بعض حالتوں مىل نىكى هے ءو بعض حالتوں مىل بءى۔ ىهى حال اس مسئله كا بھى هے۔ معافى، ءر گرر، محبت، نرمى، عاجزى انسان كے لىه سب سے بڑى نىكى هے لىكن كن لوگوں كے سامنے؟ جو لوگ عاجزى و انكسارى كے پىكر هوں اُن كے لىه نهنى جو ظلم و ستم كے رسىا اور فسق و فجور كے شىءائى هىں۔ اىك مفلوك الحال مسكىن پر رحم كىجى ءو ىه بڑى نىكى هے اور ىهى رحم اگر كسى ظالم پر كىجى ءو سب سے بڑى بءى هے۔ گرے هوءے لوگوں كو اُٹھائىء تاكه ىه چل سكىں لىكن اگر سر كشوں كو هُوءو كرنه لگائىء كا ءو ىه گرے هوءوں كو اور گر اءىں گے۔

قاتل كو قتل كرنه بءى تھا مگر قانون اور عءالت كا اس قاتل كو سزا كے طور پر قتل كرنه نىكى هو كىا۔ لهنء اماننا پڑے كا كه نىكى كو اگر پسند كرو گے ءو اس كى خاطر بءى كو برا كهنا پڑے كا۔

بائبل كا مفسر لكھتا هے:

خءا ءنء كا ءن اپنے ساتھ سزا اور رحم ءو نون لىا ىه رحم خءا كى كلسىسا كے لىه اور سزا اس كے ءشمنوں اور ستانے والوں كے لىه۔ 386
اخلاقيات كى روح كو سمجھنے مىل مغرب كے مؤرخىن جب تعصب و جهل كى تارىكى مىل اسلام كا مطالعه كرتے هىں ءو انهنى اخلاقيات كا وهى مفهوم سمجھ آتا هے ىا ءه صرف وهى مفهوم سمجھنا چاھتے هىں جو انء هىارے محلات مىل ملنے والى تربىء هى كا خاصه هے اور اس انء هىرے و تارىكى كے سبب وه كهنے لگتے هىں كه جب تك اسلام بے بسى اور محتاجى كى حالت مىل تھا نرمى و عفو ءر گرر كى تعللىم سے زءءكى كا سرما ىه ءهونء تا تھا لىكن مءىن مىل آكر جب ءلوارها تھا آگى ءو پھر حكومت اور طاقت كى حالت مىل عاجزى و مسكنت كى ضرورت نه تھى۔

اور یہ اہل ستم جہاد، جنگ اور دہشت گردوں کی تمیز کیے بغیر اسلام پر تشدد آمیزی کا الزام عائد کرنے لگتے ہیں۔ یہاں ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کے تصور جہاد اور بائبل کے نظریہ جنگ کا تحقیقی و تقابلی جائزہ لیا جائے۔

قرآن اور بائبل میں جہاد کا تقابلی جائزہ:

قرآن کا شعور جہاد اور بائبل کے تصور جنگ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بائبل میں ہمیں کہیں بھی جہاد سے متعلق کوئی مضمون نہیں ملتا۔ اس ضمن میں صرف جنگ، تلوار اور قتال سے متعلق ہی مضامین نظر آتے ہیں جبکہ اسلام کا تصور جہاد انسانیت کی فلاح کے لیے اپنے دامن میں ایک وسیع دنیا سمیٹے ہوئے ہے۔ جیسا کہ خود کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

This would involve fighting and bloodshed, but the root jhd implies more than a 'holy war'. It signifies a physical, moral, spiritual and intellectual effort. There are plenty of Arabic words denoting armed combat, such as harb (war), sira'a (combat), ma'araka (battle) or qital (killing), which the Qu'ran could easily have used if war had been the Muslims' principal way of engaging in this effort. Instead it chooses a vaguer, richer word with a wide range of connotations. The jihad is not one of the five pillars of Islam. It is not the central prop of the religion, despite the common western view. But it was and remains a duty for Muslims to commit themselves to a struggle on all fronts_ moral, spiritual and political_ to create a just and decent society, where the poor and vulnerable are not exploited, in the way that God had intended man to live. Fighting and warfare might sometime be necessary, but, it was only a minor part of the whole jihad or struggle. A well-known tradition (hadith) has Muhammad say on returning from a battle, 'We return from the little jihad to the greater jihad, the more difficult and crucial effort to conquer the forces of evil in oneself and in one's own society in the details of daily life.'³⁸⁷

لفظ جہاد کا مادہ جہد یا مقدس جنگ سے کہیں زیادہ وسیع معنوں کا حامل ہے جس میں جسمانی، اخلاقی، روحانی اور علمی جدوجہد کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں مسلح جنگ کے لیے بے شمار الفاظ موجود ہیں جن میں حرب، سریہ، معرکہ اور قتال کے الفاظ شامل ہیں۔ اگر جنگ مسلمانوں کا مطرح نظر ہوتی تو قرآن حکیم ان لفظوں کو آسانی کے ساتھ استعمال کر سکتا تھا لیکن اس نے جہاد کے مبہم لیکن وسیع مفہوم رکھنے والے لفظ

کا انتخاب کیا ہے۔ جہاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شامل نہیں ہے اور مغرب کے عمومی نقطہ نظر کے برعکس دین اسلام میں جہاد کو مرکزی ستون کا درجہ حاصل نہیں۔ البتہ تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک منصفانہ اور مہذب معاشرے کے قیام کے لیے جس میں غریبوں اور بے کسوں کا استحصال نہ ہو، جہاں لوگ خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلیں اور اخلاقی، روحانی اور سیاسی تمام محاذوں پر جدوجہد جاری رکھیں۔ بعض اوقات لڑائی اور جنگ وجدل ناگزیر ہو جاتی ہے لیکن یہ پورے جہاد کا ایک مختصر حصہ ہے۔ ایک مشہور حدیث کے مطابق ایک غزوے سے واپسی پر رسول اللہ (ا) نے فرمایا کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسانی وجود اور معاشرے میں روزمرہ زندگی میں پائی جانے والی برائیوں کے خلاف جہاد کرنا ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے۔³⁸⁸

بائبل کا تصور جنگ:

بائبل میں جہاں جہاں جنگ کا تذکرہ آیا ہے وہاں پر صرف تلوار اور قہر نازل ہوتا رہا۔ کہیں بھی ہمیں جنگ کے اصول، جنگ کے قواعد و ضوابط، اخلاقیات کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ اسلام کے تصور جہاد کو تنقید کا نشانہ بنانے والے مستشرقین بائبل کی ان عبارات کو کیوں بھول جاتے ہیں جہاں جنگ اور تلوار کے بیانات موجود ہیں۔

کتاب خروج میں جنگ کا تذکرہ

خروج کی کتاب میں ہے:

خداوند تمہاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے³⁸⁹

دشمنوں سے متعلق لکھا ہے:

اور اُس نے ان کے رتھوں کے پہیوں کو نکال دیا سو ان کا چلنا مشکل ہو گیا تب مصری کہنے لگے آؤ اسراہیلیوں کے سامنے سے بھاگیں

کیونکہ خداوند ان کی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔³⁹⁰

اللہ تعالیٰ کے لیے لکھا ہے:

خداوند صاحب جنگ ہے یہوداہ اس کا نام ہے۔³⁹¹

جنگ کے بارے میں مزید لکھا ہے:

اور اُس نے کہا خداوند کی قسم کھائی ہے سو خداوند عمالقیوں سے نسل در نسل جنگ کرتا رہے گا۔³⁹²

کتاب احبار میں جنگ و تلوار کا تصور:

کتاب احبار میں ہے:

اور تم اپنے دشمنوں کا پیچھا کرو گے اور وہ تمہارے آگے آگے تلوار سے مارے جائیں گے اور تمہارے پانچ آدمی سو کور گیدیں گے اور تمہارے سو آدمی دس ہزار کو کھڑ دیں گے اور تمہارے دشمن تلوار سے تمہارے آگے مارے جائیں گے۔³⁹³

کتاب گنتی میں جنگ و تلوار کا تصور:

کتاب گنتی میں ہے:

اور بسن کا بادشاہ عوج اپنے سارے لشکر کو لے کر نکلتا کہ اور عی میں اُن سے جنگ کرے اور خداوند نے موسیٰ سے کہا اس سے مت ڈر کیونکہ میں نے اسے اور اس کے پورے لشکر کو اور اس کے ملک کو تیرے حوالہ کر دیا ہے، سو جیسا تو نے اموریوں کے بادشاہ سیحون کے ساتھ حسبون میں رہتا تھا، کیا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ بھی کرنا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اور اس کے بیٹوں اور سب لوگوں کو یہاں تک مارا کہ اس کا کوئی باقی نہ رہا اور اس کے ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔³⁹⁴

باب 31 میں یوں درج ہے:

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لے۔ اس کے بعد تو اپنے لوگوں میں جا ملے گا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا اپنے میں سے جنگ کے لیے آدمیوں کو مسلح کرو تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں اور مدیانیوں سے خداوند کا انتقام لیں اور اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے فی قبیلہ ایک ہزار آدمی لے کر جنگ کے لیے بھیجنا۔ سو ہزاروں ہزار بنی اسرائیل میں سے فی قبیلہ ایک ہزار کے حساب سے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کے لیے چنے گئے۔ یوں موسیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیجا اور الیعزر کا ہن کے بیٹے فینحاس کو بھی جنگ پر روانہ کیا اور مقدس کے ظروف اور بلند آوازے کے نرسنگے اُس کے ساتھ کر دیئے اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اُس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا اور انہوں نے ان کے مقتولوں کے سوا عوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اُن کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لیے۔³⁹⁵

کتاب استثناء میں جنگ و تلوار کا تصور:

کتاب استثناء میں ہے:

خداوند تمہارا خدا جو تمہارے آگے آگے چلتا ہے وہی تمہاری طرف سے جنگ کرے گا جیسے اُس نے تمہاری خاطر مصر میں تمہاری آنکھوں کے سامنے سب کچھ کیا۔³⁹⁶

اسی کتاب میں مزید آگے درج ہے:

سواٹھو اور وادی ارنون کے پار جاؤ۔ دیکھو میں نے حسبون کے بادشاہ سیحون کو جو اموری ہے اُس کے ملک سمیت تمہارے ہاتھ میں کر دیا ہے سوا اس پر قبضہ کرنا شروع کرو اور اس سے جنگ چھیڑ دو۔ میں آج ہی سے تیرا خوف اور رعب ان قوموں کے دل میں ڈالنا شروع کروں گا جو روئے زمین پر رہتی ہیں وہ تیری خبر سننے گی اور کانپنے لگیں گی اور تیرے سبب سے بیتاب ہو جائیں گی۔³⁹⁷

مزید آگے درج ہے:

خداوند ایسا ہی اس پار ان سب سلطنتوں کا حال کرے گا جہاں تو جا رہا ہے تم ان سے نہ ڈرنا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تمہاری طرف سے آپ جنگ کر رہا ہے۔³⁹⁸

کتاب استثناء میں درج ہے کہ خدا جنگ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو جائے اور گھوڑوں اور رتھوں اور اپنے سے بڑی فوج کو دیکھے تو ان سے ڈر نہ جانا کیونکہ خداوند تیرا خدا جو تجھ کو ملک مصر سے نکال لایا تیرے ساتھ ہے۔³⁹⁹

آگے درج ہے:-

کیونکہ خداوند تمہارا خدا تمہارے ساتھ چلتا ہے تاکہ تم کو بچانے کو تمہاری طرف سے تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے۔⁴⁰⁰

اسی کتاب کے باب 32 میں یوں درج ہے:

اس لیے اگر میں اپنی جھلکتی تلوار کو تیز کروں
اور عدالت کو اپنے ہاتھ میں لے لوں
تو اپنے مخالفوں سے انتقام لوں گا
اور اپنے کینہ رکھنے والوں کو بدلہ دوں گا
اور میں اپنے تیروں کو خون پلا پلا کر مست کر دوں گا
اور میری تلوار گوشت کھائے گی وہ خون مقتولوں اور اسیروں کا
اور وہ گوشت دشمن کے سرداروں کے سر کا ہو گا
اے قومو! اس کے لوگوں کے ساتھ خوشی مناؤ
کیونکہ وہ اپنے بندوں کے خون کا انتقام لے گا
اور اپنے مخالفوں کو بدلہ دے گا⁴⁰¹

کتاب یشوع میں جنگ و تلوار کا تصور:

اور بنی روبن اور بنی جد اور منتسی کے آدھے قبیلہ کے لوگ موسیٰ سے کہنے کے مطابق ہتھیار باندھے ہوئے بنی اسرائیل کے آگے پار ہو گئے یعنی قریب چالیس ہزار آدمی لڑائی کے لیے تیار اور مسلح خداوند کے حضور پار ہو کر یریبجو کے میدانوں کے لیے تیار اور مسلح خداوند کے حضور پار ہو کر یریبجو کے میدانوں میں پہنچے تاکہ جنگ کریں۔⁴⁰²

مزید آگے لکھا ہے:

اور خداوند نے ان کو بنی اسرائیل کے سامنے شکست دی اور اس نے ان کو جبعون میں بڑی خوں ریزی کے ساتھ قتل کیا۔⁴⁰³

اسی کتاب کے باب 8 میں تلوار و قتل کا تذکرہ یوں ہے:

اور جب اسرائیلی عی کے سب باشندوں کو میدان میں اس بیابان کے درمیان جہاں انہوں نے ان کا پیچھا کیا تھا قتل کر چکے اور وہ سب تلوار سے مارے گئے یہاں تک کہ بالکل فنا ہو گئے تو سب اسرائیلی عی کو پھرے اور اسے تہ تیغ کر دیا چنانچہ جو اس دن مارے گئے مرد اور عورت ملا کر بارہ ہزار عی کے سب لوگ تھے۔⁴⁰⁴

مزید آگے درج ہے:

اور ان شہروں کے تمام مال غنیمت اور چوپایوں کو بنی اسرائیل نے اپنے واسطے لوٹ میں لے لیا لیکن ہر ایک آدمی کو تلوار کی دھار سے قتل کیا یہاں تک کہ ان کو نابود کر دیا اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑا جیسا خداوند نے اپنے بندے موسیٰ کو حکم دیا تھا ویسا ہی موسیٰ نے یشوع کو حکم دیا اور یشوع نے ویسا ہی کیا اور جو حکم خداوند نے موسیٰ کو دیا تھا ان میں سے کسی کو اس نے بغیر پورا کیے نہیں چھوڑا۔ سو یشوع نے اس سارے ملک کو یعنی کوہستانی ملک اور سارے جنوبی قطعہ اور جشن کے سارے ملک اور نشیب کی زمین اور اسرائیلیوں کے کوہستانی ملک اور اسی کے نشیب کی زمین کوہ خلق سے لے کر جو سمیر کی طرف جاتا ہے بعل جد تک جو وادی لبنان میں کوہ حرمون کے نیچے ہے سب کو لے لیا اور ان کے سب بادشاہوں پر فتح حاصل کر کے اس نے ان کو مارا اور قتل کیا اور یشوع مدت تک ان بادشاہوں سے لڑتا رہا سو احویوں کے جو جبعون کے باشندے تھے اور کسی شہر نے بنی اسرائیل سے صلح نہیں کی بلکہ سب کو انہوں نے لڑ کر فتح کیا کیونکہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسرائیلیوں کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو بالکل ہلاک کر ڈالے اور ان پر کچھ مہربانی نہ ہو بلکہ وہ ان کو نیست و نابو د کر دے جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا۔⁴⁰⁵

یشوع نے ان کو ان کے شہروں سمیت بالکل ہلاک کر دیا۔⁴⁰⁶

پیڑ اسی عبارت کے تناظر میں اپنی عصیت کو یوں آشکارا کرتا ہے:

Peter had written his own treatise, which addressed the Muslim world gently and with affection: I approach you, as men often do with arms but with words; not with force but with reason, not in hatred but in love ____ I love you, loving you, I write to you, writing to you I invite you to salvation.' but the title of this treatise was summary of the Whole Heresy of the Diabolic sect of the Saracen. Few real Muslim, even if they were able to read the Abbot of Cluny's Latin text, find such an approach Sympathetic. Even the kindly Abbot, who demonstrated his opposition to the fanaticism of his time on other occasion, showed signs of the schizophrenic mentality of Europe vis-224-vis Islam. When King Louis VII of France led the second Crusade to the Middle East in 1147, Peter wrote to him saying that he hoped he would kill as many Muslims as Moses (sic) and Joshua had killed Amorites and Canaanites.⁴⁰⁷

پیٹر Peter نے ایک رسالہ لکھا جس میں محبت اور نرمی کے ساتھ عالم اسلام سے اس طرح خطاب کیا گیا: ”میں دوسرے لوگوں کے برعکس ہتھیاروں کے ذریعے نہیں، الفاظ کی وساطت سے اور طاقت کے بجائے منطق اور استدلال سے، نفرت کے بجائے محبت سے تمہارے قریب آتا ہوں۔۔۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور محبت آمیز جذبات کے ساتھ تمہیں اس خط کے ذریعے کفارہ مسیح کے عقیدے کی طرف دعوت دیتا ہوں“

اس رسالے کا عنوان تھا summary of the whole Heresy of the Diabolic of the saracens جو مسلمان لاطینی زبان میں لکھے گئے اس رسالے کے متن کو پڑھ سکتے تھے، ان میں سے صرف چند لوگ ہی اس ہمدردانہ نقطہ نظر سے متاثر ہوئے۔ لیکن اس ہمدردانہ لکھنے والے نے بھی جس نے کئی موقعوں پر اپنے عہد میں پائے جانے والے مذہبی جنون کی مخالفت کی تھی، اسلام کے متعلق یورپ کی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا اور جب فرانس کے بادشاہ لوئیس ہفتم نے مشرق وسطیٰ میں 1147ء میں دوسری صلیبی جنگ کی قیادت کی تو اسی پیٹر نے بادشاہ کے نام ایک خط میں یہ امید ظاہر کی کہ وہ اتنے ہی مسلمانوں کو تہ تیغ کرے گا جس قدر جموریوں اور کنعانیوں کو موسیٰ اور یوشع نے قتل کیا تھا⁴⁰⁸

کتاب قضاۃ میں جنگ کا تذکرہ:

کتاب قضاۃ میں درج ہے:

اور یسوع کی موت کے بعد یوں ہوا کہ بنی اسرائیل نے خداوند سے پوچھا کہ ہماری طرف سے کنعانیوں سے جنگ کرنے کو پہلے کون چڑھائی کرے گا؟ خداوند نے کہا کہ یہود اچڑھائی کرے گا اور دیکھو میں نے یہ ملک اس کے ہاتھ کر دیا ہے۔⁴⁰⁹

کتاب توارخ میں جنگ کا تذکرہ:

کتاب توارخ میں جنگ کا تذکرہ یوں درج ہے:

انہوں نے لڑائی میں خدا سے دعا کی اور اُن کی دعا قبول ہوئی اس لیے کہ انہوں نے اس پر بھروسہ رکھا اور وہ ان کی مواعظ لے گئے۔ ان کے اونٹوں میں سے پچاس ہزار اور بھیڑ بکریوں میں سے ڈھائی لاکھ اور گدھوں میں سے دو ہزار اور آدمیوں میں سے ایک لاکھ کیونکہ بہت سے لوگ قتل ہوئے اس لیے کہ جنگ خدا کی تھی اور وہ اسیری کے وقت میں ان کی جگہ بے رہے۔⁴¹⁰

مزید ۲ توارخ میں لکھا ہے:

تم سب سنو خداوند تم کو یوں فرماتا کہ تم اس بڑے انبوہ کی وجہ سے نہ تو ڈرو اور نہ گھبراؤ کیونکہ یہ جنگ تمہاری نہیں بلکہ خدا کی ہے۔⁴¹¹ کتاب زبور میں جنگ کا تذکرہ:

زبور میں جنگ کے حوالے سے درج ہے:

وہ میرے ہاتھوں کو جنگ کرنا سکھاتا ہے

یہاں تک کہ میرے بازو پیتل کی کمان جھکا دیتے ہیں۔⁴¹²

یہ جلال کا بادشاہ کون ہے:

خداوند جو قوی و قادر ہے

خداوند جو جنگ میں زور آور ہے۔⁴¹³

کتاب یسعیاہ میں جنگ و تلوار کا تذکرہ:

کتاب یسعیاہ میں جنگ کا تذکرہ یوں درج ہے:

رب الافواج جنگ کے لیے لشکر جمع کرتا ہے۔⁴¹⁴

باب 34 میں یوں درج ہے:

کیونکہ میری تلوار آسمان میں مست ہو گئی ہے دیکھو وہ ادم پر اور ان لوگوں پر جن کو میں نے ملعون کیا ہے سزا دینے کو نازل ہوگی

خداوند کی تلوار خون آلودہ ہے۔⁴¹⁵

باب 65 میں یوں لکھا ہوا ہے:

لىكن تم جو خداوند كو ترك كرتے اور اس كے كوہ مقدس كو فراموش كرتے اور مشترى كے ليے دستر خوان چنتے اور زہرہ كے ليے شراب ممزوج كا جام پُر كرتے ہو۔ ميں تم كو گن گن كر تلوار كے حوالہ كروں گا اور تم سب ذبح كے ليے خم ہوگے كيونكه جب ميں نے بلال يا تو تم نے جواب نہ ديا۔ جب ميں نے كلام كيا تو تم نے نہ سنا بلكه تم نے وہى كيا جو ميرى نظر ميں برا تھا اور وہ چيز پسند كى جس سے ميں خوش نہ تھا۔ 416

كتاب يسيعاھ ہى ميں درج ہے:

آگ سے اور اپنى تلوار سے خداوند تمام بنى آدم كا مقابلہ كرے گا اور خداوند كے مقتول بہت ہوں گے۔ 417

كتاب ىرمياھ ميں جنگ اور تلوار كا تذكرہ:

كتاب ىرمياھ ميں جنگ و تلوار كا تذكرہ يوں موجود ہے:

بيباں كے سب پہاڑوں پر غارت گر آگئے ہيں كيونكه خداوند كى تلوار ملك كے ايك سرے سے دوسرے سرے تك نكل جاتى ہے اور كسى بشر كى سلامتى نہيں۔ 418

باب 18 ميں درج ہے:

اس ليے ان كے بچوں كو كال كے حوالہ كر اور ان كو تلوار كى دھار كے سپرد كر ان كى بيوياں بے اولاد اور بيوہ ہوں اور ان كے مرد مارے جائیں ان كے جوان ميدان جنگ ميں تلوار سے قتل ہوں۔ 419

كتاب حزقيايل ميں جنگ و تلوار كا تذكرہ:

حزقيايل ميں درج ہے:

اور ميں اس كے آس پاس كے سب حمايت كرنے والوں كو اور اس كے سب غولوں كو تمام اطراف ميں پر اگندہ كروں گا اور ميں تلوار كھينچ كر اُن كا پيچھا كروں گا اور جب ميں ان كو اقوام ميں پر اگندہ اور ممالك ميں تتر بتر كر ونگا تب وہ جائیں گے ميں خداوند ہوں۔ 420

باب 21 ميں درج ہے:

پھر خداوند كا كلام مجھ پر نازل ہوا كه اے آدم زاديرو شلم كارخ كر اور مقدس مكانوں سے مخاطب ہو كر ملك اسرائيل كے خلاف نبوت كر اور اس سے كهہ خداوند يوں فرماتا ہے كه ديكھ ميں تير ا مخالف ہوں اور اپنى تلوار ميان سے نكال لوں گا اور تيرے صادقوں اور تيرے شريروں كو تيرے درميان سے كاٹ ڈالوں گا پس چونكه ميں تيرے درميان سے صادقوں اور شريروں كو كاٹ ڈالوں گا اس ليے ميرى تلوار اپنى ميان سے نكل كر جنوب سے شمال تك تمام بشر پر چلے گى اور سب جائیں گے كه ميں خداوند نے اپنى تلوار ميان سے كھينچى ہے وہ پھر اس ميں نہ جائے گى۔ 421

کتاب عاموس میں جنگ و تلوار کا تذکرہ:

اور خداوند نے مجھے فرمایا کہ اے عاموس تو کیا دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ساہول تب خداوند نے فرمایا دیکھ میں اپنی قوم اسرائیل میں ساہول کو لٹکاؤں گا اور پھر میں ان سے درگزر نہ کروں گا اور اضحاق کے اونچے مقام برباد ہوں گے اور اسرائیل کے مقدس ویران ہو جائیں گے اور میں یربعام کے گھرانے کے خلاف تلوار لیکر اٹھوں گا۔⁴²²

باب 9 میں یوں درج ہے:

میں نے خداوند کو مذبح کے پاس کھڑا دیکھا اور اس نے فرمایا ستونوں کے سر پر مار تاکہ آستانے ہل جائیں اور ان سب کے سروں پر ان کو پارہ پارہ کر دے اور ان کے بقیہ کو میں تلوار سے قتل کروں گا ان میں سے ایک بھی بھاگ نہ سکے گا، ان میں سے ایک بھی بچ نہ نکلے گا۔ اگر وہ پاتال میں گھس جائیں تو میرا ہاتھ وہاں سے ان کو کھینچ نکالے گا اور اگر آسمان پر چڑھ جائیں تو میں وہاں سے ان کو اتار لاؤں گا اگر وہ کرمل کی چوٹی پر جا چھپیں تو میں ان کو وہاں سے ڈھونڈ نکالوں گا اور اگر سمندر کی تہہ میں میری نظروں سے غائب ہو جائیں تو میں وہاں سانپ کو حکم کروں گا اور وہ ان کو کاٹے گا اور اگر دشمن ان کو اسیر کر کے لے جائیں تو وہاں تلوار کو حکم کروں گا اور وہ ان کو قتل کرے گی اور میں ان کی بھلائی کے لیے نہیں بلکہ برائی کے لیے ان پر نگاہ رکھوں گا۔⁴²³

انجیل میں تلوار کا تذکرہ:

یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے کو آیا ہوں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس جدا کر دوں۔⁴²⁴

لوقا کی انجیل میں ہے:

جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔⁴²⁵

احباب من!

کیا بائبل ہمیں جنگ کے مقاصد سے آگاہ کرتی ہے؟

کیا بائبل کے تصور جنگ میں مظلوموں کی مدد کا مقصد شامل ہے؟

کیا بائبل غلبہ دین کے لیے جنگ کا حکم دیتی ہے؟

کیا فتنہ و فساد کی سرکوبی کے لیے جنگ کا حکم بائبل میں موجود ہے؟

کیا بائبل کا مقصد جنگ داخلی امن و استحکام کا حصول ہے؟

کیا بائبل جنگ میں لوٹ مار کی ممانعت کرتی؟
 قیدیوں سے کیسا سلوک کرنا چاہیے، کیا بائبل ہمیں یہ بتاتی ہے؟
 کیا بائبل جنگ میں انتقامی کارروائی سے منع کرتی ہے؟
 کیا بائبل جنگ میں چادر اور چار دیواری کی حرمت کی پاسبانی کا حکم دیتی ہے؟
 کیا بائبل اپنے ماننے والوں کو اذیتیں دے کر ہلاک کرنے سے منع کرتی ہے؟
 کیا سفیروں سے حسن سلوک کے متعلق بائبل احکامات دیتی ہے؟
 کیا بائبل مقتولوں کا مثلہ بنانے کی مذمت کرتی ہے؟
 کیا جنگ میں بد عہدی، بد نظمی، انتشار کی ممانعت بائبل کی سطروں میں موجود ہے؟
 اگر ان تمام سوالوں کا جواب نہیں میں ہے تو انسانیت کے لیے وہی مذہب درست ہے جہاں ان تمام سوالات کے جوابات ہاں میں ہوں۔

اسلام کا تصور جہاد:

اسلام کا تصور جہاد اپنے لغوی اور شرعی معنوں کے اعتبار سے ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔
 علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

اسلام کے جہاد میں مقصدیت کے اعتبار سے چونکہ ملک گیری اور جہاں بانی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لیے آج کی دنیا کو جہاد کا پاکیزہ مفہوم سمجھنا بہت مشکل ہے، اسلام کا مجاہد کسی بادشاہ کے ماڈی اور شخصی اقتدار کے لیے نہیں لڑتا بلکہ وہ خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی سربلندی اور آخرت کی فیروز مندی کے لیے لڑتا ہے اس لیے وہ دشمن کو قتل کرے جب بھی اور خود قتل ہو جائے جب بھی دونوں حالتوں میں سرفرازی اور فائز المرامی اس کا مقدر ہے۔۔۔ غازی بننا بھی موجب اجر و ثواب ہے اور شہید ہو جانا بھی بلندی درجات کی ضمانت ہے۔
 اور آسان اس لیے ہے کہ جہاد کا لفظ اپنے نام اور مقصد کے اعتبار سے اگرچہ بالکل نیا ہے لیکن جہاں زمین پر انسانوں کے خون کے بہنے اور بہانے کا تعلق ہے تو یہ چیز اتنی ہی پرانی ہے جتنا انسان پرانا ہے۔

دنیا میں وہ کون سا ملک ہے اور وہ کون سی قوم ہے جہاں لڑائیاں نہیں لڑی گئیں، جہاں دو فوجوں کا ٹکراؤ نہیں ہوا اور جہاں میدان جنگ کی سر زمین دو گروہوں کے خون سے سرخ نہیں ہوئی۔
 فرق جو کچھ ہے وہ صرف مقصد اور طریقہ جنگ کا ہے، کہیں عورت کے لیے جنگ لڑی گئی اور کہیں دولت کے لیے، کہیں ملک گیری اور مال غنیمت کے لیے جنگ لڑی گئی اور کہیں قومیت و وطنیت اور قبائلیت کی عصبیت کا جذبہ دو گروہوں کو میدان جنگ تک لے گیا۔

لیکن دنیا کی تاریخ میں صرف اسلام ہی وہ پاکیزہ اور عادلانہ نظام زندگی ہے جس کے مجاہدین نہ عورت کے لیے لڑے اور نہ دولت کے لیے، نہ ملک گیری کے لیے لڑے اور نہ مالِ غنیمت کے لیے، نہ قومیت و وطنیت اور رنگ و نسل کی عصبیت انہیں میدانِ جنگ کی طرف لے گئی بلکہ ان کی لڑائی خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی حاکمیت کے لیے تھی، انسانوں پر انسانوں کی بالادستی کے خاتمے کے لیے تھی مظلوم انسانوں کو ضمیر کی آزادی دلانے اور انہیں تخلیق کے اعلیٰ مقاصد سے ہم کنار کرنے کے لیے تھی۔⁴²⁶

احبابِ من!

اسلامی جہاد کا مقصد کسی ملک کو فتح کرنا اور اس ملک کے وسائل و دولت کو لوٹنا نہیں ہے۔۔۔ کسی عورت کا حصول یا اقوامِ عالم پر تسلط کے لیے بھی جہاد کا حکم نہیں دیتا۔۔۔ اسلام کا نظریہ جہاد ذاتی غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی حاکمیت قائم کرنا، فتنہ و فساد ختم کر کے اس دھرتی کو امن و سکون اور عدل و انصاف کا گہوارہ بنانا ہے۔

مقاصدِ جہاد:

جہاد کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1- قیامِ امن:

جہاد کا مقصد جنگ و جدل نہیں کہ جو تلوار میان سے باہر آگئی اب واپس میان میں نہیں جائے گی جب تک کہ یہ تلوار دشمن کا خون نہ چاٹ لے بلکہ اسلام کا مقصد جہاد قیامِ امن ہے اگر دشمن صلح کی درخواست کرے تو اسے قبول کرنے کا حکم ہے:

وَأِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔⁴²⁷

اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں بے شک وہ خوب سننے

جاننے والا ہے

ایک اور جگہ صلح کا حکم یوں دیا:

فَإِنْ اعْتَزَلُواكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقَوَا إِلَىٰ كُمْ السَّلَامُ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا۔⁴²⁸

پس اگر وہ تم سے جدا ہو جائیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی راستہ نہیں بنایا۔

اے امن و آشتی کے نگہبانو!

اسلام کا تصور جہاد اپنے مقصد کو کتنی حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کر رہا ہے کہ اس کا مقصد دشمنوں کا خون بہانا نہیں۔۔۔ اسلام کا مقصد جہاد عورت کا حصول نہیں۔۔۔ اسلام کا مقصد جہاد اقوام عالم پر تسلط ان کے وسائل پر قبضہ، ان کے نوجوانوں کا قتل، ان کے بچوں پر بمباری نہیں بلکہ فرمایا کہ اگر وہ آمادہ صلح ہوں تو جیو اور جینے دو کے آفاقی قانون مطابق صلح کر لو۔

2۔ غلبہ دین حق کے لیے جہاد:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الشُّرُكُونَ۔⁴²⁹

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند ہی کریں۔

اور پھر ہوا بھی یہی اسلام تمام دینوں پر غالب آگیا۔

3۔ ظلم کے خلاف جہاد:

جہاد کے ان گنت مقاصد میں سے ایک مقصد بنی نوع انسان کو ظلم و استبداد کے پنجہ خونیں سے نجات دلانا بھی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا۔⁴³⁰

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی آزادی کے لیے جنگ نہیں کرتے جو فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

أُذِّنُ لِّلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ۔⁴³¹

ان مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی امداد پر قادر ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔

احباب من!

ان آیات پر غور کیجیے۔

کیا جنگ کا حکم اس لیے دیا کہ یہ دوسرے مذہب کے ماننے والے تھے؟
کیا ان آیات میں یہ حکم دیا گیا کہ فلاں قوم سے جنگ کرو ان کے پاس زر خیز ملک ہے؟
کیا یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے جنگ کرو ان کے پاس تیل کے کنوئیں ہیں؟
کیا یہاں جنگ کی ترغیب اس لیے دی جا رہی ہے کہ ان کے پاس قدرتی وسائل ہیں؟
کیا یہاں جنگ کی رغبت اس لیے دلائی گئی کہ ان کے پاس تجارتی منڈی ہے؟
نہیں ہر گز نہیں!

بلکہ یہاں ان کے جرم و ستم کو بیان کیا گیا کہ یہ ظلم کرتے ہیں لوگوں کو بے قصور ان کے گھروں سے نکالتے ہیں اور ان کا یہ ظلم و ستم کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ایک ہے۔

عہدِ جدید میں شاید کوئی بصارت و بصیرت سے عاری اور خوئے غلامی سے سرشار یہ کہہ دے کہ آج امریکہ، عراق و افغانستان میں جو جنگ لڑ رہا ہے وہ بھی وہاں کی مظلوم عوام کی مدد ہے، کیونکہ صدام حسین ایک ظالم و جابر فوجی افسر تھا جس نے اپنی ہی عوام کی نسل کشی کی۔ اس نے کئی دیہات منہدم کر دیئے، ہزاروں کردوں کو قتل کر دیا۔

لیکن پھر یہ بتائیے کہ اسے ماضی قریب میں پچاس ہزار ڈالر کی سبسڈی کیوں دی گئی؟

1989 میں اسے سبسڈی کی مد میں مزید ایک ارب ڈالر کیوں دیئے گئے؟

اس کے علاوہ بھی صدام حسین اور اس کی حکومت کو کیسے دیئے گئے، آخر کیوں؟

یہ ظلم و ستم تو عراقی عوام پر پہلے بھی ہو رہے تھے اس وقت عراق پر حملہ کیوں نہیں کیا گیا؟

اس وقت امریکہ و برطانیہ صدام حسین کے دوست کیوں بنے ہوئے تھے؟

ارون دھتی رائے اپنے مضمون میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

لہذا ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ جن دنوں صدام حسین بدترین مظالم ڈھارہا تھا، ان دنوں امریکی اور برطانوی حکومتیں اس کی قریبی اتحادی تھیں۔ آج بھی ترکی کی وہ حکومت، جو انسانی حقوق کے حوالے سے انتہائی دہشت ناک اور ناگوار ترین ریکارڈ رکھتی ہے، امریکی حکومت کے قریب ترین اتحادیوں میں سے ایک ہے۔ ترکی کی عوام سال ہا سال سے کرد عوام کو دبا اور انہیں ہلاک کر رہی ہے۔ یہ حقیقت امریکی حکومت کو، ترکی کو بے تحاشا اسلحہ دینے اور ترقیاتی کاموں کے لیے مالی تعاون کرنے سے نہ روک سکی لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ صدر بوش کو کانگریس سے خطاب پر کرد عوام کے ساتھ ہمدردی نے آمادہ نہیں کیا تھا۔⁴³²

پھر کیا وجہ تھی؟

یہ دوستی دشمنی میں کیوں بدل گئی؟

یہ پیار و محبت عداوت و نفرت کا بارود کیوں اُگلنے لگی؟

یہ تبدیلی رونما کیوں ہوئی؟

ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

اگست 1990ء میں صدام حسین نے کویت پر حملہ کر دیا اُس کا گناہ یہ نہیں تھا کہ اس نے ایک جنگی قدم اٹھایا بلکہ اس کا اصل جرم یہ تھا کہ اس نے یہ قدم اپنے آقاؤں سے احکامات لیے بغیر اٹھایا۔ آزادی کا یہ آزادانہ اظہار، خلیج میں طاقت کے توازن کو بگاڑنے کے لیے کافی تھا لہذا فیصلہ کر لیا گیا کہ صدام حسین کو ختم کر دیا جائے۔ ایک ایسے پالتو جانور کی طرح جس کے لیے اس کے مالک کی شفقت ختم ہو چکی ہو۔ 433 افغانستان میں جنگ کے لیے اسامہ بن لادن کی تلاش تو صرف ایک بہانہ تھی عقل عیار نے ایک نیا بہانہ تراشا کہ افغانستان میں حقوق نسواں کو پامال کیا جا رہا تھا،

اس بہانے کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

اب کہا جا رہا ہے کہ جنگ کا بڑا اور اصل مقصد طالبان کی حکومت کو گرانا اور افغان خواتین کو برقعے سے نجات دلانا تھا۔ ہمیں اس بات کو سچ مان لینے پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ امریکی فوج کا اصل مقصد حقوق نسواں کی بحالی تھا (اگر ایسا ہے تو کیا امریکیوں کا اگلا ہدف سعودی عرب ہونا چاہیے جو اس کا فوجی اتحادی ہے؟) آپ ذرا اس انداز میں سوچیے۔ بھارت میں اچھوتوں، عیسائیوں اور مسلمانوں اور عورتوں سے قابلِ ملامت سماجی سلوک رور کھا جاتا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش میں اقلیتوں اور عورتوں کے ساتھ اس سے بھی برا سلوک کیا جاتا ہے۔ کیا ان ممالک پر بموں کی بارش کر دی جائے؟

کیا دہلی، اسلام آباد اور ڈھاکہ کو تاراج کر دیا جائے؟ کیا بھارت میں ہٹ دھرمی اور کٹر پن کو بموں کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے؟ کیا ہم بموں کی مدد سے کسی ملک کو حقوق نسواں کے حوالے سے جنگ میں تبدیل کر سکتے ہیں؟ کیا امریکہ میں عورتوں نے ووٹ کا حق اسی طرح حاصل کیا تھا؟⁴³⁴

اگر امریکہ کا عراق و افغانستان پر جنگ کا مقصد وہاں کے مظلوم عوام ہی کی مدد تھا یا ظلم کا انسداد تھا تو پھر نتائج بھی اچھے نکلنے چاہیے تھے۔

مگر نتائج کیا نکلے؟

بھیانک اور ہولناک اور ظلم کا انسداد امریکہ بہادر نے کس طرح کیا؟ ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

اتحادیوں نے عراق پر پہلا حملہ جنوری 1991ء میں کیا دنیا بھر نے ٹی وی اسکرین پر اس پرائم ٹائم جنگ کا مشاہدہ کیا (ان دنوں بھارت میں سی این این کے پروگرام دیکھنے کے لیے کسی فائبر آپٹک کی لابی میں جانا پڑتا تھا) ایک ماہ پر محیط تباہ کن بمباری نے ہزاروں لوگوں کو ہلاک کر دیا جس حقیقت کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں وہ یہ تھی کہ اس کے بعد جنگ بند نہیں ہوئی۔ ویتنام کی جنگ کے بعد عراق پہلا ملک تھا، جس پر ابتدائی اشتعال کے بعد، مسلسل فضائی حملے کیے جاتے رہے۔ گزشتہ ایک عشرے کے دوران طویل عرصے تک، امریکی برطانوی فوجوں نے عراق پر ہزاروں میزائل اور بم برسائے۔ عراق کے کھیت اور میدان 300 ٹن یورونیم سے بھر گئے۔ بمباری کے دوران، اتحادیوں نے پانی صاف کرنے کے پلانٹوں کو اپنا ہدف بنایا حالانکہ انہیں اس حقیقت کا علم تھا کہ غیر ملکی تعاون کے بغیر ان کی مرمت ناممکن ہوگی۔ جنوبی عراق میں بچوں کے اندر کینسر کی شرح میں چار گنا تک اضافہ ہو گیا۔ جنگ کے بعد معاشی پابندیوں کے عشرے کے دوران عراقی عوام کو بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، ادویات، ہسپتالوں کی سہولیات میسر نہ آ سکیں۔

پابندیوں کے دوران کم و بیش 5 لاکھ عراقی بچے موت کے منہ میں چلے گئے۔⁴³⁵

امریکہ نے ظلم کا انسداد کس طرح کیا؟ سابق اٹارنی جنرل امریکہ، رمزے کلارک لکھتے ہیں:

امریکہ نے شہری حیات، تجارتی اور کاروباری علاقوں، اسکولوں، ہسپتالوں، مسجدوں، گرجا گھروں، پناہ گاہوں، رہائشی علاقوں تفریحی مقامات، نجی گاڑیوں اور شہری حکومت کے دفاتر پر اراداً بمباری کی۔

سولین تنصیبات کی تباہی کی وجہ سے تمام تر غیر فوجی آبادی حرارت، خوراک تیار کرنے کے ایندھن، ریفریجیشن، پینے کے قابل پانی، ٹیلی فون، ریڈیو اور ٹی وی چلانے کے لیے بجلی، پبلک ٹرانسپورٹ اور نجی گاڑیوں کے لیے ایندھن سے محروم ہو گئی ہیں۔ اس تباہی کی وجہ سے خوراک کی رسد محدود، اسکول بند، بے روزگاری عام، معاشی سرگرمی انتہائی محدود، ہسپتال اور طبی خدمات بند ہو گئی ہیں۔ مزید برآں ہر بڑے شہر کے رہائشی علاقوں اور بیشتر قصبوں اور بستیوں کو ہدف بنایا اور تباہ کر دیا گیا۔ بدوؤں کے الگ تھلگ خیموں پر بھی امریکی جہازوں نے حملے کیے۔ لوگوں کو ہلاک اور زخمی ہونے کے علاوہ دس سے بیس ہزار تک مکان، اپارٹمنٹ اور دیگر رہائش گاہیں تباہ ہو گئیں۔ مزید آگے لکھتے ہیں:

اس بمباری کا مقصد پورے ملک کو دہشت زدہ کرنا، لوگوں کو قتل کرنا، املاک کو تباہ کرنا، نقل و حرکت کو روکنا، لوگوں کو بے حوصلہ اور

حکومت کا تختہ الٹنے پر مجبور کرنا تھا۔⁴³⁶

احباب من!

ان جنگوں کا مقصد انسدادِ ظلم نہیں بلکہ تیل کے کنوؤں پر ٹپکتی رال ہے۔

ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

جنگیں انسانى فلاح و بہودى اىثار پسندى كے ليے كہى نہيں بلکہ تسلط جمانے اور كاروبار كے طور پر لڑى جاتى ہيں۔ بلاشبہ جنگ كا ايك كاروبار ہے دنيا بھر كے تيل كو اپنے تصرف يا قبضے ميں لے ليںا، امرىكى خارجہ پاليسى ميں بنيادى حيثيت ركھتا ہے۔⁴³⁷ مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم كے پہاڑ توڑے گئے كيونكہ وہ اسلام كو اپنا دين اللہ كو اپنا رب اور پيغمبر اسلام كو اپنا نبى كہتے تھے بوسنيا ميں مسلمانوں كے ساتھ كتنا ظلم و ستم ہوا ہيلرى كلنٹن اپنى كتاب ميں يہ لكھے بغير نہ رہ سكيں۔

انہى دنوں جب كہ بل كلنٹن اپنى صدارت كے 100 دن كملى كر چكے تو سابق يوگوسلاوىہ ميں بوسنياى سرب مسلمانوں كا محاصرہ كر رہے تھے اور وہاں سے شہرى آبادى كے قتل عام كى بھيانك خبریں اور تصاوير جارى ہو رہى تھيں۔ شہريوں كى اموات ميں اتنا اضافہ ہو گيا كہ ہميں اقوام متحدہ كى ناكامى پر خاصى بيزارى كا احساس ہونے لگا۔ اقوام متحدہ كو ياتوا اس معاملے ميں فورى مداخلت كرنى چاہيے تھى يا پھر اسے وہاں مسلم آبادى كے تحفظ كا انتظام كرنا چاہيے تھا۔

انہى دنوں جب امرىكہ كے دورے پر آئے ہوئے بارہ صدور اور وزرائے اعظم كو واٹ ہاؤس مدعو كيا۔ ان ميں سے بعض رہنماؤں كا اصرار تھا كہ امرىكہ كو چاہيے كہ وہ بوسنيا ميں مسلمانوں كا قتل عام ركوانے كے ليے اقوام متحدہ كى مدد كرے۔⁴³⁸ مزيد آگے لكھتى ہيں كہ ايك يہودى نوبل انعام يافتہ نے مسلمانوں كے قتل پر كيا كہا:

نوبل انعام يافتہ ايك يہودى نے بل كلنٹن كو مخاطب كرتے ہوئے كہا

”جناب صدر! ميں سابق يوگوسلاوىہ ميں رہ چكا ہوں اور ميں نازيوں كے ڈيتھ كيمپ ميں بھى رہ چكا ہوں، مگر اب ميں نے يوگوسلاوىہ ميں جو كچھ ديكا ہے اس كے بعد ميں رات كو سو نہيں سكتا۔ ميں نے اس ملك ميں بڑا قتل عام ديكا اور ايك يہودى ہونے كے ناطے ميں يہ كہتا ہوں كہ ہميں وہاں خون خرابہ فورى طور پر ركوانا پڑے گا۔“⁴³⁹

جناب والا! يہ ہے اہل صليب كا اصل چہرہ

اس صليبى كتھا كو سنانے كے ليے يہ چند اقتباسات يقيناً ناكافى ہيں۔ صليبى ظلم و ستم كى روداد تو كئى دفتروں ميں بھى سامنہ پائے گى۔

3۔ استيصالِ فتنہ كے ليے جہاد:

فتنہ قتل سے بھى بڑا جرم ہے۔ فرمايا:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ⁴⁴⁰

اور فتنہ قتل سے بھى بڑھ كر ہے۔

اور مسلمانوں كو حكم ديا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ⁴⁴¹

اور لڑتے رہو ان (فتنہ پردازوں) سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے
اگر فتنہ و فساد کے خلاف نہ لڑا گیا تو کیا ہو گا؟

إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ⁴⁴²

(اے مسلمانو!) اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

عالمی تناظر میں سامراجی طاقتوں کے طرزِ عمل کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ غریب اقوام کا ہر سطح پر استحصال جاری ہے۔ ان کے اقتدارِ اعلیٰ کو ہی نہیں اُن کی سیاسی اور اقتصادی آزادیوں کو بھی زبردست خطرات لاحق ہیں۔ عالمی سامراج طاقت کے نشے میں سرشار اپنے افکار و نظریات مقروض ممالک پر تھوپ رہا ہے، اپنی ثقافت ان کے سروں پر تھوپ رہا ہے۔ نئے عالمی نظام کی آڑ لے کر ان کے وسائل پر قبضہ جمانے کی فکر میں طاغوتی طاقتیں، ترقی پذیر ممالک ذہن جدید پر اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر بنا رہی ہے۔ سامراج چاہتا ہے کہ عریانی و فحاشی کی افیون دے کر ان کی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کو بے کار بنادیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ نام نہاد ترقی یافتہ اقوام کے دست نگر رہیں اور سر اٹھا کر چلنے کا تصور بھی بھول کر اپنے دل میں نہ لائیں۔ اسلام ان استحصالی طاقتوں کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے اس لیے ہر جگہ اسلامی تحریکوں کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ ⁴⁴³

4۔ دفاعِ مملکت کے لیے جہاد:

مخالفین اسلام نے ہر زمانے میں اسلامی حکومتوں کے خلاف سازشیں کیں اپنے عوام کو جنگی جنون میں مبتلا رکھا۔ عہدِ رسالت میں مشرکین یہود و نصاریٰ نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی۔ ان کے لیے ارشاد فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ⁴⁴⁴

اور اللہ کے راستے میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو اور بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اے سفیرِ انِ حق و صداقت!

اسلام کے مقاصدِ جنگ تو بنی نوع انسان کے لیے اپنے دامن میں رحمت و راحت کے پھول بکھیرے ہوئے ہیں ظالموں کا استیصال، ظلم و ستم کا خاتمہ، امن و آشتی کی فضا کو قائم کیے ہوئے ہے۔ ہم نے یہاں خوفِ طوالت کے باعث چند مقاصدِ جنگ بیان کیے تفصیل کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری کی کتاب ”سیرۃ الرسول“ جلد ہفتم و ہشتم کا مطالعہ فرمائیں۔

تصورِ جنگ اور مقصدِ جہاد:

اسلام نے جس زمانے میں تصورِ جہاد پیش کیا اور اس کے جو مقاصد ان اقوام کے سامنے رکھے وہ ان عظیم مقاصد سے نا آشنا تھے۔ اُن کے اذہان میں بس یہ تھا کہ اگر جنگ مال و دولت کے حصول کے لیے نہ کی جائے۔۔۔ ملک و زمین کے لیے نہ ہو۔۔۔ شہرت و ناموری بھی مقصود نہ ہو۔۔۔ حمیت و عصبيت بھی محرکات میں شامل نہ ہو۔۔۔ زن، زر، زمین بھی مقصودِ جنگ نہ ہو تو پھر جنگ کا مقصد کیا ہے؟ جو اس کے لیے جان جو کھوں میں ڈالی جائے۔

ان اقوامِ عالم کے اذہان میں کسی ایسی جنگ کا تصور نہیں تھا جو خود غرضی و نفسانی خواہشات سے پاک ہو۔

احبابِ من!

جنگیں اپنے مفادات کے لیے لڑی جاتی ہیں۔۔۔ دشمن کی فوجوں کا مثلہ بنایا جاتا ہے۔۔۔ قیدیوں کو شیروں کے پنجروں میں ڈال کر سفاکیت کی تسکین کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔۔۔ دشمن کی دوشیزاؤں کو ہوس کے درندوں کے سامنے پھینک کر درندگی کے شیطانی کھیل سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔۔۔ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے کا نعرہ بلند کر کے ہر ضابطے و اصول کی دھجیاں بکھیر دی جاتیں ہیں اور شرفِ انسانی کو تار تار کر دیا جاتا ہے۔

اسلام سے قبل اور آج کی طاغوتی قوتوں کا مقصدِ جنگ اس سے مختلف نہیں۔

لیکن اسلام کا مقصود یہ نہیں اسلام اپنے ماننے والوں کو جب جہاد کی تعلیم دیتا ہے تو وہ اس کے قواعد و ضوابط پر عمل کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

- اسلام غفلت میں حملہ کرنے سے منع کرتا ہے
- اسلام شب خون مارنے کو پسند نہیں کرتا
- اسلام دشمن کو آگ میں جلانے کی ممانعت کرتا ہے
- اسلام کا تصورِ جہاد دشمن کو ہاتھ پاؤں باندھ کر مارنے سے روکتا ہے
- اسلام کا تصورِ جہاد لوٹ مار کی ممانعت کرتا ہے
- اسلام کا تصورِ جہاد تباہ کاری کی مخالفت کرتا ہے

- اسلام کا تصور جہاد دشمن کی لاشوں کا مسئلہ بنانے کی اجازت نہیں دیتا
 - اسلام کا تصور جہاد قیدیوں کو قتل کرنے سے روکتا ہے
 - اسلام کا تصور جہاد سفیروں کی حرمت کو قائم رکھتا ہے
 - اسلام کا تصور جہاد بد عہدی کی ممانعت کرتا ہے
 - اسلام کا تصور جہاد انتشار و فتنہ کو پسند نہیں کرتا
 - اسلام کا تصور جہاد شور و ہنگامہ کی مخالفت کرتا ہے
 - اسلام کا تصور جہاد، صرف ان لوگوں سے لڑتا ہے جو ان کے خلاف تلوار اٹھاتے ہیں
 - اسلام کا تصور جہاد عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور امن پسند لوگوں سے تعرض نہیں کرتا
 - اسلام کا تصور جہاد گرجوں اور مذہبی معبدوں کو نہیں ڈھاتا
 - اسلام کا تصور جہاد کھیتوں اور کھلیانوں کو آگ نہیں لگاتا
 - اسلام کا تصور جہاد آبادیوں کو ویران نہیں کرتا
 - اسلام کا تصور جہاد تباہ کاری و بربادی کی اجازت نہیں دیتا
- اسلام کا تصور جہاد اپنے دامن میں انسانیت کے لیے رحمت و راحت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کو مہذب قوانین جنگ دیئے، یہ اسلام کا احسان ہے اقوام عالم پر، بنی نوع انسان پر جس نے انسانیت کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھا۔ خود کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

The Qu'ran was beginning to evolve a theology of the just war: it might sometime be necessary to fight to preserve decent values. Unless religious people had sometime been ready to ward off attack, all their places of worship (for example) would have been destroyed. God will give the Muslims victory only if they 'perform the prayer, and pay the alms', make just and honourable laws and create an equitable society.⁴⁴⁵

قرآن کریم نے انصاف کی خاطر جنگ لڑنے کے عقیدے کی بنیاد رکھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ اقدار کے تحفظ کے لیے بعض اوقات جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ اگر مذہب پر کاربند لوگ جنگ کے لیے نہ نکلتے تو ان کی عبادت گاہوں کو تباہ کر دیا جاتا۔ اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ وہ

انہیں صرف اسی صورت میں نصرت عطا کرے گا جب وہ نماز ادا کریں گے، خدا کی راہ میں خرچ کریں گے، انصاف اور وقار پر مبنی قوانین نافذ کریں گے اور مساوات و برابری کے اصولوں کی بنیاد پر استحصال سے پاک معاشرہ تشکیل دیں گے۔⁴⁴⁶

اسلام اور پیغمبر اسلام پر تشدد پسندی کا الزام:

کیرن آر مسٹر انگ صاحبہ اس حوالے سے لکھتی ہیں:

"Overnight Muhammad had become the enemy."⁴⁴⁷

”حضرت محمد راتوں رات اُن کے دشمن بن گئے۔“⁴⁴⁸

آگے لکھتی ہیں:

It must have been vary difficult indeed for the Muslims, brought up in the jahili spirit, to practice hilm and turn the other cheek. Even Muhammad sometime had to struggle to maintain his composure.⁴⁴⁹

”جاہلی روایات کے مطابق پرورش یافتہ مسلمانوں کے لیے حلم سے کام لینا اور طمانچے کے لیے دوسرا گال آگے کر دینا یقیناً بہت مشکل رہا ہو گا حتیٰ کہ حضرت محمد کو بھی کبھی صبر کا دامن تھامے رکھنے میں مشکل پیش آئی۔“⁴⁵⁰

مزید آگے ایک اور جھوٹ بانگ دہل اس طرح بولتی ہیں:

Quran shows that some of the Emigrants found the very idea of fighting distasteful But Muhammad was not discouraged.⁴⁵¹

”قرآن دکھاتا ہے کہ کچھ مہاجرین نے لڑائی کے خیال کو ناپسند کیا لیکن آنحضرت (ا) نے ہمت نہیں ہاری۔“⁴⁵²

یعنی کئی مسلمان یہ چاہتے تھے کہ لڑائی نہ ہو مگر آنحضرت لڑائی کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ آگے یہی متعصب مستشرق لکھتی ہیں:

But Muhammad had embarked upon a dangerous course. He was living in a chronically violent society and he saw these raids not simply as a means of bringing in much – needed income, but as a way of resolving his quarrel with the Quraysh.⁴⁵³

”لیکن حضرت محمد ایک خطرناک راہ پر نکل کھڑے ہوئے تھے وہ ایک نہایت تشدد معاشرے میں رہتے تھے اور آپ کی نظر میں یہ حملے محض حصول آمدنی کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ قریش کے ساتھ جھگڑا چکانے کا طریقہ بھی تھے۔“⁴⁵⁴

مزید آگے اپنے قلبی بغض کا اظہار یوں کرتی ہیں:

"Muhammad was not a pacifist."⁴⁵⁵

”حضرت محمد امن کا پرچار نہیں کر رہے تھے۔“⁴⁵⁶

آگے لکھتی ہیں:

"He had wanted to cut the cycle of violence and dispossession, not continue it."⁴⁵⁷

”آپ تشدد اور بے دخلی کا سلسلہ جاری رکھنے کے بجائے ختم کرنا چاہتے تھے۔“⁴⁵⁸

یعنی تشدد اور بے دخلی کا سلسلہ جاری تھا۔ کیرن صاحبہ یہ تو بتائیے کہ نصیر اور قینقاع کے علاوہ کس کو مدینہ سے بے دخل کیا گیا۔ وہ بھی ان دونوں کی اسلام دشمنی اور عہد شکنی کے سبب ایسا کیا گیا جس کے یہ دونوں قبیلے خود ذمے دار ہیں۔ اور یہ اعتراف تو مس کیرن آپ بھی کرتی ہیں جیسا کہ آپ نے خود لکھا:

Even in Muhammad's own time, smaller Jewish groups remained in Medina after 627 and were allowed to live in peace with no further reprisals.⁴⁵⁹

خود رسول اللہ کے زمانے میں یہودیوں کے چھوٹے گروپ ۷۲۶ عیسوی کے بعد مدینہ میں بدستور موجود رہے، انہیں امن و سکون کے ساتھ رہنے کی اجازت تھی اور ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی گئی۔⁴⁶⁰

مزید آگے مسلمانوں کی رواداری کے بارے میں لکھتی ہیں:

In the Islamic empire Jews like Christians had full religious liberty; the Jews lived there In peace until the creation of the State of Israel in our own century .The Jews of Islam never suffered like the Jews of Christendom .⁴⁶¹

اسلامی سلطنت میں عیسائیوں کی طرح یہودیوں کو بھی مکمل آزادی حاصل تھی اور ہماری موجودہ صدی میں اسرائیل کی ریاست کے قیام تک وہ امن و آشتی کے ساتھ رہتے رہے ہیں۔ اسلامی عہد میں یہودیوں کو وہ مصیبتیں نہیں اٹھانا پڑی جن کا سامنا انہیں عیسائیت کے دور میں کرنا پڑا تھا۔

462

کیرن آرم اسٹر انگ پیغمبر اسلام کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

It was nearly time to make good on Abu Sufiya's parting shot after Uhud: "Next year at Badar!" but Muhammad was playing a very dangerous game. He had to make a show of strength. 463

”اب جنگ اُحد كے بعد ابو سفیان كى لگائى ہوئى پكار كا جواب دینے كا وقت آگیا تھا۔ اگلے سال بدر میں لیكن محمد نہایت خطرناك كھیل كھیل رہے تھے۔ آپ (ا) كو طاقت كا مظاہرہ كرنا تھا۔“ 464

بنو قریظہ كے حوالے سے جس كا جواب ہم گذشتہ صفحے پر دے چكے ہیں، كے بارے میں لكھتی ہیں:

He had staged a defiant show of strength, which, it was hoped, would bring the conflict to an end. Change was coming to this desperate, primitive society, but for the time being, violence and killing on this scale were the norm. 465

”آپ انے طاقتوں كا بھرپور مظاہرہ كیا جو (امید تھی كہ) جھگڑے كو ختم كر دے گا۔ اس بے چین قدیمی معاشرے میں تبدیلی آرہی تھی لیكن فی الحال اس وسیع پیمانے پر قتل غارت گری مقبول عام دستور تھی۔“ 466

جب عقل و خرد كو عصبیت كى پھپھوندی لگ جائے اور قلب و جگر آتش حسد كا گہوارہ بن جائے تو قلم پر جہل كے دورے اسی طرح پڑا كرتے ہیں۔ افسوس تو تب ہوتا ہے كہ آنكھیں ديكھتے ہوئے بھی نہیں ديكھتیں اور عقل سمجھتے ہوئے بھی بصیرت سے انكار كر دیتی ہے۔ كیرن صاحبہ كے یہ بدگمان تخیلات كسی تحقیق كا نتیجہ نہیں بلکہ عداوتِ اسلام كا شاخسانہ ہیں۔ اگر ان الزامات و بہتانات میں ذرہ برابر بھی سچائی ہوتی تو ان كو اس وقت منظر عام پر آنا چاہیے تھا جب قیصر و كسریٰ كے ظلم و ستم كا قلع قمع ہو رہا تھا۔ جب فرزند انِ اسلام كى فتوحات نے كرہ انسانی پر تھلكہ مچایا ہوا تھا۔ اس وقت یہ الزامات شاید دنیا كو اس ڈھب پر شبہ كا موقع دیتے كہ ہو سكتا ہے كہ ان كے یہ اقدامات، یہ فتوحات جس نے عقل و خرد اور قلب سلیم كو ان فرزند انِ اسلام كے سامنے ہاتھ باندھ كر كھڑا كر دیا كسی خوں ریز تعلیم كا نتیجہ ہیں۔

مگر عجیب و غریب بات تو یہ ہے كہ بدگمان تخیلات كى گندے جوہر سے ان بہتانات كى افزائش اس وقت منظر عام پر آتی ہے۔ جب آفتابِ عروجِ اسلام كو غروب ہوئے عرصہ دراز بیت چكا تھا اور یہ وہ وقت تھا جب اس بہتان كے موجدین یورپ و صلیب كى تلوار بے گناہوں كے خون سے سرخ ہو رہی تھی۔

اے نشینانِ مسندِ انصاف!

قصرِ انصاف كى زنجیروں میں شور بپا ہوا جاتا ہے كہ جن كى تلواروں نے خود زمین كو بے گناہوں كے خون سے سرخ كر دیا ہو۔۔۔ جنہوں نے عداوتِ اسلام میں اندھے ہو كر امن و امان كو تار تار كر دیا ہو۔۔۔ دوسرى قوموں كے وسائل نكلنے كے لیے انسانی قبا میں چھپے ہوئے اژدھے سرعام باہر آگئے ہوں۔

آخرا نهى كىا حق هے كه اسلام ٲر وه الزماآ و بهآناآ عاآء كرى جن كى فرد جرم خود ان ٲر عاآء هوآى هے۔
ٲىغمبر اسلام اور امن عالم:

ٲىغمبر اسلام اكى ذاء گرامى وه هسآى هے جنهون نے كره انسانى كو امن و آسآى كے حقىقى مفهوم سه آسآا فرماىا، جن كا كردار بنى نوع انسان كے لىه نمونه تقلىء قرار ٲاىا۔
اقوام ملت كى آارآخ سه آگاه مؤرخو!

آم نے آارآخ كے ابواب مىں قومون كے عروج وزوال كو بهى ٲڑها هو كا۔۔ آمهاى نكا هون نے اقوام عالم مىں جنگون اور امن كے اءوار بهى ملاحظه كىه هون كے۔ آمهاى بصاء مىں ملت عالم كى فآوحاآ و شكسآ كے هزارها مناظر بهى هون كے۔
اور آم نے فآآىن كے غضب و ءلال كو بهى ءىكها هو كا۔۔ فآ و مسراء كے شاءىانے بهى آمهاى سماءآ آآىل سه ءورنہ هوئے هون كے يقىنآ آم نے فآآىن كى خود سرى و غرور و تكبر مىں ڈوبى هوئى بڑكىں بهى سنى هون كى۔
يقىنآ آمهاى آنكهون كے آآىل نے آارآخ كے ابواب مىں فآآىن كى مسراء و شاءمانى اور مفآوحىن كے لىه ان كى آنكهون اور ءماغون مىں وحشآ و خونخوارى كے شعلے بهى ملاحظه كىه هون كے۔

كىونكه يه سب آارآخ كا حصه هىں۔ فآآىن جب كسى قوم، كسى ملت، كسى ملك كو فآخ كراء هىں بزور طاقت، بزور شمشىر آوان كى آنكهون مىں فرعونىآ رقص كراءى نظر آآى هے۔۔۔ يه كهوٲڑىون كے مىنار تعمىر كراء هىں۔۔۔ املاك كو نءر آآش اور كهىآون كهلىانون كو برباء كرنا ان كا وطىره هوآا هے۔۔۔ ءشمن كى بىٲىون كى عصماء ءرى، ٲچون كو نىزون ٲر اُچها لانا كا كهىل قرار ٲاآا هے۔۔۔ اور ءشمن كے اسىر ٲاىهون كى گردنون سه بلند هوآى هوئى خون كى ءهارىں ان كى ءذبہ سفاكىآ كى آسكىن كا سامان هوآى هىں۔۔۔ ان كے ءماغون مىں غىظ و غضب كے شعلے اور ان كے نفس ءرندگى كا گھناؤنا كهىل كهىلن ٲر آماءه نظر آآه هىں۔۔۔ ان كے فآآىن كا سرخ قالىن بچها كر اسآقبال كىا ءاآا هے۔۔۔ شراب و شباب كے ءور چلآه هىں۔۔۔ ان كو آوٲون سه سلامى اور خراج عقىءآ ٲىش كىه ءاآه هىں۔

اس كے برخلاف جب هم اسلام اور ٲىغمبر اسلام كى سىراء كا مطالعه كراء هىں آو همىں ءرء مناظر ءىكهنه كو ملآه هىں۔
هم ءىكهنه هىں كه ءولوگ آٲ اكو صاءق و امىن كے القاب سه ياء كراء هىں۔ آٲ كى مخالفاآ ٲر كمر بسآه هو چكه هىں۔۔۔ ءولوگ آٲ كے اخلاق حمىءه كى آعرىف كىا كراء هآه وه آٲ اسه ءءلىق كى انآها بر ٲا كر ره هىں۔

هم ءىكهنه هىں كه آٲ اكے مانن و الوون ٲر ظلم و آشءء كى انآهاؤن كو بر ٲا كىا ءاآا هے۔۔۔ هم ءىكهنه هىں كه هاآآ نماز مىں آٲ ٲر اونآ كى او ءهڑى ڈالى ءاآا هى هے۔۔۔ آٲ كى گردن مىں ءاءر ڈال كر گهىا ءاآا هے۔۔۔ هم ءىكهنه هىں كه آٲ اور آٲ كے مانن و الوون كو ابى طالب كى گهاآى مىں آىن سال محصور ركها گىا اور آٲ ٲر ٲانى و اناء كو بند كر ءىا گىا۔۔۔ هم ءىكهنه هىں كه عالم كفر كا هر قبىله آٲ كے خون كا ٲىاسا هو چكا هے،

ءشمن كے قىبلوں سے نوجوانوں كا ٹولہ ننگى تلوارىں؁ آپ كے خون سے بجھانے كے لىے بے قرار آپ اكے گھر كا محاصرہ كىے ہوئے هے۔۔۔ هم دىكهتے هیں بدر و احد كے ميدانوں كو دشمن آپ اور آپ كے اصحاب كى جان لىنے كے لىے سرتاپا لو هے مىں غرق هو چكا هے۔

هم دىكهتے هیں احزاب كے منظر كو۔۔۔ حديبيه كى دفعات كو۔۔۔ حرم شريف مىں داخلے كى ممانعت كو۔۔۔ پيارے چچا كى لاش كا مشله كرنے كو۔۔۔ دشمن كى سفاكى همارى نظروں سے پوشيده نهىں۔۔۔ ظلم و ستم كے دل دادہ وحشى درندوں كى كوئى بهى درندگى تو تاريخ دانوں كى نكا هوں سے او جھل نهىں۔

پھر جب فاتح اعظم انے مكه فتح كىا تو كىا فاتح كى حيثيت سے اىسا كوئى قدم اُٹھايا جو انسانى تاريخ مىں فاتحين نے اُٹھايا؟

آپ انے بحثيت فاتح اعظم كىا كىا؟

كىرن صاحبه خود لكھتى هیں:

Finally Muhammad issued a general amnesty. Only about ten people were put on the black List. They included Ikrimah (but not Safwan, for some reason), people who had spread anti-Muslims propaganda and people who had injured the prophet's family. But any of these people who asked forgiveness seem to have been spared. ⁴⁶⁷

آخر مىں حضور نے عام معافى كا اعلان كر دىا۔ صرف دس افراد كو قتل كرنے كا حكم دىا ان مىں عكرمه بهى شامل تھا؁ صفوان كو كسى وجه سے شامل نهىں كىا كىا۔ ان مىں وه لوگ شامل تھے جو اسلام كے خلاف كرتے رهے تھے يا جنهوں نے آنحضرت (ا) كے اهل خانه كو ايذا ئىں پہنچائى تھىں ليكن جن لوگوں نے رسول الله (ا) سے معافى مانكى؁ انھىں معاف كر دىا كىا۔ ⁴⁶⁸

اے نقىبانِ امن و آشتى!

كن لوگوں كو معاف كر دىا كىا؟

جنهوں نے آپ صلى الله عليه وسلم كو كذاب كها۔۔۔ شاعر كها۔۔۔ مجنوں كها۔۔۔ ساحر كها۔۔۔ جنهوں نے شعب ابى طالب مىں تىن سال محصور

ركھا؁ معاشى بايكٹ كىا۔

كن لوگوں كو معاف كر دىا كىا؟

جنهوں نے آپ كو قتل كرنے كى سازش كى۔۔۔

كن لوگوں كو معاف كر دىا كىا؟

جنهوں نے آپ كو جبراً جلا وطن كىا۔۔۔

کن لوگوں کو معاف کر دیا گیا؟

آپ کے اصحاب کی جائیداد کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ضبط کر لیا گیا۔

کن لوگوں کو معاف کر دیا گیا؟

جنہوں نے آپ عزیز و محبوب چچا کی لاش کا مثلہ کیا اور اُن کے ناک، کان، کاٹ کر ہار بنا کر پہنے۔۔۔

کن لوگوں کو معاف کر دیا گیا؟

جنہوں نے مدینے کی بستی پر بارہا حملہ کیے تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔۔۔

اے بزم افکار کے رفیقو!

یہ خوش خبری کب سنائی گئی؟

یہ معافی کب دی گئی؟

یہ مژدہ جاں فزا کب سنایا گیا

جب آپ اکمل فتح حاصل کر چکے تھے اور مکہ کی فضاؤں میں توحید کے نغمے دوبارہ گونج رہے تھے۔۔۔ لا الہ الا اللہ کی صداؤں سے لات

وہبل اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

کیا شورشوں کے استشراتی مبلغ ماضی میں ایسی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

کیا ماضی میں کسی فاتح یا کسی بادشاہ نے یا کسی فاتح جرنیل نے ایسی کوئی مثال قائم کی ہے؟

یہ پیغمبر امن کی ہی ذات تھی جس نے انسانیت کو عملی طور پر عفو درگزر کا درس دیا۔

یہ پیغمبر اسلام ہی کی ذات تھی جس نے عالی ظرفی کا مظاہرہ کر کے رہتی دنیا تک امن و آشتی کی صدا میں بلند کر دیں۔

صرف دس افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اُن دس افراد میں سے بھی صرف تین ہی قتل ہوئے۔

جیسا کہ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

رحمت للعالمین کے عفو و درگزر کا یہ عالم تھا کہ ان دس مجرموں میں سے بھی اکثر کو معاف کر دیا۔ اُن دس مجرموں میں سے صرف تین

مجرم قتل ہوئے، اُن میں سے بھی ایک عبد اللہ ابن خطل تھا اس نے اسلامی لشکر کے مکہ میں داخلہ کے وقت مقابلہ کیا، دوسرے وہ مرتد ہو گیا تھا

اس لیے وہ پہلے ہی واجب القتل تھا تیسرے اُس نے ایک بے گناہ مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا، لہذا اُسے اس

مسلمان کے قصاص میں قتل کیا گیا جو عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ دوسرا قتل الحویرث ابن نقیذ بن وہب کا تھا۔ یہ شخص اگر

چہ ایدارسانی اور حضور کے خلاف زہر افشانی کرنے میں سب سے آگے تھا۔ لیکن حضور نے اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرما دیا تھا۔ اگر

اس كو بهى قتل كىا گىا تو اس كى كوئى اور وجه بهى هو سكتى هے؁ وه كسى سكلن جرم مىل ملوٹ هو گا؁ ذاتى انقمام كا تو سوال هى پىدا نهىل هو تا بقىنا اس سه كوئى غير انسانى جرم سرزد هو او هو كا جس كى سزاموت سه كم نهىل هو كى؁ كسى قصاص مىل اس كا قتل روار كها گىا؁ تىسرا قتل مقىس بن صبا به كا تھا جسے صفا اور مروه كه درمىان قتل كىا گىا؁ اس نه اىك مسلمان كو قتل كىا تھا اور پھر مر تد هو گىا تھا اس لىه وه بهى واجب القتل تھا؁ باقى سات افراد معافى كه خواستگار هوئے تو حضور رحمت عالم انه انهىل معاف فرما دىا؁⁴⁶⁹

ىه وه نازك موقع تھا كه جب هر شخص كو يقىن تھا كه اب اهل شهر كى خىر نهىل لىكن اىك شخص بهى قتل نهىل هو ا؁؁ كسى دشمن كى بىئى كى عصمت نهىل لئى؁؁ كسى دشمن كه بچے كو نىزے پر نهىل اچھالا؁؁ ابو جهل جس نه عداوت رسول كى تاريخ رقم كى اس كه بىئے عكرمه كو بهى معاف فرما دىا؁ جو خود عداوت رسول مىل اپنے باپ كه نقش قدم پر تھا؁

وحشى جس نه آپ كه چچا كو قتل كىا هر شخص كو يقىن تھا كه آج وحشى بهى قصاص مىل قتل كىا جائے گا مكر آپ انه ىه خون بهى معاف فرما دىا؁

هنده جس نه آپ كه عزىز چچا كى لاش كا مثله كىا؁ اسے بهى معاف فرما دىا بلكه اهل مكه كى ستم ظرفىفوى كه جواب مىل فرماىا جو اپنے گھر كا دروازه بند كر لے؁ جو ابوسفىان كه گھر مىل پناه لے لے؁ يا جو كعبه مىل پناه لے لے اسے امان هے؁

عثمان بن طلحه كلید بردار كعبه جس نه بعثت سه قبل اىك دفعه پیغمبر اسلام كه لىه كعبه كا دروازه كھولنه سه انكار كر دىا تھا فتح مكه كه موقع پر اس كه ساتھ كىا سلوك كىا؁

پىر كرم شاه الازهرى لكھتے هىل:

(عثمان بن طلحه كهتے هىل كه) هجرت مكه سه پہلے اىك روز نبى كريم اسه مىرى ملاقات هوئى؁ حضور انه مجھے اسلام قبول كرنه كى دعوت دى؁ مىل نه كهيا يا محمد؟ آپ كىسى عجب و غرىب باتىل كر رهے هىل؟ آپ مجھ سه ىه توقع ركھتے هىل كه مىل آپ كا پىروكار بن جاؤں حالانكه آپ نه اپنى قوم كه دىن كو ترك كر دىا هے اور اىك نىا دىن لے آئے هىل؟ وه كهتا هے كه عهء جاهلىت مىل همارا ىه دستور تھا كه هم زائرىن كه لىه سوموار اور جمعرات كو كعبه شرف كا دروازه كھولا كرتے تھے؁ اىك مرتبه حضور تشرىف لائے تاكه دوسرے لوگوں كى معىت مىل كعبه مىل داخل هوں؁ مىل نه آپ كه ساتھ بڑى بد خلقى كا مظا هره كىا اور نهائى ناشائسته انداز مىل گفتگو كى لىكن حضور انه كسى برهمى كا اظهار نه كىا بلكه بڑے حلم اور بردبارى سه مىرى بد كلامى كو برداشت كىا؁ البته بڑى نرمى سه فرماىا:

اے عثمان! ىادر كھو اىك دن آنه والا هے جب تو دىكھے گا كه ىه كنخى مىرے ها تھ مىل هو كى اور مىل جس كو چا هوں گا عطا كروں گا؁

میں یہ سُن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا، کیا اُس روز قریش کی عزت و آبرو خاک میں مل چکی ہوگی، تب ہی یہ انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟ حضور نے فرمایا، اے عثمان! جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اُس روز قریش ذلیل و خوار نہیں ہوں گے بلکہ اُن کی عزت و شوکت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہوگا۔

عثمان کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد میری لوحِ قلب پر نقش ہو گیا مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اُن کی زبانِ پاک سے جو بات نکلتی ہے وہ لامحالہ ہو کر رہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہو جاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادے کی بھنک پڑ گئی۔ انہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا، اس لیے میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کلید پیش کرو۔ میری کیا مجال تھی کہ انکار کرتا فوراً گھر سے چابی لے آیا اور بصد ادب بارگاہِ رسالت میں پیش کر دی۔ حضور نے فرمایا عثمان! تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اے شک آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ سرکارِ دو عالم نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی ساتھ ہی فرمایا، یہ چابی لے لو اور میں تمہیں ابد تک کے لیے دے رہا ہوں اور جو تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ 470

اگرچہ اس کلید کعبہ کے حصول کے خواہش مند حضرت علی اور حضرت عباس بھی تھے مگر آپ نے لطف و کرم کی انتہا کر دی اور انتقام کو پسند نہ فرمایا۔

احبابِ من!

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے امن و آشتی کے ان دریاؤں کو جاری کیا جن سے بنی نوع انسان رہتی دنیا تک سیراب ہوتے رہیں گے۔۔۔ امن و امان کا آفتاب جو عرصہ داز سے ظلم و ستم کے دھوئیں میں چھپا ہوا تھا مزید نکھر کر کرہٴ انسانی کو امن و سلامتی کی کرنوں سے روشن کرنے لگا۔

حقیقت اور سچ کی تلاش میں سرگرداں اے مسافرِ انِ حق!

سیرتِ النبی کے جس پہلو کا بھی مطالعہ کرو گے امن و امان، سلامتی تمہیں اپنے عروج پر نظر آئے گی اور طالبانِ حق سے ہم صرف اتنا کہیں گے کہ پوری سیرت کے سنہرے نقوش تو تمہاری آنکھوں کو خیرہ کر دیں گے، صرف فتح مکہ کے بعد آپ نے امن و امان اور انسانیت کے لیے جس سلامتی کا مظاہرہ فرمایا اسی کی چند کرنیں ان پر حق کو عیاں کر دیں گی۔

بنو تریطہ:

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین مشہور قبائل موجود تھے بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قینقاع کو ان کی عہد شکنی کے سبب پہلے ہی جلاوطن کیا جا چکا تھا۔

غزوہ احزاب کے موقع پر جب کفر کے لشکر نے جس میں بنو نضیر، بنو قینقاع بھی شامل تھے بلکہ ان کے براہیجنتہ کرنے پر کفار مکہ لشکر جرار لے کر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے آئے تھے۔

حئی بن اخطب جو بنی نضیر کا سردار تھا بنو قریظہ کے سردار کعب کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ آج وہ موقع ہے کہ پھر کبھی میسر نہیں آئے گا لہذا تم پشت پر سے حملہ کرو اور ہم سامنے سے حملہ کر دیتے ہیں۔ بنو قریظہ کا حضور اسے معاہدہ تھا مگر حئی کے بھڑکانے اور اکسانے پر اُس نے پیغمبر اسلام اور ملت اسلامیہ کی پیٹھ میں عین لڑائی کے دوران خنجر گھونپنے کا ارادہ کر لیا۔

آپ ﷺ کو بنو قریظہ کی عہد شکنی کی خبر جیسے ہی پہنچی تو آپ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو اور خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ کو چند خاص آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے بنو قریظہ کو سمجھایا کہ اس موقع پر عہد شکنی درست نہیں عین لڑائی کے وقت تم عہد توڑ رہے ہو مگر بنو قریظہ نے اس نازک موقع پر عہد شکنی کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے لہذا یہ احباب واپس آگئے۔

اب صورت حال یہ ہو گئی کہ سامنے لشکر کفار اور پشت پر بنو قریظہ کے غدار، جائیں تو کہاں جائیں نہ جائے رفتن نہ پائے رفتن۔ پیغمبر اسلام کی جنگی حکمت عملی کے سبب لشکر کفار میں پھوٹ پڑ گئی اور آپ نے بنو قریظہ کے جنگی مجرموں کو سزا دینے کے لیے اُن کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔

ان جنگی مجرموں کی سینہ زوری ملاحظہ فرمائیے کہ اب بھی بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ اپنے نمائندے نباش بن قیس کو بھیج رہے ہیں اور سونے پر سہاگہ جنہیں جنگی جرم میں قتل ہونا چاہیے وہ ڈھٹائی کے ساتھ شرائط پیش کر رہے ہیں کہ جن شرائط پر بنو نضیر کو مدینے سے جانے دیا گیا تھا انہی شرائط پر ہمیں بھی جانے کی اجازت دے دی جائے۔ آپ نے انکار فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا ہمارا مال و اسباب رکھ لیا جائے اور جان بخش دی جائے۔

آپ ﷺ نے انکار فرمادیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے متعلق میرا فیصلہ ماننے کو تیار ہو تو تمہارے ساتھ مفاہمت کی بات چیت کی جاسکتی ہے مگر یہود نے آپ کو حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اور کہا کہ ہم سعد بن معاذ کو حکم مقرر کرتے ہیں (حضرت سعد بن معاذ بنو قریظہ کے حلیف تھے) حضرت سعد نے ان جنگی مجرموں پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے حکم دیا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے مال و جائیدادیں مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی جائیں۔
لہذا اسی فیصلے کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ اس واقعے کے متعلق کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

The tragedy of Qurayzah may have seemed expedient to the Arabs of Muhammad's time, but is not acceptable to us today. Nor was it what Muhammad had set out to do. His original aim had been to end the violence of jahiliyyah, but he was now behaving like an ordinary Arab chieftain.⁴⁷¹

”بنو قریظہ کا المناک انجام عہد پیغمبر کے عربوں کو ناگزیر معلوم ہوا ہو گا لیکن آج یہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔ مسلمانوں کا اصل مقصد جاہلیہ کا خاتمہ کرنا نہیں لیکن اب وہ کسی عام عرب سردار کی طرح ہی رویہ اپنائے ہوئے تھے۔“⁴⁷²

مس کیرن آر مسٹر انگ کا یہ کہنا کہ یہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔ کیونکہ جو نتیجہ یہود، کفار مکہ اور اسلام دشمن قوتیں دیکھنا چاہتی تھیں وہ تو وہی نہیں سکا۔ کیونکہ اگر یہ پانسہ یوں نہ پلٹتا تو مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا۔۔۔ کیا مسلمان نام کی قوم آج موجود بھی ہوتی۔ مسلمانوں اور اُن کے بیوی بچوں پر کیا گزرتی، یہود و نصاریٰ کی خون آشامی کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔

اس واقعے کی مخالفت کرنے والے ذرا یہ تو بتائیں کہ عین لڑائی کے وقت معاہدہ توڑ دینا کیا دغا دینے اور جنگی جرم کے مترادف نہیں۔ بنو قریظہ اپنی تلواروں کی دھار کو تیز کر رہے تھے تاکہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جاسکے۔ ایسے جنگی مجرموں کو آج عہد جدید میں کیا سزا دی جاتی، کیرن صاحبہ خود فیصلہ کر لیں۔ اُن کے لیے پھر یہ سب کچھ قابل قبول ہو جائے گا۔
ہم مس کیرن اور استشراقی دنیا کے شہسواروں سے چند سوالات پوچھنا چاہیں گے:

- کیا بنو قریظہ اور بنو نضیر نے جو بد عہدی کی تھی ان سے یہ امید کی جاسکتی تھی کہ یہ دوبارہ کوئی بد عہدی نہیں کریں گے؟
- کیا ان سے یہ امید کی جاسکتی تھی کہ یہ کسی اور نازک موقع پر معاہدہ نہیں توڑیں گے؟
- کیا بنو قریظہ کو جلاوطن کرنا ایک درست قدم ہوتا؟ کیونکہ اس سے قبل بنو نضیر کو جلاوطن کیا گیا تو نہ صرف وہ مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو جمع کر لائے بلکہ بنو قریظہ کو بھی عہد شکنی پر آمادہ کر کے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپا۔
- بنو قریظہ کی بابت فیصلہ بھی پیغمبر اسلام نے نہیں بلکہ حضرت سعد نے فرمایا اور وہ بھی عین ان کی مذہبی کتاب تورات کے مطابق۔

آج بھی موجودہ توریت میں اس ضمن میں درج ذیل احکامات موجود ہیں۔

بنو قریظہ کا انجام از روئے قانونِ توریت:

بنو قریظہ کا انجام سے متعلق ذیل قوانین وضاحت کے ساتھ توریت میں موجود ہیں:

تب انہوں نے کہا آؤ ہم یرمیاہ کی مخالفت میں منصوبے باندھیں کیونکہ شریعت کا ہن سے جاتی نہ رہے گی اور مشورت و مشیر سے اور نہ کلام نبی سے آؤ ہم اسے زبان سے ماریں اور اس کی کسی بات پر توجہ نہ کریں۔

اے خداوند تو مجھ پر توجہ کر اور مجھ سے جھگڑنے والوں کی آواز سن، کیا نیکی کے بدلے بدی کی جائے گی کیونکہ انہوں نے میری جان کے لیے گڑھا کھودا۔ یاد کر کہ میں تیرے حضور کھڑا ہوا کہ ان کی شفاعت کروں اور تیرا قہر ان پر سے ٹلا دوں۔ اس لیے ان کے بچے کال کے حوالے کر اور ان کو تلوار کی دھار کے سپرد کر، ان کی بیویاں بے اولاد اور بیوہ ہوں اور ان کے مرد مارے جائیں۔ اُن کے جوان میدانِ جنگ میں تلوار سے قتل ہوں جب تو اچانک ان پر فوج چڑھالائے گا۔ اُن کے گھروں سے ماتم کی صدا اٹکے کیونکہ انہوں نے مجھے پھنسانے کو گڑھا کھودا اور میرے پاؤں کے لیے پھندے لگائے پر اے خداوند تو ان کی سب سازشوں کو جو انہوں نے میرے قتل پر کیں جانتا ہے۔ ان کی بدکرداری کو معاف نہ کر اور ان کے گناہ کو اپنی نظر سے دور نہ کر بلکہ وہ تیرے حضور پست ہوں اپنے قہر کے وقت تو ان سے یونہی کر۔ 473

اس کی تفسیر میں پادری میتھیور قم طراز ہیں:

یہاں نبی ﷺ نے معاملات کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ ہم سیکھیں:

ا۔ یرمیاہ کے ستانے والوں، دشمنوں کا عام طریقہ کار

وہ سر جوڑ کر بیٹھے تاکہ اس کے خلاف مشورہ کریں تاکہ ایک تو اُس نے جو کچھ کہا تھا اُس کا بدلہ لیں۔ دوسرے آئندہ کے لیے اسے چپ کرادیں۔ ”انہوں نے کہا آؤ ہم یرمیاہ کی مخالفت میں منصوبے باندھیں۔“ نہ صرف اس کی ذات کے خلاف بلکہ اس کلام کے خلاف بھی جو وہ سناتا تھا۔

اس معاملے میں وہ کلیسیا کے حق میں بڑی غیرت و جوش و خروش کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اگر یرمیاہ کو اسی طرح منادی کرنے دی گئی تو کلیسیا کو سخت خطرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں ”آؤ“ اسے خاموش کرادیں اور کچل دیں ”کیونکہ شریعت کا ہن سے جاتی نہ رہے گی۔ 474 مزید آگے لکھتے ہیں:

اسے موثر طور سے خاموش کرنے کے لیے وہ اسے جان سے مارے دینے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ”خداوند تو ان کی سب سازشوں کو جو انہوں نے میرے قتل پر کیں جانتا ہے“ وہ اس کی قیمتی جان کو شکار کرتے ہیں۔⁴⁷⁵

مزید آگے لکھتے ہیں کہ یرمیاہ نبی نے کس طرح دعا کی؟ کس طرح اپنے رب کو پکارا؟

اس نے اپنا مقدمہ خدا کے سامنے پیش کیا کہ وہی دیکھے۔ وہ اس کی کسی بات کا لحاظ نہیں کرتے تھے، اُس کی شکایت نہیں سنتے تھے اور نہ اس کے کسی دکھ پر توجہ دیتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ ”اے خداوند! تو مجھ پر توجہ کر۔“ مجھ سے جھگڑنے والوں کی آواز سُن کیسا ہنگامہ اور شور کرتے ہیں۔ اُن کی ساری باتیں کسی کینہ اور بغض سے بھری ہیں۔ وہ اپنے ہی منہ سے قصور وار ٹھہریں اُن کی زبانیں انہی پر آپڑیں۔

وہ خدا سے اُن کے ناشکرے پن کی شکایت کرتا ہے ”کیا نیکی کے بدلے بدی کی جائے گی“ اور اسے سزا نہ ملے گی؟ ان کی بدی کے عوض کیا تو مجھ سے نیکی نہیں کرے گا؟ ”انہوں نے میری جان کے لیے گڑھا کھودا۔“ وہ بزدلانہ سازش کر کے اس کی جان لینا چاہتے تھے انہوں نے اس کے لیے گڑھے کھودے جن سے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔⁴⁷⁶

یرمیاہ نبی نے کیا دعا کی اور کیوں کی پادری صاحب لکھتے ہیں:

وہ دعا مانگتا ہے کہ خدا اُن پر سزائیں نازل کرے وہ انتقام کی روح سے ایسا نہیں کرتا بلکہ ان کی بدی پر ناراض ہو کر ایسا کرتا ہے۔

وہ دعا مانگتا ہے کہ:

(۱) ان کے خاندان کو روٹی نہ ملے اور وہ بھوکوں مرجائیں۔

(۲) وہ جنگی تلوار سے کاٹ ڈالیں جائیں۔

(۳) جنگ کی دہشت اور تباہی انہیں ناگہاں اور اچانک آدبائے تاکہ سزا ان کے گناہ کے مطابق ہو۔

(۴) اُن سے گناہ کے مطابق سلوک کیا جائے کیونکہ ان کے لیے کوئی عذر نہیں۔ انہیں سزا ملے۔

(۵) اُن کے خلاف خدا کا قہر اُن کو تباہ و برباد کر دے ”وہ تیرے حضور پست ہوں۔“⁴⁷⁷

کتاب گنتی میں درج ہے:

اور بسن کا بادشاہ عوج اپنے سارے لشکر کو لے کر نکلتا کہ اورعی میں اُن سے جنگ کرے اور خداوند نے موسیٰ سے کہا اس سے مت ڈر کیونکہ میں نے اسے اور اس کے پورے لشکر کو اور اس کے ملک کو تیرے حوالہ کر دیا ہے سو جیسا تو نے اموریوں کے بادشاہ سیمون کے ساتھ حسبون میں رہتا تھا، کیا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ بھی کرنا چنانچہ انہوں نے اس کو اور اس کے بیٹوں اور سب لوگوں کو یہاں تک مارا کہ اس کا کوئی باقی نہ رہا اور اس کے ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔⁴⁷⁸

اسی کتاب میں آگے درج ہے:

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لے۔ اس کے بعد تو اپنے لوگوں میں جا ملے گا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا اپنے میں سے جنگ کے لیے آدمیوں کو مسلح کرو تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں اور مدیانیوں سے خداوند کا انتقام لیں اور اسرائیل کے سب

قبیلوں میں سے فی قبیلہ ایک ہزار آدمی لے کر جنگ کے لیے بھیجنا سو ہزاروں ہزار بنی اسرائیل میں سے فی قبیلہ ایک ہزار کے حساب سے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کے لیے چنے گئے یوں موسیٰ نے ہر قبیلے سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیجا اور الیعزر کاہن کے بیٹے فینحاس کو بھی جنگ پر روانہ کیا اور مقدس کے ظروف اور بلند آوازے کے نرسنگے اس کے ساتھ کر دیئے اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا اور انہوں نے ان کے مقتولوں کے سوا عوی اور رقم اور صور اور حور اور ربلع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا۔ انسان اور کیا حیوان ساتھ لیے اور ان اسیروں اور مال غنیمت کو موسیٰ اور الیعزر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت میں اس لشکر گاہ میں پاس لے آئے۔⁴⁷⁹

کتاب استثناء میں لکھا ہوا ہے:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔⁴⁸⁰

یشوع کی کتاب میں درج ہے:

اور ان شہروں کے تمام مال غنیمت اور چوپایوں کو بنی اسرائیل نے اپنے واسطے لوٹ میں لے لیا لیکن ہر ایک آدمی کو تلوار کی دھار سے قتل کیا یہاں تک کہ ان کو نابود کر دیا اور ایک تنفس کو بھی باقی نہ چھوڑا۔⁴⁸¹

کتاب قضاۃ میں لکھا ہے:

اس وقت انہوں نے مواب کے دس ہزار مرد کے قریب جو سب کے سب موٹے تازہ اور بہادر تھے، قتل کیے اور ان میں سے ایک بھی نہیں بچا۔ سو مواب اس دن اسرائیلیوں کے ہاتھ کے نیچے دب گیا اور اس ملک میں اسی برس چین رہا۔⁴⁸²

اسی کتاب میں درج ہے:

اس نے فنوایل کا برج ڈھا کر اس شہر کے لوگوں کو قتل کیا۔⁴⁸³

اس آیت کی تفسیر میں پادری میتھیو لکھتے ہیں:

اس نے اس شہر کے لوگوں کو قتل کیا کیونکہ وہ نہایت بد تمیز اور بد زبان تھے تاکہ باقی لوگوں پر دہشت بیٹھ جائے اس طرح جر عون نے فنوایل کے لوگوں کو سبق سکھایا۔⁴⁸⁴

اسمویٰ باب ۱۱ میں ہے:

اور دوسری صبح ساؤل نے لوگوں کے تین غول کیے اور وہ رات کے پچھلے پہر لشکر میں گھس کر عُمونیوں کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ دن بہت چڑھ گیا اور جونچ کر نکلے سوا یسے تتر بتر ہو گئے کہ دو آدمی بھی کہیں ایک ساتھ نہ رہے۔⁴⁸⁵

۲ تواریخ میں لکھا ہے:

اور کوئی کیا چھوٹا کیا بڑا، کیا مرد کیا عورت خداوند اسرائیل کے خدا کا طالب نہ ہو وہ قتل کیا جائے۔⁴⁸⁶

کتاب یسعیاہ میں ہے:

اس کے فرزندوں کے لیے ان کے باپ دادا کے گناہوں کے سبب سے قتل کے سامان تیار کرو تاکہ وہ پھر اٹھ کر ملک کے مالک نہ ہو

جائیں۔⁴⁸⁷

اس کی تفسیر میں پادری صاحب لکھتے ہیں:

خدا ہمارے خیال سے کہیں زیادہ قوموں کے مفاد کو عزیز رکھتا ہے اس لیے بعض ایسے افراد کو کاٹ ڈالتا ہے کہ جو جیتے رہتے تو شرارت

ہی کرتے۔⁴⁸⁸

پادری صاحب کی تفسیر کی روشنی میں اگر مدینہ منورہ کے یہودیوں بالخصوص بنو نضیر اور بنو قریظہ کا جائز لیجیے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ وہ جب تک زندہ رہتے فتنہ و فساد پر ہی آمادہ رہتے۔

اور جو لوگ فتنہ و فساد پر آمادہ نظر نہیں آتے وہ امن امان کے ساتھ زندہ رہتے جیسا کہ کیرن صاحبہ خود لکھتی ہیں:

Even in Muhammad's own time, smaller Jewish groups remained in Medina after 627 and were allowed to live in peace with no further reprisals.⁴⁸⁹

خود رسول اللہ کے زمانے میں یہودیوں کے چھوٹے گروپ ۶۲۷ عیسوی کے بعد مدینہ میں بدستور موجود رہے، انہیں امن و سکون کے ساتھ رہنے

کی اجازت تھی اور ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی گئی۔⁴⁹⁰

مزید آگے اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

اسلامی سلطنت میں عیسائیوں کی طرح یہودیوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور ہماری موجودہ صدی میں اسرائیل کی ریاست کے قیام تک وہ امن و آشتی کے ساتھ رہتے رہے ہیں۔ اسلامی عہد میں یہودیوں کو وہ مصیبتیں نہیں اٹھانا پڑی تھیں جن کا سامنا انہیں عیسائیت کے دور میں کرنا پڑا تھا۔⁴⁹¹

اگر ان بدعہدیوں کو چھوڑ دیا جائے تو آئندہ کے حالات کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے خود کیرن آر مسٹر انگ لکھتی ہیں:

The Muslim umma had narrowly escaped extermination at the siege and emotions were naturally running high. Qurayzah had nearly destroyed Medina. If Muhammad had let them go they would at once have swelled the Jewish opposition at Khaybar and have organized another offensive against Medina: the next time the Muslims might not be so lucky.⁴⁹²

محاصرے کے دوران امت مسلمہ تباہ ہونے سے بمشکل بچی تھی اس لیے اس وقت مسلمان فطری طور پر بہت جذباتی تھے۔ بنو قریظہ نے مدینہ کو تقریباً برباد کر دیا تھا اگر رسول اللہ ان یہودیوں کو چھوڑ دیتے تو وہ فراخیبر جاکر دوسرے اسلام دشمن یہودیوں کے ساتھ مل جاتے اور مدینہ پر ایک اور حملے کی تیاریاں کرنے لگتے، ممکن تھا کہ اگلی مرتبہ قسمت مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتی۔⁴⁹³

عزیزان گرامی!

گزشتہ صفحات پر پیش کی گئی بائبل کی آیات یقیناً کیرن صاحبہ نے اپنے دور رہبانیت میں ضرور مطالعہ کی ہوں گی۔ غالباً اسی لیے پیغمبر اسلام اکے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

The massacre of Qurayzah is a reminder of the desperate condition of Arabia during Muhammad's lifetime. Of course we are right to condemn it without reserve, but it was not as great a crime as it would be today. Muhammad was not working within a world empire which imposed widespread order nor within one of the established religious traditions. He had nothing like the Ten Commandments (though even Moses is said to have commanded the Israelites to massacre the entire population of canaan shortly after he had told them; 'Thou shalt not kill.'⁴⁹⁴

بنو قریظہ کے قتل عام سے حضرت محمد (ا) کے عہد میں پائے جانے والے مایوس کن حالات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ المناک واقعہ تھا لیکن اس دور میں اس کارروائی کو اتنا بڑا جرم نہیں سمجھا جاتا تھا جس قدر آج تصور کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ کسی ایسے زمانے میں ایک عالمی سلطنت کے اندر مصروف عمل نہیں تھے جس میں بین الاقوامی امن کا دور دورہ ہو، نہ ہی اس وقت کوئی مسلمہ مذہبی روایات موجود تھیں۔

آپ كے پاس وه دس احكام الهى بهى موجود نهىں تهے جن ميں كهيا گيا تهاه كه: ”تم قتل نهىں كرو گے“ ليكن حضرت موسىٰ عليه السلام نے يه حكم پہنچانے كے بعد خود كيا كيا؟ انهوں نے اسرا ئيليوں كو حكم ديا كه وه كنعان كى پورى آبادى كو ته تیخ كر ديں۔⁴⁹⁵ بنو قريظه كے واقعہ كے حوالے سے ايك اور جگه لكهتي هيں:

This is a grim and horrible story and hideous overtones for most of us today. ⁴⁹⁶

يه ايك مهيب اور وحشت ناك قصه هے اور آج هم ميں سے بيشترو لوك اسے بهيانك واقعہ قرار ديں گے۔⁴⁹⁷ كيرن صاحبه كے اس بيان سے درج ذيل الزامات پيغمبر اسلام اور حضرت موسىٰ عليه السلام پر عائد هوتے هيں:

۱۔ يه المناك، مهيب، وحشت ناك واقعہ تهاه

۲۔ اس جرم كو اتنا بڑا جرم نهىں سمجها جاتا تهاه جس قدر آج سمجها جاتا هے

۳۔ رسول اللہ كسى ايسے زمانے ميں مصروف عمل نهىں تهے جس ميں بين الاقوامى امن كا دور دورہ هو

۴۔ اور نه هي كوئى مسلمہ مذهبي روايات موجود تههيں۔

۵۔ آپ كے پاس وه دس احكام بهى موجود نهىں تهے جس ميں كهيا گيا تهاه كه تم قتل نهىں كرو گے ليكن موسىٰ عليه السلام نے ان احكام پر عمل نهىں كيا۔

كيرن صاحبه ! المناك واقعہ يه نهىں بلكه المناك واقعہ تو عهد شكنى تهى اور واقعہ المناك، مهيب اور وحشت ناك وه هوتا جب بنو قريظه اپنے مهيب اور وحشت ناك مقصد اور هولناك مشن ميں كامياب هو جاتے۔

بنو قريظه كا انخام اور عهد حاضر:

كهوپڑيوں كى بنيادوں پر تعمير هونے والى سلطنت برطانيه ميں مقيم شهزادى كيرن صاحبه جنگى مجرموں كو سزا دينا جرم سمجھتي هيں۔ 16 ويں صدي كى نيم تهذيب يافته قوم كى اس راهبه كے نزديك كيا قاتل كو سولى پر لٹكانا جرم هے؟ اے عقل ودانش كے معمارو!

كيا آج كى اس جديد دنيا ميں هم كسى سرجن كو جو لوگوں كے پيٹ چاك كر كے ان كا آپريشن كرتا هو، پيٹ پھاڑنے كے جرم ميں جيل كى سیر كرا ديں؟

كيا كسى قاتل كو پھانسي دينے كے جرم ميں جج پر فرد جرم عائد كر ديں؟

اگر كسى قاتل كو پھانسي دينا جرم نهىں

اگر كسى سرجن كا مريض كا پيٹ چاك كرنا جرم نهىں تو جنگى مجرموں كو جرم بغاوت ميں سزائے قتل سنانا بهى جرم نهىں۔

اور رہا سوال یہ کہ یہ اُس زمانے میں جرم سمجھا جاتا تھا یا نہیں؟
اُس زمانے میں جنگی مجرموں کے ساتھ یہ سلوک ہوتا تھا یا نہیں؟
تو آپ خود ہی لکھتی ہیں:

He knew that Muhammad would be well within his rights, according to the convention of Arabia, to massacre the whole tribe. ⁴⁹⁸

وہ (عبداللہ بن اُبی) جانتا تھا کہ اگر حضرت محمد (ا) عرب روایات کے مطابق یہودیوں کے پورے قبیلے کو قتل کر دیتے تو وہ حق پر ہوتے۔ ⁴⁹⁹
مزید آگے لکھتی ہیں:

Knowing that they were lucky to have escaped with their lives. ⁵⁰⁰

انہیں (بنو قینقاع کو) معلوم تھا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ اپنی جانیں بچا کر جا رہے ہیں۔ ⁵⁰¹
پھر بنو نضیر کو بھی پیغمبر اسلام نے جانے دیا مگر انہوں نے وہاں جا کر اس احسان کا بدلہ کیسے دیا کیرن صاحبہ لکھتی ہیں:

Nadir had proved to be even more dangerous to the umma after it had left medina, ⁵⁰²

بنو نضیر مدینے سے چلے جانے کے بعد مسلم اُممہ کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے تھے۔ ⁵⁰³

رہا سوال یہ کہ کیا آج یہ جرم سمجھا جاتا ہے؟

کیرن صاحبہ! شیشے کے گھر میں بیٹھ کر اس طرح پتھر مارنے کی حماقت درست نہیں۔ آج کا دور جہاں جرم کو جرم ہی نہیں سمجھا جاتا
--- جہاں قتل کو قتل نہیں کہا جاتا۔۔۔ جہاں دوسری قوموں کے وسائل پر ڈاکے کو ڈاکہ شمار نہیں کیا جاتا۔۔۔ جہاں استیصال کو U.S AID
نام دیا جاتا ہے۔ جہاں عراق و افغانستان اور ویت نام پر لاکھوں ٹن بارود برسا دیا جاتا ہے یہ دیکھے بغیر کہ اس کی زد میں عسکری لوگ آرہے ہیں یا
عورتیں اور بچے۔ ان بموں سے تباہی چھاؤنیوں، ہوائی اڈوں پر ہو رہی ہے یا ہسپتالوں اور اسکولوں پر۔ بمباری اس محفوظ دنیا میں جرم نہیں سمجھی
جاتی۔ دوسروں کی آنکھ میں تنکانہ ہوتے ہوئے بھی آپ کو نظر آگیا مگر اپنی آنکھ کا شہتیر آپ کو نظر نہیں آیا۔
آج کی قدرے محفوظ دنیا کے جرم کے بارے میں ارون دھتی رائے لکھتی ہیں:

Most of the essays in Chomsky's For Reasons of State are about U.S. aggression in South Vietnam, North Vietnam, Laos, and Cambodia. It was a war that lasted more than 12 years. Fifty-eight thousand Americans and approximately two million Vietnamese, Cambodians, and

Laotians lost their lives. The U.S. deployed half a million ground troops, dropped more than six million tons of bombs.⁵⁰⁴

چو مسکی کی کتاب "For Reasons of State" میں شامل اکثر مضامین کا تعلق جنوبی ویت نام، لاؤس اور کمبوڈیا میں امریکی جارحیت سے ہے۔ یہ جنگ 12 سال سے زیادہ عرصہ جاری رہی۔ 58 ہزار امریکی اور جنوبی ویت نام، شمالی ویت نام، لاؤس اور کمبوڈیا کے تقریباً 20 لاکھ باسی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ امریکانے تقریباً 5 لاکھ زمینی فوج جنگ میں جھونک دی، 60 لاکھ ٹن سے زیادہ بم برسائے۔⁵⁰⁵

بلکہ آج کی محفوظ دنیا کے بارے میں جہاں جنگ مجرموں کو سزا دینا جرم سمجھا جاتا ہے کہ بارے میں لکھتی ہیں:

آج ہمیں معلوم ہے کہ جنگ عراق میں تیزی لانے کے لیے پیش کی جانے والی ہر دلیل ایک جھوٹ ہے اور مضحکہ خیز ترین جھوٹ یہ ہے کہ امریکی حکومت، عراق میں جمہوریت لانے کا تہیہ کیے بیٹھی ہے۔

آمریت سے بچانے کے لیے کسی ملک کی عوام کو ہلاک کرنا یا نظریاتی بد عنوانی، امریکی حکومت کا ایک پرانا پسندیدہ کھیل ہے۔ یہاں لاطینی امریکا میں، آپ اس حقیقت سے کئی لوگوں کی نسبت زیادہ بہتر طور پر باخبر ہیں۔

اس بات پر کسی کو کوئی شک نہیں کہ صدام حسین ایک ظالم آمر اور ایک قاتل ہے (جس کی بدترین زیادتیوں کو امریکا اور برطانیہ کی حکومتوں کی حمایت حاصل رہی) اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عراق کے عوام، صدام سے جان چھڑا کر تو پوری دنیا سکھ کا سانس لے گی۔

تو کیا بش کو بم گرا کر وائٹ ہاؤس سے نکال دینا چاہیے؟⁵⁰⁶

بہت کچھ کہنے کو ہے کیرن صاحبہ مگر صفحات کم پڑ جائیں گے اور صفحات میسر آ بھی جائیں تو اہل صلیب کی رو سیاہی لکھنے کے لیے سیاہی کہاں سے لاؤں گا۔

پیغمبر اسلام ﷺ بین الاقوامی امن کے پیامبر:

رسول اکرم نے اس دنیا کو امن وامان کے وہ سنہری اصول دیے جو اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل ہیں ورنہ اس سے قبل کسی قوم، کسی قائد نے ایسے رہنما اصول نہیں دیئے تھے۔

آپ نے صرف امن وامان کے اصول ہی نہیں دیے بلکہ ان راستوں کو بھی مسدود کیا جن کے سبب امن وامان کی صورت حال بگڑتی ہے۔

بنی نوع انسان کو اخلاقیات کے ان سنہرے اصولوں سے آشنا کیا جو امن وامان کے لیے فیول کا کام دیتے ہیں۔ معلوم کر لیجیے کسی بھی ماہر سماجیات سے اتحاد و اتفاق کا عنصر امن وامان کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے۔

پوچھ لیجیے کسی ماہر عمرانیات سے احسان و سلوک۔۔، اخوت و محبت۔۔، اعتدال و میانہ روی۔۔، قناعت و فاقہ کشی۔۔، عدل و انصاف۔۔، ایثار و کرم۔۔، بہبود و فلاح۔۔، تواضع و خاکساری۔۔، حسن معاملہ۔۔، برائی کا بدلہ بھلائی۔۔، حوصلہ مندی۔۔، شرم و حیا۔۔، خشیت الہی۔۔، خوش خلقی و خوش مزاجی۔۔، رحم و کرم۔۔، لطف و کرم۔۔، سادگی و عفودر گزر۔۔، غریب نوازی۔۔، ہمسائے سے حسن سلوک۔۔، یتیموں سے برتاؤ۔۔، خود داری و عزت نفس۔۔، جیسے ان گنت سماجی فلک پر چمکنے والے اخلاقی قدروں کے تابناک ستارے کرہ انسانی پر روشنی کے لیے کتنے نا گزیر ہیں۔

اور معلوم کر لیجیے دنیا بھر کے تمام ماہرین سماجیات و عمرانیات سے، ماہرین نفسیات سے کہ استہزا و تمسخر۔۔، افشائے راز۔۔، اقتدار کی حرص۔۔، بخل۔۔، بددیانتی۔۔، بدکاری۔۔، بدگمانی۔۔، بدگوئی۔۔، بغض و کینہ۔۔، بہتان و حسد۔۔، افترا بازی۔۔، بے حیائی و بے صبری۔۔، فسق و فجور۔۔، تعصب و جاہلیت۔۔، تفرقہ بازی۔۔، دوسروں کے عیبوں کی تلاش۔۔، جدل و بے جا بحث۔۔، جھوٹ۔۔، جھوٹی گواہی۔۔، چغلی خوری۔۔، نا انصافی۔۔، چوری۔۔، حب دنیا۔۔، خیانت۔۔، دجل۔۔، دھوکہ بازی۔۔، دورنگی۔۔، دور خاپن۔۔، ذخیرہ اندوزی۔۔، رشوت۔۔، ریاکاری۔۔، زنا کاری۔۔، زیادتی۔۔، سود خوری۔۔، شراب خوری۔۔، طعنہ زنی۔۔، طمع و لالچ۔۔، ظلم کی اعانت۔۔، عریانیت۔۔، عناد۔۔، عیب جوئی۔۔، غاصبانہ قبضہ۔۔، غداری و عہد شکنی۔۔، غصہ و اشتعال انگیزی۔۔، مال حرام۔۔، غیظ و غضب۔۔، فحاشی و فحش گوئی۔۔، فقر و غرور اور گھمنڈ۔۔، گالی گلوچ۔۔، قتل و غارت گری۔۔، قطع تعلق۔۔، مال کی حرص۔۔، نا انصافی۔۔، ناپ تول میں کمی۔۔، نسل پرستی۔۔، ہوس۔۔، حرص و غیرہ وغیرہ امن و امان کے لیے کیسے زہر ہیں۔

پیغمبر اسلام نے امن و امان کے ایسے سنہرے اصول دیئے اور دہشت گردی و فتنہ و فساد کے سد باب کے لیے ایسے قوانین دیئے جن کا اگر میں تفصیل سے تذکرہ کروں تو صفحات قرآن و حدیث کے حوالوں سے بھر جائیں گے یہ وہ اصول ہیں، یہ وہ قوانین ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا امن و امان سے بھر جائے، جیسا عہد خلفائے راشدین میں تھا۔ جب دنیا کی زمام امت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور آج جب عروج اہل صلیب کے حصے میں آیا تو دنیا آگ اور خون سے بھر گئی۔

(۴) رہا سوال یہ کہ کوئی مسلمہ مذہبی روایت موجود تھی یا نہیں؟ تو ہم گزشتہ صفحات پر توریت کے حوالوں سے جنگی مجرموں کی سزا ثابت کر چکے ہیں۔

پیغمبر اسلام اور انسانی جان کی حرمت:

پیغمبر اسلام پر پانچواں الزام یہ عائد کیا گیا کہ پیغمبر اسلام کے پاس وہ دس احکام جن میں قتل کی ممانعت شامل تھی، نہیں تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھے لیکن انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

انسانی جان کی حرمت اور اسلام:-

اسلام انسانی جان کی حرمت پر بے انتہا زور دیتا ہے۔ حتیٰ کہ حالت جنگ میں بھی وہ ان لوگوں سے تعرض نہیں کرتا جو غیر مسلح اور غیر محارب ہوتے ہیں۔

اسلام نے عام آدمی کے قتل کی مذمت اور انسانی جان کی حرمت کو ادیان عالم میں سب سے پہلے مفصلاً بیان فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لَوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ

مَنْصُورًا۔⁵⁰⁷

اور نہ قتل کر اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہو مگر حق کے ساتھ اور جو قتل کیا جائے ناحق تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دے دیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل میں اسراف نہ کرے۔ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔ آیت پر غور کیجیے فرمایا:

فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ

پس اسے چاہیے قتل میں اسراف نہ کرے

اور قصاص کا حکم اس لیے دیا تاکہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور اس جرم کو کرنے سے بچیں، قصاص میں حیات ہے ورنہ تو دنیا میں قتل عام ہو جائے گا۔ اس لیے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاتٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ⁵⁰⁸

اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! تاکہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرنے لگو۔

اب ذرا غور کیجیے! فرمایا:

فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ

پس اسے چاہیے قتل میں اسراف نہ کرے

قتل میں اسراف نہ کرو۔ کیا مقصد؟

اگر کسی نے قتل کیا ہے تو اسی کو قتل کیا جائے اس کے غلام کو قتل نہیں کیا جائے گا یا اگر کسی قبیلے سے یا کسی قوم سے تعلق رکھتا ہے تو اس مجرم کے جرم کی پاداش میں اس قوم یا اس قبیلے کے لوگوں کو تہ تیغ نہیں کیا جائے۔

پھر قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے مگر اس کی لاش کو بگاڑنا یا خون بہا لینے کے بعد قاتل کو قتل کر دینا جائز نہ ہو گا۔

بلکہ ایک اور جگہ قانونِ قصاص کو یوں بیان فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَىٰ ذِكِّهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ⁵⁰⁹

اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص جو (ناحق) مارے جائیں آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پس جس کو معاف کر جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ چیز تو چاہیے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون بہا دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہیے) کہ اسے ادا کرے اچھی طرح یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔

قتل کے بارے میں ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَجَزَاءُ ذُو جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ⁵¹⁰

اور جو شخص قتل کرے کسی مومن کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا اور غضب ناک ہو گا اللہ تعالیٰ اس پر اور اپنی رحمت سے دور کر دے گا اسے اور تیار کر رکھا ہے اس نے اس کے لیے عذابِ عظیم۔

قرآن انسانی جان کی قدر و قیمت و حرمت کو یوں بیان فرماتا ہے:

مَنْ أَجْلٌ ذَٰلِكَ تَتَّبِعُنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ⁵¹¹

اسی وجہ سے (حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو اور جس نے بچا لیا کسی جان کو تو گویا بچا یا اس نے تمام لوگوں کو۔

ایک اور مقام پر اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ⁵¹²

اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا تو وہ پائے گا (اس کی) سزا۔

ایک اور جگہ قتلِ انسانی کی حرمت یوں بیان فرمائی:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ⁵¹³

اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہو اللہ نے سوائے حق کے۔

احباب من!

اسلام کا اسلوب قانون ملاحظہ فرمائیے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ ہی نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ **إِلَّا بِالْحَقِّ** کا کلمہ حق بھی موجود ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ کسی جان کو کبھی قتل نہ کرو حالات کتنے ہی دیگر گوں کیوں نہ ہو جائیں۔ ایک انسان اگر ساری انسانیت کی جان لینے پر تل جائے تب بھی اس دشمن انسانیت پر رحم کرو اگر یہ کہا جاتا تو یہ تعلیم کا نقص ہوتا اور کلام الہی میں نقص ہو نہیں سکتا۔ مسیحیت درحقیقت پولوسیت میں ایسا نقص ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مذہب بنی نوع انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ فساد کو ختم کرنے کے لیے تلوار کی ضرورت نہیں بلکہ کہتا ہے کہ خود فساد کو بھی فرد کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ مذہب یہ نہیں کہتا کہ شرارت کا استیصال بغیر جنگ کے بھی ہو سکتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ سرے سے اس کے استیصال ہی کی فکر فضول ہے۔ اس سے پنجہ آزما ہونے کے بجائے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔

یہ مذہب یہ نہیں کہتا کہ مجرموں کو تشدد کے بغیر بھی سزا دی جاسکتی ہے اور مظلوموں کا قصاص قوت کے بغیر بھی لیا جاسکتا ہے۔ بلکہ وہ ایک عجیب و غریب اور غیر فطری نظریے کو پیش کرتا ہے کہ تم سزا اور قصاص کا تصور ہی چھوڑ دو۔ کوئی کتنا ہی ظلم و ستم کیوں نہ کرے کوئی جبر و تشدد کی کتنی ہی ہولناک تاریخ ہی کیوں نہ رقم کرے، تم اسے معاف کرتے رہو۔

یہ پولوسیت کا تصور ہے اور بنی نوع انسان کے تمام دانشوروں، ماہرین سماجیات و نفسیات، ماہرین قانون و عقلیات سب کو جمع کر لیجیے سب بیک زبان مسیحیت کے اس ناقص قانون کی مذمت کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

اسلام اور شریعت اسلامیہ کسی بھی فرد کو ظلم و ستم پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ کرہ انسانی کو آگ و خون کے سمندر میں نہیں دھکیل سکتی اس لیے فرمایا **إِلَّا بِالْحَقِّ** ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے، قاتل سے قصاص لیا جائے تاکہ دائمی امن قائم ہو سکے۔ تاکہ حیرہ سے تنہا ایک عورت جازر و نہ ہو تو اس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے۔

قتل حق اور قتل بالحق کا تصور:

قتل، خواہشات نفس کی تسکین کا ذریعہ ہوتا ہے۔ مال و جاہ، نام و نمود وغیرہ جیسے محرکات ہی کسی کے قتل کے اسباب ہو سکتے ہیں۔ نفسانی جذبات کی تسکین، حلق سے نکلتے ہوئے خون کے فوارے، رقص بسمل کے تماشے، عقوبت خانوں میں گونجتی ہوئی چینیں۔۔۔ خواہشات کی راہ میں رکاوٹ فرد کا قتل اور زندہ و بے جان بتوں کی بھینٹ چڑھتے ہوئے انسانی لاشے۔

اور دوسری جانب ظلم و ستم سے آنکھوں کو چرائے، فتنہ و فساد سے دامن بچائے، بد امنی و خوں ریزی سے عقل و خرد کو چھپائے، معافی و درگزر کے راگ سناتے ہوئے یہ کہنا کہ حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں کسی بھی قیمت پر خون نہ گرایا جائے، یہ تعلیمات کا نقص ہے۔

اسلام اس افراط و تفریط کو پسند نہیں کرتا اس نے ان دونوں خیالات کی تردید کی۔

اسلام نے بتایا کہ انسانی جان کی حرمت ماں، بہن، بیٹی یا کعبہ کی طرح ابدی نہیں ہے کہ کسی طرح اس کی حلت تبدیل ہی نہ ہو سکے اور نہ ہی اس قدر کم کہ انسان کی جان، انسانوں کی نفسانی خواہش کی تسکین کا ذریعہ بن جائے۔

اسلامی تعلیمات نے بنی نوع انسان کو بتایا کہ جب تک وہ دوسرے کی جان کی حرمت کو روارکھے گا اُس کا خون بھی واجب الاحترام رہے گا اور جب وہ۔۔۔

دوسرے کی جان لے لے گا تو وہ اپنے خون کی قیمت خود ہی کھودے گا پھر اس کے خون کی قیمت اتنی بھی نہیں رہتی جتنی پانی کی ہوتی ہے۔

OOOO

ماخذ و مراجع

باب اول

- 1- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، از کیرن آرم اسٹرانگ، مترجم نعیم اللہ ملک صفحہ 29 مطبوعہ ابوذر پبلی کیشنز لاہور 2009
- 2- MUHAMMAD A Biography of the Prophet by Karen Armstrong Page: 26/27 published in 2001 by Phoenix press London
- 3- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات از کیرن آرم اسٹرانگ صفحہ 42 مترجم نعیم اللہ ملک مطبوعہ ابوذر پبلی کیشنز لاہور
- 4- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page. 27)
- 5- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 44
- 6- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 29
- 7- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 46
- 8- (Muhammad A BIOGRAPHY of the Prophet, Page:30/31)
- 9- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 48-9
- 10- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 32
- 11- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 50
- 12- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet by Karen Armstrong Page 35 published in 2001 by Phoenix press London
- 13- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 54
- 14- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 36
- 15- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 55
- 16- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 37
- 17- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 56,57
- 18- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 37

- 19- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 57
- MUHAMMAD Biography of the Prophet, Page: 40-20
- 21- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 60
- 22- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 31
- Muhammad A Prophet for our time by Karen Armstrong Page: 58 Print by Harper Press -23
London 2006
- 24- پیغمبر امن (اردو ٹائٹل) از کیرن آر مسٹر انگ مترجم یاسر جواد صفحہ 39 مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور 2007
- 25- Muhammad Prophet For Our Time Page: 59.
- 26- پیغمبر امن، صفحہ 39
- Muhammad Prophet For our time Page: 69,70,71-27
- 28- پیغمبر امن، صفحہ 48,49
- Muhammad Prophet For Our Time Page:70-29
- 30- پیغمبر امن، صفحہ 48
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 70-31
- 32- پیغمبر امن، صفحہ 49
- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page:110-33
- 34- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 154
- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 111-35
- 36- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 155
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 113-37
- 38- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 157
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page :115-39
- 40- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 160

- Muhammad Prophet For Our Time Page: 75-41
 42- پیغمبر امن، صفحہ 52
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 81-43
 44- پیغمبر امن، صفحہ 57
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 127-45
 46- پیغمبر امن، صفحہ 92
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 129-47
 48- پیغمبر امن، صفحہ 93
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 137-49
 50- پیغمبر امن، صفحہ 99
- Muhammad Prophet For Our Time Page: 151-51
 52- پیغمبر امن، صفحہ 110
- 53-MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 209
 54- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 281
- MUHAMMAD Prophet For Our Time Page: 151-55
 56- پیغمبر امن، صفحہ 111
- (MUHAMMAD Prophet For Our Time Page: 162-57
 58- پیغمبر امن، صفحہ 119
- (MUHAMMAD Prophet For Our Time Page: 201-59
 60- پیغمبر امن، صفحہ 148
- 61-MUHAMMAD Page: 184
 62- پیغمبر امن، صفحہ 135
- 63-MUHAMMAD Page: 189

64- پیغمبر امن صفحہ 139

MUHAMMAD Page: 190-65

66- پیغمبر امن، صفحہ 140

MUHAMMAD Page: 194-67

68- پیغمبران، صفحہ 143

69- ضیاء النبی جلد ششم صفحہ 311 از پیر کرم شاہ الازہری مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

باب دوم

(70- محمد، صفحہ 22)

MUHAMMAD a Biography of the Prophet, Page: 21-71

72- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 35)

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 11-73

(74- محمد، صفحہ 15)

-75

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 75 & 76 published by Harper collins

.Newyork 2007)

(CIA 76- اور دہشت گردی، صفحہ 110)

-77

(At The Center of the Storm by George Tenet, Page: 174)

(CIA 78- اور دہشت گردی، صفحہ 232)

-79

(At The Center of the Storm by George Tenet, Page: 179/180)

(CIA 80- اور دہشت گردی، صفحہ 238)

(81- سب سے پہلے پاکستان، صفحہ 253)

(82- ایضاً صفحہ 254,253)

-83

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 179/ 180)

(CIA) 84- اور دہشت گردی، صفحہ 238)

-85

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 265)

(CIA) 86- اور دہشت گردی، صفحہ 325)

-87

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 266)

(CIA) 88- اور دہشت گردی، صفحہ 326)

-89

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 267)

(CIA) 90- اور دہشت گردی، صفحہ 327)

-91

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 285)

(CIA) 92- اور دہشت گردی، صفحہ 346)

-93

(At The Center of the Storm by George Tenet Page: 286)

(CIA) 94- اور دہشت گردی صفحہ 348)

(95- امریکی مکاریوں کی تاریخ، صفحہ 12)

(96- ایضاً صفحہ 197)

(97- ایضاً صفحہ 199,200)

(Innoent victims in the Global war on Terror) 98- صفحہ 143 از ڈاکٹر ایم اے سلومی مترجم محمد یحییٰ خان)

(99- امریکی مکاریوں کی تاریخ، صفحہ 227)

-100

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 21)

(101- محمد، صفحہ 36)

(102- مسلمانانِ اندلس کی تاریخ مترجم ظفر اقبال کلیار صفحہ 14 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

-103

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 22

(104- محمد، صفحہ 36)

(105- مسلم اسپین صفحہ 195, 197 از پروفیسر آئی ایچ برنی۔ تاریخ اندلس از مولار یاسٹ علی ندوی صفحہ 371 بحوالہ Moors in Spain)

-106

SPANISH ISLAM : A HISTORY OF THE MOSLEMS IN SPAIN BY REINHART DOZY:
PAGE #273 TRANSLATED WITH A BIO GRAPHICAL INTRODUCTION ; AND
ADDITIONAL NOTES BY FRANCIS GRIFFIN STOKES LONDON CHATTO WINDUS

1913

(107- عبرت نامہ اندلس، صفحہ 462)

-108

SPANISH ISLAM : A HISTORY OF THE MOSLEMS IN SPAIN BY REINHART DOZY:
PAGE #274 TRANSLATED WITH A BIO GRAPHICAL INTRODUCTION ; AND
ADDITIONAL NOTES BY FRANCIS GRIFFIN STOKES LONDON CHATTO WINDUS

1913

(109- عبرت نامہ اندلس، صفحہ 462)

-110

SPANISH ISLAM : A HISTORY OF THE MOSLEMS IN SPAIN BY REINHART DOZY:
PAGE #305,306 TRANSLATED WITH A BIO GRAPHICAL INTRODUCTION ; AND
ADDITIONAL NOTES BY FRANCIS GRIFFIN STOKES LONDON CHATTO WINDUS
1913

111- عبرت نامہ اندلس صفحہ 506)

-112

MUHAMMAD A Biography of the Prophet by Page: 24)

(113- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 39,40)

(114- احبار، باب 24 آیت 16)

(115- گنتی باب 15 آیت 30,31)

(116- خروج باب 31 آیت 14,15)

(117- خروج باب 35 آیت 2,3)

(118- قاموس الکتاب صفحہ 500 از ایف ایس خیر اللہ مطبوعہ مسیحی کتب خانہ لاہور)

(119- متی باب 27 آیت 39)

(120- قاموس الکتاب صفحہ 795)

(121- متی باب 26 آیت 64 تا 67)

(122- اعمال باب 6 آیت 11 تا 14)

(123- اعمال باب 7 آیت 58,59)

-124

Muhammad A Prophet for Our Time page #18

(125- پیغمبر امن، صفحہ 9)

(126- صحیح بخاری مترجم از علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری جلد دوم صفحہ 30 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور 1991)

(127- روزنامہ جنگ کراچی بروز پیر ذیقعدہ 1430ھ 9 نومبر 2009 از ڈاکٹر طاہر القادری)

- (128- سورہ النساء آیت ۵۱۱)
- (129- سورہ انفال آیت ۳۱)
- (130- سورہ انفال آیت ۲۱)
- (131- سورہ کہف آیت ۶۰۱)
- (132- سورہ کہف آیت ۴۰۱)
- (133- سورہ کہف آیت ۶۰۱)
- (134- سورہ مجادلہ آیت ۰۲)
- (135- سورہ احزاب آیت ۷۵)
- (136- ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ 93)
- (137- سورہ توبہ آیت ۱۶)
- (138- ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ 226)
- (139- سورہ توبہ آیت ۳۶)
- (140- سورہ الحج آیت ۶)
- (141- سورہ قلم آیت ۶ تا ۱۱)
- (142- سورہ قلم آیت ۱ تا ۶۱)
- (143- گلشن ارشد القادری صفحہ 12)
- (144- سورہ لہب آیت 1 تا 5)
- (145- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 705,706)
- (146- سورہ ہود آیت ۲۴)
- (147- سورہ ہود، آیت ۳۴)
- (148- سورہ اعراف، آیت ۴۸، ۳۸)
- (149- سورہ تحریم آیت ۰۱)
- (150- خزائن العرفان، صفحہ 732 از سید نعیم الدین مراد آبادی)

- (151- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 306)
- (152- سورہ زخرف آیت ۷۴)
- (153- سورہ زخرف آیت ۲۵)
- (154- سورہ اعراف آیت ۶۳۱)
- (155- سورہ قصص آیت ۰۴)
- (156- سورہ زخرف آیت ۵۵)
- (157- سورہ حاقۃ آیت ۰۱)
- (158- سورہ المزمل آیت ۶۱)
- (159- سورہ یونس آیت ۲۹)
- (160- سورہ فتح آیت ۹)
- (161- سورہ مجادلہ آیت ۲۲)
- (Islam A Short History) 162- از کیرن آر مسٹر انگ صفحہ 125 مترجم محمد احسن بٹ مطبوعہ نگارشات 2007ء)
- 163
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet by Karen Armstrong Page 264)
- (164- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 350)
- (165- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 151,152)
- (166- سورہ نور آیت ۳۶)
- (167- سورہ بقرہ آیت ۴۰۱)
- (168- خزائن العرفان صفحہ 20 از سید نعیم الدین مراد آبادی)
- (169- ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 82)
- (170- ایضاً صفحہ 83)
- (171- سورہ الحجرات آیت ۲)
- (172- سورہ الحجرات آیت ۳)

(173- سورہ الحجرات آیت ۵۴، ۵۵)

(174- گلشن ارشد القادری صفحہ 50)

(175- سورہ الحجرات آیت ۱)

(176- خزائن العرفان، صفحہ 668)

(177- سورہ بقرہ آیت ۸۰۱)

(178- ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 84)

(179- سورہ النور آیت ۲۶)

(180- سورہ احزاب آیت ۳۵)

باب سوم 3

-181

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 49)

(182- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 71)

-183

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 125)

(184- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 172)

-185

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 126)

(186- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 174)

(187- شرح سیرت ابن ہشام (مترجم) صفحہ 139,140 جلد دوم مطبوعہ ضیاء القرآن اگست 2005)

-188

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 49)

(189- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 71)

-190

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 35)

191- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 54

-192

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 36)

(193- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 55)

-194

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 38)

195- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 58

196- سورہ ہود آیت ۵۳

(197- سورہ انبیاء آیت ۵)

-198

(MUHAMMAD Prophet for our Time, Page: 21)

199- پیغمبر امن صفحہ 11

-200

(MUHAMMAD Prophet for our Time, Page: 21)

201- پیغمبر امن صفحہ 11

-202

(MUHAMMAD Prophet for our Time, Page: 21,22)

(203- پیغمبر امن، صفحہ 11,12)

-204

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 84,85)

(205- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 118)

(206- سورہ فرقان آیت ۴، ۵)

-207

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 78)-207

(208- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 107)

(209- سورہ نحل آیت ۳۰)

(210- ضیاء القرآن، جلد دوم صفحہ 603,604)

(211- محمد پرافٹ اینڈ سٹیٹمنٹ، صفحہ 41)

(212- سورہ طور آیت ۳۳)

(213- سورہ انعام آیت ۵۲)

(214- سورہ نحل آیت ۴۲)

(215- سورہ فرقان آیت ۵)

-216

(MUHAMMAD Prophet for our Time, Page: 22)

(217- پیغمبر امن، صفحہ 12)

(218- پیغمبر امن، صفحہ 25)

(219- پیغمبر امن، صفحہ 41)

(220- اسلامی تہذیب کی داستان، صفحہ 22)

(221- ایضاً)

(222- ایضاً)

(223- اسلامی تہذیب کی داستان، صفحہ 43)

(224- ایضاً صفحہ 51)

(225- ضیاء النبی جلد 6 صفحہ 360,361 بحوالہ The Koran صفحہ 48)

-226

(سورہ انعام آیت ۳۹)

(227- سورہ انفال آیت ۱۳)

(228- سورہ ہود آیت ۳۱)

(229- سورہ بقرہ آیت ۳۲)

(230- سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸)

(231- سورہ یونس آیت ۸۳)

(232- سورہ الصفہ آیت ۶۵، ۷۵)

(233- سورہ طور آیت ۴۳)

(234- سورہ بقرہ آیت ۴۲)

235- سورہ ہود آیت ۴۱

(236- سورہ النساء آیت ۲۸)

-237

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet , Page 89)

(238- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 124)

_239

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 90)

(240- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 125)

-241

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 83)

(242- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 115)

-243

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 91)

(244- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 126)

-245

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 86)

(246- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 120)

-247

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 159)

(248- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 216)

-249

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 166)

(250- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 225)

(251- سورہ ہود آیت ۴۱)

(252- سورہ عنکبوت آیت ۸۴)

(253- سورہ یونس آیت ۶۱)

(254- سورہ یونس آیت ۱)

(255- سورہ مائدہ آیت ۶۱)

(256- سورہ یوسف آیت ۱۱۱)

(257- سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۸)

(258- سورہ لحم سجدہ ۳۵)

(259- مرقس باب 10 آیت 2 تا 5)

(260- احبار باب 21 آیت 7)

(261- استثناء باب 22 آیت 13 تا 22)

(262- استثناء باب 22 آیت 28, 29)

(263- استثناء باب 24 آیت 1 تا 4)

(264- احبار باب 20 آیت 10)

- (265- استثناء باب 22 آیت 22)
- (266- مسیحی اخلاقیات صفحہ 140 مترجم جیکب سموئیل مسیحی اشاعت خانہ لاہور 2008)
- (267- ملاکی باب 2 آیت 16)
- (268- یسعیاہ باب 50 آیت 1)
- (269- متی باب 5 آیت 31, 32)
- (270- متی باب 19 آیت 10)
- (271- تفسیر الکتاب جلد 3 صفحہ 213)
- (272- امریکہ کی اسلام دشمنی از پال فنڈ لے مترجم محمد احسن بٹ مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور 2008)
- (273- سورہ نساء آیت ۴۳ پ ۵)
- (274- سورہ نساء آیت ۵۳ پ ۵)
- (275- تفسیر ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 343)
- (276- از علامہ جلال الدین سیوطی در منشور، جلد 2 صفحہ 431 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)
- (277- تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ 691)
- (278- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 273)
- (279- سورہ بقرہ آیت ۲۲ پ ۲)
- (280- سورہ بقرہ آیت ۲۲ پ ۲)
- (281- سورہ طلاق آیت اپ ۸۲)
- (282- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 274)
- (283- احبار باب 27 آیت 30)
- (284- استثناء باب 14 آیت 22)
- (285- ملاکی باب 3 آیت 10)
- (286- گنتی باب 10 آیت 21)
- (287- نہمیاہ باب 10 آیت 37)

(288- عبرانیوں باب 7 آیت 5)

(289- گنتی باب 18 آیت 24)

(290- استثناء باب 14 آیت 23 تا 26)

(291- استثناء باب 14 آیت 28, 29)

(292- سورہ بقرہ آیت ۳۴)

(293- سورہ نور آیت ۶۵)

(294- سورہ توبہ آیت ۹۹)

(295- سورہ مومنون آیت ۴ تا ۴)

(296- سورہ روم آیت ۹۳)

(297- سورہ بقرہ آیت ۱۶۲)

(298- سورہ بقرہ آیت ۵۶۲)

(299- سورہ بقرہ آیت ۷۷)

(300- سورہ توبہ آیت ۶۰)

(301- سورہ حج آیت ۱۴)

-302

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 51)

303- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 74

-304

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 52)

305- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 75

306- پیغمبر امن، صفحہ 35

-307

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 52)

- (308- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 75)
- (309- سورہ ہود آیت ۷۲)
- (310- سورہ مومنون آیت ۴۲)
- (311- سورہ قمر آیت ۴۲)
- (312- سورہ الشعراء آیت ۶۸۱)
- (313- سورہ مومنون، آیت ۴۳، ۴۳)
- (314- سورہ فرقان، آیت ۷)
- (315- سورہ فرقان، آیت ۰۲)
- (316- سورہ فرقان آیت 20)
- (317- سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۹)
- (318- سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۹)
- (319- کلام مقدس، مقدس متی باب 13 آیت 53 تا 57 مطبوعہ ابلاغیات مقدس پولوس 1999ء)
- (320- ایضاً)
- (321- تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ 157)
- (322- ایضاً صفحہ 157)
- (323- سورہ بقرہ آیت ۵۸۲)
- (324- متی باب 27 آیت 46)
- (325- متی باب 27 آیت 50)
- (326- مرقس باب 15 آیت 34)
- (327- تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ 329)
- (328- تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ 441)
- (329- تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ 333)
- (330- ایضاً)

(331- قاموس الكتاب صفحہ 792)

(332- پیدائش، باب 3، آیت 16,17)

-333

Muhammad A Biography of the Prophet page #89

(334- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 124)

(335- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 124)

(336- سورہ الضحیٰ آیت ۳)

(337- سورہ الضحیٰ آیت ۷)

(338- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 585)

-339

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 90)

(340- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 124)

(341- سورہ یونس آیت ۲۱)

(342- سورہ نجم آیت ۲، ۱)

(343- ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 589,590)

-344

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 90)

345- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات 125

-346

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 91)

347- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات 126

-348

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 91)

- (349- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 127)
- (350- الکامل التاریخ از علامہ ابن اثیر بحوالہ ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 94)
- (351- الروض الالف جلد دوم صفحہ 454)
- (352- سورہ نور آیت ۵۵)
- 353
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 91)
- (354- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 126)
- 355
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 91)
- (356- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 127)
- 357
- Muhammad prophet for our Time page #92,93
- (358- پیغمبر امن صفحہ 66)
- (359- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 225)
- 360
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 83)
- (361- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 115)
- 362
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 83)
- (363- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 116)
- 364
- (MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 84)
- (365- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 117)

-366

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page 84,85)

(367- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 118)

(368- سورہ الشعراء آیت ۴۱۲)

-369

(صحیح بخاری شریف مترجم کتاب التفسیر جلد 2 صفحہ 906 مترجم عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور 1991ء)

(370- سورہ حجر آیت ۴۹)

371 پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 227

باب چہارم

-372

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet Page : 51 / 52)

373- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 75

-374

(www.countercurrents.org/us-roy240803.htm)

375- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، از ارون دھتی رائے مترجم شفیق الرحمن میاں صفحہ 47,48 وین گاڈ بکس اسلام آباد 2009

-376

(www.countercurrents.org/us-roy240803.htm)

377- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، از ارون دھتی رائے مترجم شفیق الرحمن میاں صفحہ 50 وین گاڈ بکس اسلام آباد 2009

378- ایضاً صفحہ 93

379- عراق میں امریکی کے جنگی جرائم، صفحہ 8 از رمزے کلارک مطبوعہ جمہوری پبلی کیشنز لاہور

380- ایضاً صفحہ 22

381- ایضاً صفحہ 29

382- ایضاً، صفحہ 34,35

-383

<http://www.informationclearinghouse.info/article3441.htm>

(384- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 124)

(385- عراق میں امریکہ کے جنگی جرائم صفحہ 11)

(386- تفسیر الکتاب جلد دوم صفحہ 1326)

-387

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page :168)

(388- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 228)

(389- خروج باب 14 آیت 14)

(390- خروج باب 14 آیت 25)

(391- خروج باب 15 آیت 3)

(392- خروج باب 17 آیت 16)

(393- باب 26 آیت 7,8)

(394- گنتی باب 21 آیت 34,35)

(395- گنتی باب 31 آیت 1 تا 11)

(396- استثناء باب 1 آیت 30)

(397- استثناء باب 2 آیت 24,25)

(398- ایضاً باب 3 آیت 21, 22)

(399- استثناء باب 20 آیت 1)

(400- استثناء باب 20 آیت 4)

(401- کتاب استثناء باب 32 آیت 40 تا 43)

(402- یشوع باب 4 آیت 12 تا 13)

(403- یشوع باب 10 آیت 10)

404-یشوع، باب 8 آیت 24,25

405-باب 11، آیت 14 تا 20

406-ایضاً آیت 21

407-

MUHAMMAD Biography of the Prophet Page :30/ 31)

408-پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 48)

409-قضاۃ باب 1 آیت 1,2

410-۱ توارخ باب 5 آیت 20 تا 23

411-۲ توارخ باب 20 آیت 15

412-زبور باب 18 آیت 34

413-زبور باب 24 آیت 8

414-یسعیاہ باب 13 آیت 4

415-یسعیاہ، باب 34 آیت 5

416-باب 65 آیت 11,12

417-باب 66، آیت 16

418-یرمیاہ باب 12 آیت 21

419-یرمیاہ باب 18 آیت 21

420-حزقی ایل باب 12 آیت 14,15

421-حزقی ایل باب 21 آیت 1 تا 6

422-عاموس باب 7 آیت 8,9

423-عاموس باب 9 آیت 1 تا 4

424-متی باب 10 آیت 34,36

425-لوقا باب 22 آیت 36

- 426- جام نور، دہلی انڈیا جہاد نمبر مضمون از علامہ ارشد القادری مئی 2004 صفحہ 35
- 427- سورہ انفال، آیت 61
- 428- سورہ نساء آیت 90
- 429- سورہ صف آیت 9
- 430- سورہ نساء آیت 75
- 431-
- 432- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 30,31
- 433- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 31
- 434- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت صفحہ 20
- 435- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 31,32
- 436- عراق میں امریکہ کے جنگی جرائم از رمزے کلارک صفحہ 34 مترجم احسن بٹ مطبوعہ جمہوری پہلی کیشنز لاہور جولائی 2004
- 437- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 34
- 438- زندہ تاریخ صفحہ 90
- 439- زندہ تاریخ صفحہ 91
- 440- پ 2 سورہ بقرہ آیت 191
- 441- پ 2 سورہ بقرہ آیت 193
- 442- سورہ انفال آیت 73
- 443- سیرۃ الرسول جلد ہفتم صفحہ 287
- 444- سورہ بقرہ آیت 190
- 445-
- MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 169
- 446- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 229
- 447-

Muhammad Prophet for our Time by Karen Armstrong Page :75

448- پیغمبر امن، صفحہ 52

-449

Muhammad, Prophet for Our Time Page:81

450- پیغمبر امن، صفحہ 57

-451

Muhammad Prophet for Our Time Page: 127

452- پیغمبر امن، صفحہ 92

-453

Muhammad Prophet for Our Time Page: 129

454- پیغمبر امن، صفحہ 93

-455

Muhammad Prophet for Our Time Page: 137

456- پیغمبر امن، صفحہ 99

-457

Muhammad Prophet for Our Time Page:151

458- پیغمبر امن، صفحہ 110

-459

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 209

460- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 281

-461

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page :209

462- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 281

-463

MUHAMMAD, Prophet for Our Time Page: 151

464- پیغمبر امن، صفحہ 111

-465

MUHAMMAD Prophet for Our Time Page: 162

466- پیغمبر امن، صفحہ 119

-467

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 244

468- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 325

469- سیرۃ الرسول جلد ہشتم صفحہ 673

470- ضیاء النبی جلد چہارم صفحہ 469, 470

-471

MUHAMMAD, Page: 163

472- پیغمبر امن، صفحہ 120

473- یرمیاہ، باب 18 آیت 18 تا 23

474- تفسیر الکتاب، جلد دوم صفحہ 862

475- ایضاً صفحہ 863

(476- ایضاً)

(477- ایضاً صفحہ 863)

478- گنتی، باب 21 آیت 33, 34, 35

479- گنتی، باب 31 آیت 6 تا 12

480- استثناء باب 20 آیت 10 تا 14

481- یسوع باب 11 آیت 14،

482- قضاة باب 3 آیت 29,30

483- قضاة باب 3 آیت 29,30

484- تفسیر الکتاب، جلد اول صفحہ 596

485- اسموئیل باب 11 آیت 11

486- ۲ توارخ باب 15 آیت 13

487- یسعیاہ باب 14 آیت 21

488- تفسیر الکتاب، جلد دوم صفحہ 598

-489

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 209

-490

پنجمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 281

(491- پنجمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 281)

-492

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 208

493- پنجمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 280

-494

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page :208

(495- پنجمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 280)

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page :206-496

497- پنجمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 277

-498

MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 184

(499- پنجمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 249)

-500

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page: 185)

(501- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ 249)

(MUHAMMAD A Biography of the Prophet, Page 206-502)

(503- پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ 278)

-504

www.countercurrents.org/us-roy240803.htm

(505- ایک عام آدمی کا تصور سلطنت، صفحہ 52)

(506- ایضاً 68, 69)

507- پ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت 33

508- پ 2 سورہ بقرہ آیت 179

509- پ 2 سورہ بقرہ آیت 178

510- پ 5 سورہ نساء آیت 93

511- سورہ مائدہ آیت 32

512- سورہ فرقان آیت 68

513- سورہ انعام آیت 151